بسم اللہ الرحمن الرحیم

الاسماء الحسنیٰ

اللہ جل جلالہ ھو

یہ اسم ذات ہے

ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو

اسم	معنی
الرحمٰن	نہایت رحم کرنیوالا
الرحیم	بڑا مہربان
الملک	بادشاہ و شہنشاہ حقیقی
القدوس	تمام عیبوں سے پاک
السلام	سلامتی والا
المؤمن	امن دینے والا
المھیمن	بہت نگہبانی کرنیوالا
العزیز	سب پر غالب آنیوالا
الجبار	بگڑے کاموں کا بنانیوالا
المتکبر	بڑی بزرگی والا
الخالق	پیدا کرنے والا
الباری	بنانے والا
المصور	صورتیں بنانیوالا
الغفار	بڑی بخشش والا
القہار	سب کو قابو میں رکھنے والا
الوہاب	بلا عوض دینے والا
الرزاق	روزی دینے والا
الفتاح	بہت بڑا مشکل کشا
العلیم	بہت وسیع علم والا
القابض	دل یا روزی تنگ کرنیوالا
الباسط	روزی یا دل فراخ کرنیوالا
الخافض	کافروں کو ذلیل کرنیوالا
الرافع	بلند کرنیوالا
المعز	عزت دینے والا
المذل	ذلیل کرنیوالا
السمیع	بہت سننے والا
البصیر	خوب دیکھنے والا
الحکم	حکم کرنے والا
العدل	انصاف کرنیوالا
اللطیف	باریک بین
الخبیر	باخبر اور آگاہ
الحلیم	بڑا بردبار
العظیم	بڑا بزرگ
الغفور	بہت بخشنے والا
الشکور	قدردان
العلی	بہت بلند پایہ
الکبیر	بہت بڑا
الحفیظ	سب کا محافظ
المقیت	سب کو روزی دینے والا
الحسیب	سب کیلئے کفایت کرنیوالا
الجلیل	بڑے بلند مرتبہ والا
الکریم	بہت کرم کرنیوالا
الرقیب	بڑا نگہبان
المجیب	دعائیں سننے اور قبول کرنیوالا
الواسع	وسعت والا
الحکیم	بڑی حکمتوں والا
الودود	بڑا محبت کرنیوالا
المجید	بڑی بزرگی والا
الباعث	مردوں کو زندہ کرنیوالا
الشہید	ہر جگہ حاضر ناظر
الحق	برحق برقرار رکھنے والا
الوکیل	بڑا کارساز
القوی	بڑی طاقت قوت والا
المتین	شدید قوت والا
الولی	بندوں کا دوست و حامی
الحمید	لائق تعریف
المحصی	اپنے علم و شمار میں رکھنے والا
المبدی	پہلی بار پیدا کرنیوالا
المعید	دوبارہ پیدا کرنیوالا
المحیی	زندگی دینے والا
الممیت	موت دینے والا
الحی	ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والا
القیوم	سب کو قائم رکھنے والا
الواجد	ہر چیز کو پالینے والا
الماجد	بزرگی اور بڑائی والا
الواحد	اکیلا تن تنہا
الصمد	بے نیاز
القادر	قدرت والا
المقتدر	پوری مقدرت رکھنے والا
المقدم	پہلے اور آگے کرنیوالا
المؤخر	پیچھے اور بعد میں رکھنے والا
الاول	سب سے پہلے
الآخر	سب کے بعد
الظاہر	ظاہر و آشکارا
الباطن	پوشیدہ و پنہاں
الوالی	متولی اور متصرف
المتعالی	سب سے بلند و برتر
البر	بڑا اچھا سلوک کرنیوالا
التواب	بہت زیادہ توبہ قبول کرنیوالا
المنتقم	بدلہ لینے والا
العفو	بہت زیادہ معاف کرنے والا
الرؤف	بہت بڑا مشفق
مالک الملک	ملکوں کا مالک
ذوالجلال والاکرام	عظمت و جلال والا
المقسط	عدل و انصاف قائم کرنیوالا
الجامع	سب کو جمع کرنیوالا
الغنی	بڑا بے نیاز بے پرواہ
المغنی	بے نیاز و غنی بنا دینے والا
المانع	روک دینے والا
الضار	ضرر پہنچانے والا
النافع	نفع پہنچانے والا
النور	نور بخشنے والا
الہادی	سیدھا راستہ دکھانیوالا
البدیع	چیزوں کو ایجاد کرنیوالا
الباقی	ہمیشہ باقی رہنے والا
الوارث	سب کے بعد موجود رہنے والا
الرشید	رشد و ہدایت دینے والا
الصبور	بڑے صبر و تحمل والا

ادْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

مجالسِ حسنہ

قطب الارشاد حضرت ڈاکٹر

حفیظ اللہ صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ

خلیفہ مجاز

محسن الامۃ حضرت

مولانا مفتی محمد حسن امرتسری نور اللہ مرقدہٗ

بانی جامعہ اشرفیہ لاہور

مکتبۃ الحسن لاہور
جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ
لاہور

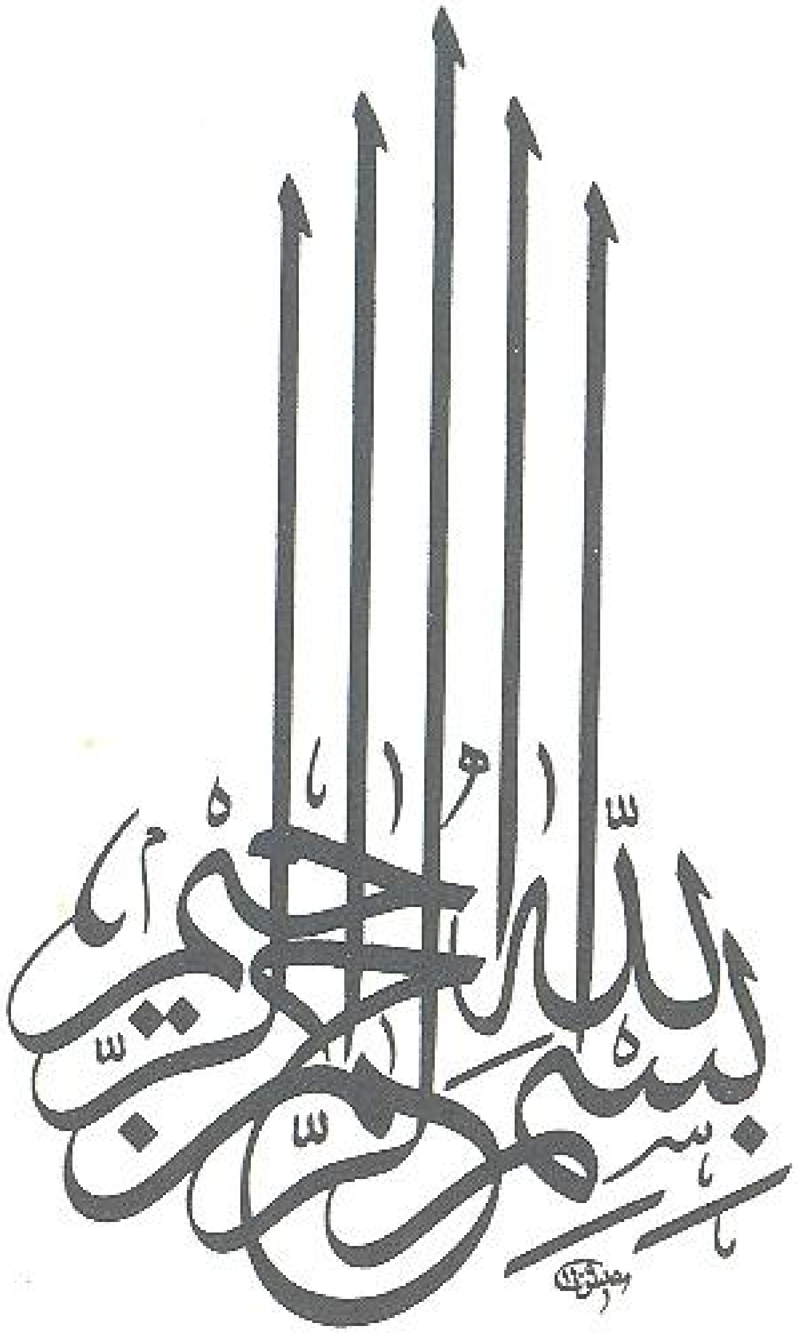

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

نام کتاب: .... مجالس حسنہ

مرتب: .... حاجی عبدالستار مدظلہ،
مسجد باب السلام اناج بازار سکھر

ترتیب وتدوین .... مولانا محمد اکرم کاشمیری مدظلہ،
مدرس جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ، لاہور

نظر فرمودہ .... ☆ حضرت مولانا محمد عبید اللہ مدظلہ،
صدر و مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

☆ حضرت صوفی محمد سرور مدظلہ،
شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

ناشر .... محفوظ الرحمن اناج بازار سکھر

ہدیہ .... [redacted]/- روپے

کمپوزر و ڈیزائنر .... مسعود فرید 0333-4331105

پرنٹر .... آئی پی ایس-لاہور 042-7313392

ملنے کے پتے

حاجی عبدالستار مدظلہ، مسجد باب السلام اناج بازار سکھر

محفوظ الرحمن محفوظ میڈیکو اناج بازار سکھر

مولانا محمد اکرم کاشمیری مدظلہ، رجسٹرار۔ جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ، لاہور

ادارہ اسلامیات نیو انارکلی لاہور ☆ ادارۃ القاسم زبیدہ سنٹر 40۔ اردو بازار لاہور

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی صاحب عارفیؒ

خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت

مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ العزیز

حمد

محو ہوں لطف ناز میں تیرے
گم ہوں راز و نیاز میں تیرے

کتنا عالم فریب عالم ہے
حسن عالم طراز میں تیرے

یہ فسونِ نظر معاذ اللہ
جلوۂ پردہ ساز میں تیرے

چشم نظارہ محو حیرت ہے
حسن نیرنگ ساز میں تیرے

شان تسخیر عالم جاں ہے
التفات مجاز میں تیرے

بے نیازی سی بے نیازی ہے
لطف بندہ نواز میں تیرے

اپنی ہستی مٹا چکا ہوں میں
عشق ہستی نواز میں تیرے

عارفی بھی ہے ایک کشتۂ ناز
عرصہ ترکتاز میں تیرے

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

عکسِ منظوم دُعاء

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ

بقلم

قطب الارشاد حضرت ڈاکٹر **حفیظ اللہ** صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات (حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ)

نہیں تو ہم کا منہ یا رب بہ گفتارِ عصیانی — مگر کرتا ہوں میں جرأت بہ فضلِ ربانی
تری رحمت سے یا رب کفر ہے مایوس ہونا — کہ ہے لا تقنطوا خود ہی تیرا ارشادِ حقانی
تیرے دریائے رحمت کے مقابل چیز ہی کیا ہے — مری ناپاکی قلبی اور مری آلودہ عصیانی
مدد یا رب مدد یا رب کہ میں نرغہ میں ہوں بے ڈھب — ادھر تسویلِ نفسانی ادھر اغوائے شیطانی
میں مغلوبِ طبیعت ہوں میں محتاجِ اعانت ہوں — بہت کوتاہ ہمت ہوں بہت ہے ضعفِ ایمانی
غریقِ بحرِ غفلت ہوں اسیرِ حرص و شہوت ہوں — بہت محتاجِ رحمت ہوں دکھا دے شانِ رحمانی
عنایت کر عنایت کر عطا استقامت کر — مرے دین کی حفاظت کر مرے ایمان کی نگرانی
بس اب تو خوابِ غفلت سے الٰہی مجھ کو چونکا دے — رہوں تا عمر تیری راہ میں سرگرمِ جولانی
خدایا اپنی قدرت سے کرا دے طے — مدارج کے مرے ایمانی و عرفانی و ایقانی
مرے مولا مرے قادر مرے مالک مرے ناصر — مدد کر تا دمِ آخر [illegible] نورِ ایمانی
مرے خالق مرے مالک مرا کر خاتمہ حق پر — بحقِ شافعِ محشر عطا کر باغِ رضوانی

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	پیش لفظ	۱۵
☆	تقدمہ (حضرت مولانا محمد اکرم کاشمیری صاحب مدظلہ العالی)	۱۸
☆	تقریظ نمبر۱ (حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب مدظلہ العالی)	۲۱
☆	تقریظ نمبر۲ (حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ العالی)	۲۳
☆	تقریظ نمبر۳ (حضرت نواب محمد عشرت علی صاحب قیصر مدظلہ العالی)	۲۴
☆	تقریظ نمبر۴ (حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب مدظلہ العالی)	۲۵
☆	حالات اور تعارف	۲۶
☆	مختصر سوانح حیات	۳۵
☆	واردات و مکاشفات	۳۸
☆	فہرست خلفائے مجازین	۴۸
☆	ابتدائے مجالس	۵۰
۱	**توکل، تفویض اور اس کی حقیقت :**	**۵۱**

☆	تبلیغ کی تعریف اور طریقہ۔	۵۱
☆	اللہ کی رضا کس طرح حاصل ہوتی ہے۔	۵۳
☆	حضرت گنگوہیؒ کا واقعہ۔	۵۷
☆	حالت قبض وبسط اور حضرت مولانا محمد یعقوب کا واقعہ۔	۵۸
☆	حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مدنی کا واقعہ۔	۶۰
☆	منشائے خداوندی اسلام پر ہمیشگی۔	۶۳
☆	تفویض اور تدبیر دونوں ضروری ہیں۔	۶۴
☆	حضرت ابراہیم بن آدم کا واقعہ۔	۶۴
☆	مولانا رومی کا واقعہ۔	۶۶
☆	ایک حکیم صاحب کا واقعہ۔	۶۷
☆	ایک مقروض کا واقعہ۔	۶۹
☆	حضرت تھانویؒ کا واقعہ۔	۷۰
☆	مولانا رومی کی مثال۔	۷۲
☆	ایک بہترین نسخہ۔	۷۳
۲	**ٹیلی ویژن کی تباہ کاریاں :**	**۷۵**
☆	ٹی وی کی قباحت۔	۷۵

☆	تصویر کے بارے میں شرعی مسئلہ۔	۷۷
☆	اچھے اور برے طریقے کا انجام۔	۷۷
☆	ایک اعتراض اور اس کا جواب۔	۷۸
☆	شریعت کی خیرخواہی۔	۷۹
☆	ایک عبرتناک واقعہ۔	۸۰
☆	ٹی وی دیکھنے والوں کے بہانے۔	۸۱
☆	ٹی وی کے نقصانات۔	۸۲
☆	دوسرا عبرتناک واقعہ۔	۸۴
☆	تیسرا عبرتناک واقعہ۔	۸۶
☆	چوتھا عبرتناک واقعہ۔	۸۸
☆	ٹی وی کے تباہ کن اثرات۔	۸۹
☆	توبہ کی اہمیت۔	۹۲
۳	**تبلیغ کا حکم اور اُس کا طریقہ :**	**۹۴**
☆	تبلیغ کا پہلا درجہ	۹۵
☆	تبلیغ کا دوسرا درجہ	۹۶
☆	مبلغین کی قسمیں	۹۷

☆	اسلام میں اخلاق کی اہمیت	۹۹
☆	اسلام کی حفاظت دو طریقوں سے ہوتی ہے	۹۹
☆	تبلیغ کا تیسرا درجہ	۹۹
☆	تبلیغ تبلیغ کے طریقہ سے ہونی چاہیے	۱۰۰
☆	گھر میں تبلیغ کا طریقہ	۱۰۲
۴	**گناہوں سے اجتناب اور اُس کا حکم :**	**۱۰۵**
☆	ظاہری اور باطنی گناہوں کو چھوڑ دو۔	۱۰۶
☆	ایک اللہ والے کا واقعہ۔	۱۰۸
☆	پابندی سے ذکر اللہ کی محبت کا ذریعہ ہے۔	۱۰۹
☆	گناہ پر دنیا میں بھی سزا ملتی ہے۔	۱۱۱
☆	ایک شخص کا واقعہ۔	۱۱۲
☆	سیدنا عثمان غنیؓ کا واقعہ۔	۱۱۳
☆	امام ابو حنیفہؒ کا واقعہ۔	۱۱۴
☆	حضرت جنید بغدادیؒ کا واقعہ۔	۱۱۴
☆	ایک شخص کا واقعہ۔	۱۱۵
☆	حضرت تھانویؒ کا واقعہ۔	۱۱۷

☆	پہلے زمانے کا ایک واقعہ۔	۱۲۰
☆	ایک طالبعلم کا واقعہ۔	۱۲۳
☆	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ۔	۱۲۵
☆	ایک اور واقعہ۔	۱۲۵
۵	**اللہ کی محبت اور اس کے ثمرات :**	**۱۲۸**
☆	اہل ایمان کی صفات۔	۱۲۸
☆	محبت کے تین اسباب۔	۱۲۹
☆	ایک سید کا واقعہ۔	۱۳۲
☆	حضرت رابعہ بصریہؒ کا واقعہ۔	۱۳۳
☆	حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ۔	۱۳۳
☆	میرٹھ کے ایک خاص صاحب کا واقعہ۔	۱۳۳
☆	ابوعبیدہ بن الجراحؓ کا واقعہ۔	۱۳۶
☆	ایک اللہ والے کا واقعہ۔	۱۳۷
۶	**حضور ﷺ کی شانِ رحمت، شفقت اور محبت :**	**۱۴۰**
☆	شب معراج میں حضورؐ کو تین برتن پیش کیے گئے۔	۱۴۱
☆	ایک سرجن کا واقعہ۔	۱۴۳

☆	حضورؐ سے محبت کی نشانی۔	۱۴۵
☆	ایک صحابیؓ کا واقعہ۔	۱۴۸
☆	محبت کا ایک حق قبر شریف کی زیارت۔	۱۴۹
☆	حضورؐ کی شانِ رحمت۔	۱۵۱
☆	ایک جنٹلمین کا واقعہ۔	۱۵۶
☆	اتباعِ سنت۔	۱۶۱
۷	**اہتمام طلبِ مغفرت :**	**۱۶۳**
۸	**دُعاء :**	**۱۸۰**

☆☆☆

پیش لفظ

الحمدللہ و کفٰی و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی! امّابعد!

حق تعالیٰ جل وعلیٰ شانہ نے ہمیں قطب الارشاد رأس المتقین امام فنِ سلوک و تصوف جامع الکمالات عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے چند بیانات کے اشاعت کی سعادت اور توفیق عطا فرمائی اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے آئندہ بھی انشاء اللہ العزیز یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ اس کے اصل محرک حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے خلیفہ خاص و معتمد خاص حضرت حاجی عبدالستار صاحب مدظلہ العالی ہیں۔ ان کے ایما اور دعا کے ساتھ کیسٹوں سے مختلف مضامین پر مشتمل بیانات کو حضرتؒ کے بھتیجے محفوظ الرحمٰن صاحب نے اور ان کے بچوں نے تحریر میں منتقل کیا۔ متعدد حضرات نے تحریر شدہ بیانات کو کئی بار دقتِ نظر کے ساتھ دیکھا۔ سب حضرات کی کوشش یہی رہی کہ حضرتؒ کے الفاظ اور انداز بیان کو بعینہٖ محفوظ رکھا جائے۔ تقریری اور تحریری زبان میں فرق ہوتا ہے اس لیے بہت سی مشکلات بھی آئیں مگر بحمد اللہ تعالیٰ وتوفیقہٖ اس کوشش میں کامیابی ہوئی۔ حضرتؒ کی مجالس میں بیٹھنے والے حضرات اور جن لوگوں کو ان کے بیانات سننے کا موقعہ ملا ہے وہ محسوس کریں گے کہ بیانات میں حضرتؒ کے الفاظ انداز بیان اور ذوق میں سرِ مو فرق نہیں ہے۔

الحمدللہ اس اشاعت کے تمام بیانات کو جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم حضرت مفتی محمد حسن امرتسری نوراللہ مرقدہٗ کے بڑے صاحبزادے اور حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد عبیداللہ صاحب مدظلہ العالی نے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ العالی نے بھی بنظر غائر دیکھا۔ حضرت صوفی

صاحب مدظلہ نے قرآن شریف کی آیات، احادیث اور اشعار کی اصلاح فرمائی جس پر حضرت مولانا عبیداللہ صاحبؒ نے بھی اصلاحی نظر فرما کر احسان فرمایا۔ ہماری خوش قسمتی اور سعادت ہے کہ حضرت مولانا محمد اکرم کشمیری استاذ الحدیث والفنون جامعہ اشرفیہ اور مدیر الحسن نے مسلسل ہماری معاونت فرماتے ہوئے اس کی ترتیب وتدوین کے ساتھ ساتھ ذیلی عنوانات لگائے، کمپیوٹر پرنٹ کئی بار نکلوائے اصلاح فرمائی اور ٹریسنگ تک کے سب مراحل میں بہت زیادہ شفقت سے کام لیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ تقدمہ بھی تحریر فرما کر مزید احسان فرمایا۔ سکھر کے جاوید صاحب جو حضرتؒ کے دیرینہ خادم ہیں انہوں نے ابتدائی کمپیوٹر پرنٹ کی خدمات انجام دیں اللہ تعالیٰ سب حضرات کو جزائے خیر اور اجرِ جزیل عطا فرمائیں اور جن حضرات نے اس کی اشاعت میں جس انداز سے بھی حصہ لیا ان سب کو اپنے خصوصی تعلق سے نوازیں اور اتباع شریعت واتباع سنت کی کامل اور وافر توفیق عطا فرمائیں اور اپنی نسبت خاصہ سے نوازدیں آمین۔ آمین بحق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ احقر علم سے یکسر بیگانہ اور زبان سے گُنگ ہے۔ یہ ناکارہ کن الفاظ کے ساتھ ان بزرگ حضرات کا شکریہ ادا کرے جنہوں نے اس ناچیز کی درخواست کو قبول فرما کر اس کتاب کے لیے تقاریظ تحریر فرمائیں۔ ان تقاریظ سے معلوم ہوتا ہے کہ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحبؒ کا ان حضرات کی نظر میں کیا مقام تھا۔ ایک چیز سب تقاریظ میں مشترک اور بہت نمایاں ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانویؒ کے مسلک کے نہ صرف حامل تھے بلکہ اس پر پوری طرح عامل بھی تھے۔ بالفاظ دیگر شریعت پر بطریق سنت عمل کا نمونہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اپنے خصوصی فضل سے درجاتِ قرب ورضا میں پیہم ترقیات عطا فرمائے، اپنے خاص الخاص قرب سے نوازے اور ان حضرات کے جملہ متعلقین ومنتسبین کو بھی ان حضرات کی معیت اور ان کی دعاؤں میں شامل فرمالے کہ ہم تشنگانِ طریق بھی ان کے رنگ میں رنگے جائیں اور سب کی عافیت بخیر ہو۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کا مبارک سایہ تا مدتِ مدید ہمارے سروں پر سلامت رکھیں اور ہمیں استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت مولانا محمد عبیداللہ صاحب مدظلہ العالی

اس ناکارہ پر بہت ہی مہربان اور شفیق ہیں۔ منجملہ اور احسانات کے بصورتِ تقریظ ایک احسان مزید فرمایا ہے جس میں فکر آخرت اور تحفظِ ایمان کی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ العالی اس احقر کے شیخ ثالث ہیں جنہوں نے اپنے مصلحانہ ذوق سے اس کتاب کو طالبین حق کے لیے قیمتی تحفہ قرار دیا ہے۔ یادگارِ اسلاف حضرت نواب عشرت علی صاحب قیصر مدظلہ العالی اس وقت مرجع خلائق ہیں بالخصوص شیخ العلماء ہیں ان کی تقریظ سے صاحب ملفوظات کے ساتھ اُن کی والہانہ محبت اور اُن کا بلند مقام مترشح ہے اور شریعت وطریقت کے نازک مقامات پر ثابت قدم رہنے کی نشاندہی بھی فرمائی ہے۔ حضرت صاحب ملفوظاتؒ کے خلیفۂ مجاز حضرت جناب مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب مدظلہ نے اپنی حسن نظر سے اس کتاب کو فکر آخرت اور اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور محبت اور اطاعت کا مرقع قرار دیا ہے۔

فجزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ

حضرت حاجی عبدالستار صاحب مدظلہ کے عوارض اور ضعف روز افزوں ہیں ان کی صحت عافیت اور درازیٔ عمر کے لیے خصوصی طور پر دعا کی درخواست ہے۔

آخر میں احقر مسعود فرید صاحب کا تہہ دل سے مشکور ہے کہ انہوں نے بہت محنت، کاوش اور پورے خلوص کے ساتھ کمپیوٹر ڈیزائننگ وکمپوزنگ کا کام کیا اور اس ناچیز کے ہر مشورہ اور متعدد بار تبدیلیوں کو خوشدلی کے ساتھ قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ اُن کے علم میں ترقی اور وسعت عطا فرمائے اور بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے۔ آمین

بندۂ عاجز وبے نوا

احقر ڈاکٹر نعیم اللہ کان اللہ لہٗ

۲۳۹۔ طارق بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدمہ

مولانا محمد اکرم کاشمیری مدظلہ

(رجسٹرار جامعہ اشرفیہ لاہور)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم. اما بعد!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امت میں ایک جماعت مصلحین و مربیین کی شروع سے ہی چلی آ رہی ہے جس کا کام علم و عمل میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے سلوک و احسان کی منازل کا طے کروانا ہے۔ اس سلسلے میں قرونِ اولیٰ سے ہی بڑے بڑے اولیاء کرام چلے آئے ہیں جنھوں نے عبادت کا ایسا طریقہ بتایا جس میں خشوع، خضوع اور تضرع کی تمام تر کیفیات پائی جاتی ہیں۔ حدیث جبریل میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ جبریل علیہ السلام کے اس سوال اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ (احسان کے بارے بھی فرمائیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے) کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۱ ج ۱) کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اُس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ سکتے تو وہ تمہیں یقیناً دیکھ رہا ہے۔ اس ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تو یہ سمجھ کر کرو کہ تم اس کے سامنے اس طرح کھڑے ہو کہ وہ تمہاری ایک ایک حرکت کو دیکھ رہا ہے تم اپنی عبادت میں اخلاص کے ساتھ ساتھ پورا خشوع اور خضوع پیدا کرو۔ یہ کیفیت کیسے حاصل ہو اس کا طریقہ یہی اللہ والے بتاتے ہیں۔ اولیاء اللہ کے

سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب قدس سرہٗ کی ذاتِ گرامی بھی ہے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے احسان اور سلوک کی یہ منازل حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ اور ان کے خلیفہ اقدس حضرت مفتی محمد حسن امرتسری نور اللہ مرقدہٗ کے سایہ عاطفت میں طے فرمائیں۔ یہ بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ کوئی بھی مسترشد اور مرید اپنے شیخ کے رنگ میں رنگ جائے۔ سنا ہے کہ حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ اپنے شیخ حضرت تھانویؒ اور پھر حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم اپنے شیخ حضرت مفتی صاحب برد اللہ مضجعہ کے رنگ میں رنگ گئے تھے۔ یہاں تک کہ اُٹھنے بیٹھنے اور لہجے تک میں مماثلت پیدا ہو چکی تھی حضرت ڈاکٹر صاحب اپنی مجالس میں اکثر و بیشتر اتباع سنت کے سلسلے میں اپنے شیوخ حضرت تھانوی اور حضرت امرتسری قدس سرہما کے حوالے سے بات فرمایا کرتے تھے۔ خصوصاً حضرت مفتی صاحب کے ساتھ انہیں والہانہ محبت تھی۔ راقم الحروف گو حضرت ڈاکٹر صاحب سے تصوف و احسان کے سلسلے میں اصلاحی استفادہ نہیں کر سکا جس کا عمر بھر افسوس رہے گا تاہم حضرت کی چند ایک مجالس میں شرکت کا شرف ضرور حاصل ہوا جس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے اتنا ہی کم ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب سے خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری رہا جس کا سبب حضرت آپا جی (اہلیہ محترمہ حضرت مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہٗ) رحمہا اللہ رحمۃً واسعۃً تھیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب ہر ماہ حضرت آپا جی کی خدمت میں مبلغ پچاس روپے کا ہدیہ بذریعہ منی آرڈر بھیجا کرتے تھے جس کی وصولی اور پھر اس کو حضرت آپا جی تک پہنچا کر ڈاکٹر صاحب کو رسیدگی کی اطلاع کرنا اس راقم کے ذمہ تھا اس طرح سے ہر ماہ ڈاکٹر صاحب سے مراسلت کا موقع ملتا رہتا تھا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب متعدد مرتبہ نیلا گنبد تشریف لائے جہاں حاضر خدمت ہونے کا شرف بھی حاصل رہا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کی شفقت، محبت اور حسن اخلاق سنت نبوی کا عین نمونہ تھا۔

اس وقت آپ کے ہاتھوں میں جو خوبصورت اور خوب سیرت کتاب ہے یہ

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کی چند مجالس جنہیں ان کے خلف الرشید روحانی اور جسمانی معالج حضرت ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب مدظلہٗ کی مسلسل محنت اور مسلسل تگ و دو کے بعد شائع کیا گیا ہے کا مجموعہ ہے یہ مجالس کیا ہیں گویا علم و حکمت کے بکھرے موتی ہیں۔ایک ایک لفظ اخلاص میں ڈوبا ہوا ہے بس کتاب شروع کرنے کی دیر ہے۔ پھر کیا ہے کہ اس کی مقناطیسی قوت اپنی طرف کھینچتی ہی چلی جاتی ہے۔اس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے پڑھنے کے بعد دل عمل کے لیے بے قرار ہو جاتا ہے۔

من آنم کہ من دانم میں کیا اور میری حیثیت کیا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے منسوب اس حسین کتاب کا تقدمہ لکھ کر ریشم میں ٹاٹ کی پیوندکاری کروں! اکابرین جن میں میرے محبوب اساتذہ حضرت مولانا محمد عبیداللہ صاحب مدظلہٗ اور حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب عمت فیوضہم بھی شامل ہیں نے اپنے اپنے تاثرات قلمبند فرما دیئے ہیں اور پھر حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہٗ نے جس انداز سے لکھا ہے ہم اس کی گرد پا کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب کے تاثرات اس پر مستزاد ہیں۔حضرت ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب مدظلہٗ کے حکم سے یہ چند سطور محض اس لئے لکھ دی ہیں کہ شاید قارئین اس سیاہ کار کو بھی اپنی دعوات صالحہ میں جگہ دے سکیں۔

فقط والسلام

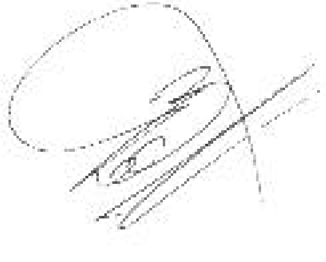

محمد اکرم کاشمیری

رجسٹرار و خادم طلبہ جامعہ اشرفیہ لاہور

۲۵ مارچ ۲۰۰۶ء

تقریظ

شیخ الحدیث زبدۃ العلماء امیر المتواضعین

حضرت مولانا مفتی محمد عبیداللہ صاحب دامت برکاتہم

مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم! اما بعد

زیر نظر کتاب مجالس حسنہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی قدس سرہٗ خلیفہ اقدس حضرت مفتی محمد حسن امرتسری نور اللہ مرقدہٗ کی ان اصلاحی مجالس کا مجموعہ ہے جو آپ نے مختلف مقامات اور مواقع پر فرمائیں۔حضرت ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اصلاح اور رشد و ہدایت میں اتباع سنت کا جو درجہ عطا فرمایا تھا وہ اس دور میں کم ہی کسی کو ملا ہوگا۔ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء ۔(یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو چاہے عطا فرمادے)ان کا ایک ایک ملفوظ دل کی گہرائیوں میں اترنے والا ہے قرآن و حدیث کے اسرار و رموز جس انداز سے بیان فرماتے ہیں اس میں حضرت تھانوی قدس سرہٗ اور پھر حضرت والد صاحب (مفتی محمد حسن امرتسری نور اللہ مرقدہٗ) کا طریق جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔مجھے یاد ہے کہ حضرت والد صاحب برد اللہ مضجعہ اپنے ملفوظات قلمبند کرنے کی اجازت نہیں دیا کرتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت تھانویؒ کے ملفوظات کے ہوتے ہوئے میرے ملفوظات کی کیا

ضرورت ہے؟ یہ حضرت کی فنائیت فی الشیخ تھی تاہم حضرت ڈاکٹر صاحب کی ان مجالس جو درحقیقت حضرت تھانوی اور حضرت والد صاحب کے ملفوظات ہی کی تشریح وتوضیح ہے کی افادیت اس دور میں مسلمہ ہے۔ الحاد اور بے دینی کے اس دور میں اس کی انتہائی ضرورت ہے کہ اولیاء اللہ اور اکابرین کی مجالس اور صحبت اختیار کی جائے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم ان کے مواعظ، ملفوظات اور اصلاحی کتب سے استفادہ کیا جائے تاکہ دین کو بچا بچا کر قبر تک لے جانے میں آسانی رہے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب کی مجالس کے اس گلدستے کو راقم الحروف نے اپنی اصلاح اور استفادے کی خاطر حرفاً حرفاً پڑھا ہے ماشاء اللہ انتہائی مفید پایا ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ اس سے ہر مسلمان فائدہ اٹھائے اور اس کتاب کو حرزِ جان بنا کر رکھے۔ یہ حضرت کے اخلاص کی برکت ہے کہ ان کی ہر ہر مجلس فکرِ آخرت کا نمونہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ اصلاح کے اس خزانے سے ہر شخص اپنے اپنے ظرف کے مطابق ضرور استفادہ کرے گا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے شائع کرنے والے جناب ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب، ان کے جملہ معاونین اور اس کے مدون عزیزم مولوی محمد اکرم کاشمیری سلمہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ جن کی کوششوں سے علم وحکمت کے یہ موتی دیکھنے کو ملے۔ آمین

طالبِ دُعاء

محمد عبید اللہ

مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

تقریظ

رأس المتقین شیخ المشائخ

حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ

(شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، لاہور)

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ بڑے حضرات میں سے تھے اور اُن بابرکت بزرگوں میں سے تھے جن کا طریقہ سنت اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے طریق اور ذوق کے عین مطابق تھا۔ ہمارے اکابر کا نمونہ تھے۔

اُن کے ہر کام سے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مشرب کی خوشبو اور نورانیت محسوس ہوتی تھی، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کو یہ شرف بخشا تھا کہ اُن کی مجالس نہایت پراثر اور فکرِ آخرت سے بھرپور ہوتی تھیں۔

''مجالسِ حسنہ'' یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو کہ نہایت ہی نافع اور ہر ایک کیلئے بہت مفید ہے۔ بالخصوص طالبین حق کے لیے قیمتی تحفہ ہے۔

یہ دِل دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس سعی کو قبول فرماویں اور ہم سب کے لیے نافع بنائیں۔ آمین ثم آمین

محمد سرور عفی عنہ

یکم مارچ 2005

تقریظ

از

یادگارِ اسلاف مرجع العلما امام السالکین

حضرت نواب محمد عشرت علی صاحب قیصر مدظلہٗ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

المحی السنہ عارف باللہ، زبدۃ السالکین، امام العارفین، مرجع خلائق و طالبین، سلطان العاشقین، جنت البقیع کے مکین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب، ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے سوانح حیات اور مواعظ کی اشاعت باعث امتنان و تشکر ہے۔ تقریظ کیلئے بس ایک شعر کافی ہے

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

حضرت عارف باللہ مدنی رح کے کمالات و صفات کا احقر نا اہل و ناکارہ کیا بیان کر سکتا ہے بقول ایک دوست کے وہ حکیم الامت مجدد ملت تھانوی رح کے طریق کی آبرو تھے۔

یہ قدر جوہر جوہری کی جانب جان خدا سے پوچھو۔

جملہ حالات و واقعات حضرت ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب دامت برکاتہم نے بڑی خوبی میں نہایت حسن و خوبی کے ساتھ قلمبند فرمائے ہیں۔ اس تصنیف کو اللہ تعالیٰ نافع بنائے۔ حضرت عارف باللہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے قرب کے درجات رفیع عطا فرمائے۔ آمین۔ طالب ضعیف و حقیر محمد عشرت علی قیصر غفرلہٗ
[illegible]

تقریظ

حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب مدظلہٗ

نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

میرے شیخ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ و ملفوظات کا یہ مجموعہ ''مجالسِ حسنہ'' جس کا ایک ایک کلمہ آخرت کی فکر، اللہ جل شانہ کی عظمت اور نبی کریم ﷺ کی محبت واتباع کا درس دے رہا ہے۔ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ملفوظ کچھ اس طرح ہے کہ فتنے کے اس دور میں مصیبتوں سے بچاؤ کا ذریعہ اہل اللہ کی صحبت اور ان کی کتب ہیں۔ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ اشرفیہ خلیفۂ اجل حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ جو کہ مرشد تھے میرے شیخ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے، آپؒ نے حسن خاتمہ اور گناہوں سے بچاؤ کے لیے اپنی وصیت میں دو مرتبہ یہ الفاظ تحریر فرمائے کہ حضرت تھانویؒ کے مواعظ و ملفوظات کو حرزِ جان بنائیں۔ میں دل سے یہ سمجھتا ہوں کہ میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہ مواعظ و ملفوظات کا خوبصورت گلدستہ اگر توجہ کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو اس کا ایک ایک جملہ حفاظت ایمان اور گناہوں سے بچنے کا ذریعہ بنے گا اور حسن خاتمہ کی دولت نصیب ہوگی۔ اللہ جل شانہ اس کتاب کے طبع کرانے والوں کو خصوصاً میرے شیخ زادے محبوب و مکرم حضرت ڈاکٹر نعیم اللہ مدظلہ العالی کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی اس محنت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین

والسلام

فضل الرحیم

حافظ فضل الرحیم
نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

حالات اور تعارف

مخدوم و مکرم حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دور میں ایک مثالی حیثیت عطا فرمائی تھی۔ علما صلحا بزرگانِ سلسلہ طالبین و سالکین ہم پیشہ معاصرین اور سب حلقوں میں بہت عزت اور احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت بلند مقام عطا فرمایا تھا۔ حضرتؒ کی ذات بہت ہی شفیق اور مشفق تھی مگر منجانب اللہ ان کے چہرے پر ایک ایسا رعب تھا جس سے ہر کس و ناکس متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ وہ ہر شخص سے خندہ پیشانی اور محبت سے پیش آتے ہر ایک سے اپنائیت کا ایسا برتاؤ تھا کہ ہر شخص یہ سمجھتا کہ سب سے زیادہ قریبی تعلق اور محبت مجھ ہی سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو محبوبیت کی ایک شان عطا فرمائی تھی اور لوگ والہانہ انداز میں آتے اور جان نثار کرتے خاص طور پر جاں نثاری کے بہت سے دلدوز مناظر اس وقت دیکھنے میں آئے جب حضرت 1995 میں مستقل سکونت کے لیے مدینہ منورہ تشریف لے جارہے تھے۔ بلا مبالغہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ زیارت کے لیے آتے آنسوؤں اور سسکیوں کے ساتھ روتے۔ بے اختیار ہاتھ چومتے۔ بعض لوگوں کو پاؤں میں گرتے اور روتے بھی دیکھا گیا۔ ان کی آہیں دلوں پر اثر کرتیں۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔ ہر شخص محبت اور عقیدت میں ڈوبا ہوا تھا۔ سکھر ہوائی مستقر پر یوں لگتا جیسے سارا سکھر شہر اُمڈ آیا ہے۔ یہی حال کراچی ایئرپورٹ پر بھی تھا ایئرپورٹ پر سکیورٹی برقرار رکھنا مشکل ہو گیا تھا۔ حضرتؒ کی بات کو ماننا اس پر عمل کرنا ہر شخص اپنے لیے باعث فخر سمجھتا تھا۔ لوگ ان کے ارشاد اور حکم کے منتظر رہتے اور حکم کی تعمیل دوڑ دوڑ کر کرتے۔ جو شخص تعمیل حکم میں پیچھے رہ جاتا وہ بہت دل آزردہ ہوتا۔

حضرت کا چہرہ انور اخلاق حسنہ کا ایک ایسا آئینہ تھا جس کی ایک جھلک دیکھنے سے لوگوں کی نگاہوں کے زاویے بدل جاتے اور ذہنی کیفیت میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو جاتی۔ کوئی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ صرف زیارت سے مشرف ہونے کے بعد لوگوں کی کایا پلٹ جاتی۔ کئی حضرات نے متعدد بار محسوس کیا کہ کوئی تشویش یا تردد لے کر حضرت سے مشورہ کے لیے گئے اور چہرہ انور پر نظر پڑتے ہی تردد ختم ہو گیا۔ تشویش کا حل ازخود سمجھ میں آ گیا۔ اور یہ چیز تو بہت مشہور تھی کہ سوالات لے کر گئے اور سوال پوچھے بغیر باتوں باتوں میں ازخود جوابات مل گئے یہ دلیل ہے مقبول عنداللہ ہونے کی اور اس بات کی کہ اصلاح خلق کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو چن لیا تھا۔

ایک وقت تھا کہ سکھر بزرگوں کا گڑھ تھا۔ سکھر شہر میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانویؒ کے دو مجازین حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب اور حضرت شیخ ثامن علی صاحب سکھر کے گردونواح میں حضرت تھانویؒ کے خلفا میں سے گھوٹکی میں مولانا شیر محمد صابؒ اور سید فخر الدین شاہ صاحبؒ۔ شکار پور میں حکیم فضل اللہ صاحبؒ تھے۔ سکھر شہر میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے مجازین کے وہ نامور مجازین تھے جو درجات رفیعہ پر فائز تھے اور ان میں مجدد الملتؒ کے اوصاف و کمالات بہت نمایاں تھے یہ حضرات اکابرین طریق میں شمار ہوتے تھے۔ ان حضرات میں حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ (خلیفہ مجاز حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ) حضرت ڈاکٹر صاحبؒ موصوف (خلیفہ مجاز حضرت مفتی محمد حسنؒ) حضرت حکیم سید محمد ابراہیم صاحبؒ (مجاز حضرت شیخ ثامن علی صاحبؒ)۔ وکیل اور بیرسٹر حضرت حفیظ اللہ لاری صاحبؒ (مجاز حضرت مولانا عبدالغنی صاحبؒ پھولپوری) اور آخری دور میں حاجی محمد فاروق صاحبؒ، حضرت ڈاکٹر عبدالغفار صاحبؒ (خلفاءِ مجازین حضرت مولانا مسیح اللہ صاحبؒ) کے نام قابل ذکر ہیں ان بزرگوں کی فہرست میں دو حضرات نے اہالیان سکھر کی بہت خدمت کی۔ ایک ہستی حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب کی ہے اور دوسری ذاتِ گرامی حضرت ڈاکٹر صاحبؒ موصوف کی۔ ان دونوں حضرات نے اپنی

زندگی کے تمام شب وروز خدمت کے لیے وقف فرمادیئے تھے۔ ہمہ وقت افادہ کے لیے بے چین رہتے۔ یہی فکر دامنگیر رہتی کہ کس راستے سے مختصر سے مختصر وقت میں بندوں کو اللہ سے ملادیں۔ دین کا شوق دین کی عظمت دین کی محبت دلوں میں ڈال دیں دین کی اہمیت اور ضرورت لوگوں پر کیسے واضح کردیں۔ کون سا طریقہ ہو کہ بندگانِ خدا اپنے مالک اپنے خالق اپنے مربی حقیقی کو پہچان لیں اور شریعت مطہرہ ان کا اوڑھنا بچھونا بن جائے۔ جلدی سے بھی جلدی سیر الی اللہ سے فارغ ہو کر سیر فی اللہ میں مستغرق ہوجائیں ہر ہر لمحہ اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے میں صرف کردیں تاکہ اصل مقصد بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حاصل ہوجائے کہ نجاتِ اخروی ہے۔ بندے یہ باور کرلیں کہ دنیاوی زندگی ایک عارضی سرائے ہے اور اصل مقصد ہر وقت پیش نظر رہے کہ وہ فکر آخرت اور رضائے حق ہے اسی نہج پر ان حضرات نے کام کیا، بے لوث کیا اور بحمد اللہ سکھر کا نقشہ بدل گیا۔ سکھر کے لوگ ملک کے خواہ کسی خطے میں ہوں الگ سے پہچانے جاتے سکھر شہر ایک ذوق میں ڈھل گیا جو عین شریعت مطہرہ اور سنت مبارکہ کے مطابق تھا اور اطراف میں اس کی روشنی پھیلنے لگی اس معطر چمن کی خوشبو دوسرے شہروں میں بھی محسوس کی جانے لگی۔ اور لوگ مختلف شہروں سے دوائے دردِ دل کے لیے رجوع ہونے لگے۔ اور حضرتؒ مرجع خلائق بن گئے۔ اس چمن کی آبیاری حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی درخواست پر حضرت مفتی محمد خلیل صاحب نے بھی کی اور مفتی صاحب کے وصال کے بعد حضرت مفتی عبدالقادر صاحبؒ نے بھی اس چمن کی حفاظت میں حصہ لیا۔

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ نے سکھر والوں کے خیالات جذبات اور احساسات کو بھی شریعت کے تابع بنا دیا تھا۔ اس قدر محنت اور مشقت ہی کا نتیجہ تھا کہ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی نے ایک مرتبہ سکھر تشریف آوری کے موقعہ پر ایک بہت اہم سند عطا فرمائی کہ سکھر چھوٹا تھانہ بھون ہے یہاں آکر تھانہ بھون کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ اور ایک موقع پر یہ بھی فرمایا کہ ڈاکٹر صاحبؒ اس سلسلہ کی آبرو ہیں۔

اپنی عمر کے آخری تقریباً پندرہ سال حضرتؒ اپنی تمام تر تکالیف اور عوارضات

کے باوجود پاکستان کے مختلف شہروں میں جا کر اپنے مواعظ سے عوام الناس کو مستفید فرماتے رہے۔ ان میں کراچی، لاہور، کوئٹہ، کبیر والا، ملتان، وزیر آباد اور گجرات قابل ذکر ہیں ان بلاد میں جانا اور وہاں کے لوگوں کو مستفیض فرمانا حضرت کا معمول بن گیا تھا۔ ہر وقت اور ہر گھڑی یہی فکر دامنگیر رہتی کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچادیں جو ذمہ داری اپنے بزرگوں نے سونپی ہے اس کا حق ادا کردیں۔ کئی مرتبہ مخلصین نے عرض کیا کہ آپ کو بیک وقت کئی بیماریاں ہیں جن میں دل کی تکلیف جیسی سخت اور خطرناک بیماری بھی ہے آپ اس قدر تکلیف و کاوش نہ فرمایا کریں۔ اس کے جواب میں فرماتے کہ اگر تکلیف برداشت کرکے کسی کا دینی فائدہ ہوجائے تو اس میں ہمارا بھی فائدہ ہے نجانے کس بہانے سے کس کی برکت سے ہم بھی بخش دیئے جائیں۔ بعض مرتبہ یہ جواب مرحمت فرماتے کہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے وہ لمحات زندگی کس کام کے جو کسی کی خدمت میں صرف نہ ہوں۔ ایسے وقت ان کے چہرہ انور سے ایک درد کی کیفیت عیاں ہوتی تھی۔

مستفیضین سے الگ رہنا ان کی تکلیف میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے اپنے احباب سے بے حد انس تھا۔ احباب میں بیٹھ کر اپنی سب تکالیف بھول جاتے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ ان کو کوئی تکلیف ہے ہی نہیں۔ بالکل صحت مند ہیں ایک مرتبہ گھر میں آرام فرما رہے تھے اس روز بہت سی تکالیف نے گھیر رکھا تھا بے چینی اور کرب کی کیفیت تھی کچھ حضرات ملنے کے لیے آئے معلوم ہونے پر فوراً ملنے کے لیے چلے گئے اور بہت دیر تک ان سے نہایت بشاشت کے ساتھ گفتگو کرتے رہے اس دوران لمحہ بھر بھی کسی کو احساس نہ ہونے دیا کہ وہ کس قدر تکلیف میں ہیں گھر سے باہر نکل کر ایک صاحب نے کہا کہ حضرت کی طبیعت تو آج ماشاءاللہ بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اس پر ان کے ایک صاحبزادے نے یہ شعر پڑھ کر اصل حالت سے آگاہ کیا۔

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پہ رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

غرض افادۂ احباب ان کے لیے گویا بیماریوں کا علاج تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ''حریص علیکم'' کا مصداق تھے۔ حضرت مفتی عبدالقادر صاحبؒ کے خط کے جواب میں بھی ایک مرتبہ یہی تحریر فرمایا کہ جب بزرگوں نے ایک ذمہ داری سونپ دی ہے تو ہم کو حریص علیکم کا مصداق ہونا چاہیے۔

مذکورہ بالا قصے میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میں صبر ضبط اور تحمل کی قوت کس قدر تھی۔ نہ چہرے پر کسی تکلیف کا اثر نہ گفتار پر اثر اور نہ ہی جسم کی کسی حرکت سے کوئی ایسا تاثر ملتا تھا حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ فرمایا کرتے تھے ڈاکٹر صاحب ہمت کا پہاڑ ہیں۔ یہ قصہ ان کے کمال تقویٰ کی بھی دلیل ہے۔ جس شخص کو اپنے جذبات پر اس قدر قابو ہو وہ نفس اور شیطان کے مقابلہ میں کس قدر قوی اور غالب ہوگا ایک مرتبہ اپنے ایک بہت قریبی راز دان سے فرمایا کہ الحمدللہ بہت عرصہ سے میرا نفس کبھی اتباع شریعت کی راہ میں حائل نہیں ہوا۔ یہ حضرات اپنا کوئی حال کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتے غالباً کسی مصلحت کی وجہ سے بتا دیا ہوگا۔ اس واقعہ سے ان کے مقام عبدیت کا اندازہ بھی ہوتا ہے اور مقام رضا کا بھی۔ اس سے فنائیت بھی معلوم ہوتی ہے اور ادائیگی حقوق کا اہتمام بھی۔

ایک سالک کے لیے یہ بات لازمہ طریق سمجھی جاتی ہے کہ وہ اپنے طبیب باطنی سے سب رذائل کا ازالہ کروائے اخلاق حسنہ پیدا کرے اور رسوخ کا درجہ حاصل کرے جب کثرت ذکر اور مداومتِ اعمالِ صالحہ سے احوال اور اعمال میں رسوخ پیدا ہونے لگتا ہے تب تعلق مع اللہ اور ولایت کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ اس میں حسب استعداد دیر سویر ہوتی ہے مگر راستہ یہی ہے۔ چونکہ ہر شخص کی طبیعت اور مزاج مختلف ہوتا ہے اس لیے سیر الی اللہ کے بعد ہر شخص کی شان مختلف ہوتی ہے۔ امتیازی اوصاف الگ الگ ہوتے ہیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے خصوصی اوصاف و کمالات سے نوازا تھا۔ ان میں چند امتیازی اوصاف درج کیے جاتے ہیں۔ سب کا احاطہ کرنا ہماری بساط سے باہر ہے۔

۱۔ تقویٰ:

اس کا اہتمام تو اس قدر تھا کہ شاید ہی کسی نے زندگی بھر ان سے کوئی گناہ ظاہری یا باطنی سرزد ہوتے دیکھا ہو۔ حتیٰ کہ گھر کے افراد کا بیان بھی یہی ہے کہ ساری عمر ہم نے ان کو گناہ کرتے نہیں دیکھا حضرتؒ کے والد صاحبؒ نے حضرت مولانا حبیب اللہ صاحبؒ اور حضرت مفتی محمد حسنؒ سے فرمایا کہ یہ بچہ مادرزاد ولی معلوم ہوتا ہے جب سے یہ پیدا ہوا ہے میں نے اس کو گناہ کرتے نہیں دیکھا۔ تمام عمر ان سے معاصی کے ارتکاب کا نہ دیکھا جانا کتنی بڑی بات ہے اور رسوخ تقویٰ کی کیسی بین علامت ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔ گناہوں سے پاک اور معصوم ذات تو صرف انبیاء کی ہے مگر اولیاء اللہ کے معاصی عرفی گناہوں سے بہت مختلف ہوتے ہیں مشہور ہے حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ۔

۲۔ وقت کی اہمیت:

ان کی زندگی کا ہر ہر لمحہ کسی نہ کسی نیک کام میں صرف ہوتا تھا۔ ایک ایک لمحہ منضبط ہوتا تھا۔ انضباطِ اوقات کا اس قدر اہتمام تھا کہ کوئی کام اس سے ہٹ کر نہ ہوتا۔ کبھی کسی نے ان کو وقت ضائع کرتے نہیں دیکھا۔ تہجد سے لے کر رات سونے کے وقت تک ایک ایسا لگا بندھا معمول تھا جس میں کبھی سرِ مو فرق نہیں آیا۔ کوئی غیر حاضر شخص دور کسی اور شہر یا ملک میں بیٹھ کر پورے وثوق سے یہ کہہ سکتا تھا کہ حضرت اس وقت فلاں جگہ ہوں گے اور فلاں کام کر رہے ہوں گے۔ ساری عمر ایک نظم کے تحت گزارنا کہ کبھی تخلف نہ ہو کتنا بڑا کمال ہے۔ الاستقامة فوق الكرامة۔

۳۔ حقوق کی ادائیگی:

حضرت ہر شخص کا حق پوری طرح ادا کیا کرتے تھے بلکہ اس ادائیگی میں اس حد تک جاتے کہ اہل حق نہ صرف خوش ہو جاتا بلکہ گرویدہ ہو جاتا۔ اس معاملے میں اپنے مشائخ، اکابر اور علماء سے مسائل معلوم کرتے رہتے۔ اور اس کے مطابق عمل کرتے اس

معاملے میں مسلسل اپنا جائزہ لیتے رہتے کہ میرے ذمہ کسی کا حق رہ تو نہیں گیا۔ بلکہ پاکستان میں اپنے آخری ایام میں مجمع میں اعلان تک کیا کہ جہاں تک احقر کو یاد ہے سب کے حقوق سے اس وقت تک سبکدوش ہوں۔ پھر بھی اگر کسی کا حق میرے ذمہ نکلے تو آج اپنا حق وصول کرلے۔ آخرت کا معاملہ بہت سنگین ہے۔

اپنی سب مملوک اشیاء مدینہ منورہ تشریف لے جانے سے قبل اپنی اولاد میں اور چند مخصوص حضرات میں تقسیم فرمادی تھیں۔ اور اپنے بالکل آخری چند روز ترکہ کی تقسیم کے سب معاملات کئی کئی بار اپنے صاحبزادے ڈاکٹر کریم اللہ مکی صاحب کو مدینہ منورہ میں سمجھاتے رہے اور تاکید کرتے رہے کہ ترکہ کا سامان شریعت کے مطابق جیسے سمجھایا ہے میرے انتقال کے بعد تین دن کے اندر سب تقسیم کردینا تاکہ شریعت کا حکم پورا ہوجائے اور سب اہل حقوق کو ان کا حق مل جائے۔ ماشاء اللہ ادائیگی حقوق کے لیے حضرتؒ ایک مثال تھے۔

۴۔ غلبۂ تواضع وعبدیت:

یہ مضمون بھی بہت طویل ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ تواضع میں حضرتؒ خود آپ ہی اپنی مثال تھے۔ بڑے تو بڑے چھوٹوں سے خود کو کمتر سمجھتے تھے۔ ہر شخص کی عزت کرتے۔ طرز تکلم اور ہر انداز سے تواضع مترشح ہوتی تھی۔ یہی حال عبدیت میں تھا اس کی توضیح انشاء اللہ مناسب موقع پر کردی جائے گی۔ یہاں صرف چند واقعات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

پہلا واقعہ:

وصال سے صرف دو ماہ پہلے مدینہ منورہ میں 13 رمضان کو ملتان والے مولوی اسحٰق صاحب مدظلہ کے والد صاحب ملنے کے لیے تشریف لائے۔ یہ وہ وقت تھا جب حضرت پر فالج کا حملہ ہوچکا تھا اور ہسپتال میں زیر علاج تھے۔ حضرتؒ نے ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے سے پہلے سب کچھ لکھ دیا ہے کہ کیا کیا تکلیف آنی ہیں کب موت آنی ہے کہاں آنی ہے۔ جب سب کچھ لکھ دیا ہے تو پھر دعا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ

اپنی عاجزی کا اظہار کرے اسی کا مطالبہ ہے اور یہی عبدیت ہے۔ انہوں نے 15 شعبان کو سب بتا دیا ہے کہ کیا تکلیف آنی ہے کیا بیماری آنی ہے بس اللہ سے دعا کرتا ہے عاجزی کرتا ہے۔ رخصت ہوتے وقت انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اب اور زیادہ اچھی صحت دے اور آپ سے لوگوں کو دین کا خوب فائدہ پہنچے۔ فوراً فرمایا مدینہ شریف کی موت کی خواہش کی بھی دعا کردیجیے۔ اگر خواہش پوری ہوجائے تو وہ صحت سے زیادہ اچھا ہے۔ زور تو نہیں ہے۔ عرض ہی کرسکتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ نے یہ دُعا قبول فرمائی اور آپ کا انتقال مدینہ شریف میں ہی ہوا)۔

دوسرا واقعہ:

12 رمضان المبارک کو فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تکلیف بھی دے۔ تکلیف دور کرنے کے اسباب بھی دے ہمدرد بھی دے تو اللہ تعالیٰ کی کتنی مہربانی ہے۔

تقدیر کے ذریعہ جو چیز ہم کو پیش آئے بری معلوم ہو یا اچھی وہ من اللہ تعالیٰ ہے اور ہمارے لیے اچھی ہے جو معاملہ اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ کرتا ہے اس کی تین ہی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ یا تو اپنے کسی نفع کے لیے کریں تو وہ محتاج نہیں ہے۔ اگر کوئی کام کریں جو عبث ہے تو وہ بے عیب ذات ہے۔ عبث کام نہیں کرتی تو لامحالہ وہ کام اللہ تعالیٰ بندے کے فائدے کے لیے کرتے ہیں چاہے ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی ذات کون ہوسکتی ہے جن کے لیے کل کائنات بنائی گئی۔ اللہ کے محبوب کے ساتھ طائف میں کیا ہوا۔ بچے پیچھے لگے آوازے کس رہے تھے پتھر مار رہے تھے تو کیا اللہ کو پتہ نہیں تھا کیا وہ دیکھ نہیں رہے تھے کہ محبوب کو تکلیف ہو رہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کوئی ایکشن نہیں لے رہے تو معلوم ہوا کہ مشیت جاری ہو کر رہے گی۔ تو مشیت پر راضی رہنا چاہیے اگر راضی رہے گا تو بندگی ہوگی نیکی میں شمار ہوگا۔

جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا کسی نے پوچھا دعا کیوں نہ کی۔ فرمایا ان کی مشیت سے ہو رہا تھا میں کیوں کہتا۔

ان واقعات کو جس انس اور کیف کے ساتھ بیان کیا۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عبدیت کے بہت اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

ایک مرتبہ فرمایا بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ کو ہجرت نہ کرنی چاہیے تھی۔تو میں نے کئی دفعہ حق تعالیٰ سے عرض کیا ہے کہ اگر یہ غلطی ہو تو معاف فرما دیجیے۔سبحان اللہ خود کو بالکل فنا کر چکے تھے یہ اور ان کے علاوہ اور بہت سے اوصاف بزرگان دین میں ہوتے ہیں مگر حضرت ڈاکٹر صاحبؒ میں یہ کمالات اس درجہ نمایاں تھے کہ ان کے امتیازی اوصاف بن گئے تھے۔فِیْ ذَالِکَ فَالْیَتَنَا فَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ۔

۵۔ فراست مومن:

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ. اِنَّهٗ يَنْظُرُبِنُوْرِ اللّٰهِ۔اپنی فراست صادقہ سے بہت دور کی بات کا اور نتیجہ کا ادراک فرما لیتے۔حضرت کی رائے صائب ہوتی جو مشورہ دیتے بالکل ٹھیک دیتے جو نسخہ بتاتے تیر بہدف ہوتا۔ان پر عمل نہ کرنے والا ہمیشہ نقصان اٹھاتا۔ اس بات کا تجربہ تو ایک خلق کثیر کو ہے کہ حضرت کی رائے اور ارشاد پر عمل کرنے دینی و دنیاوی فوائد حاصل ہوتے تھے۔ایک مرتبہ ایک صاحب سکھر چھوڑ کر کسی اور جگہ کاروبار کرنا چاہتے تھے۔حضرت سے مشورہ کیا حضرت نے مشورہ ان کی رائے کے خلاف دیا۔ان صاحب نے کئی بار اصرار کیا مگر حضرت منع فرما دیتے۔آخر وہ صاحب سکھر شہر سے منتقل ہو گئے اور دوسری جگہ کام شروع کر دیا۔وہ صاحب فرماتے ہیں کہ چھ ماہ کام کرنے کے بعد میں صرف 47 روپے کما سکا۔واپس سکھر آ گئے۔عرض کیا حضرت غلطی ہو گئی آپ کی بات نہیں مانی مگر حضرت نے بالکل فضیحت نہ کیا فرمایا کوئی بات نہیں دوبارہ یہاں کام شروع کر دو۔اس قسم کے ہزاروں واقعات ان کی فراست کی دلیل ہیں۔کسی کو مشورہ دینے سے پہلے رجوع الی اللہ حضرت کا معمول تھا۔

☆☆☆

مختصر سوانح حیات

حضرتؒ کی ولادت باسعادت 16 رمضان المبارک 1336ھ بمطابق 7 جولائی 1918ء کو اس وقت کے آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کی سرحد پر آزاد کشمیر کے ایک گاؤں ''متیا نوالہ'' میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم موجودہ مقبوضہ کشمیر کے ایک گاؤں ''مناور'' میں حاصل کی۔یہ دونوں گاؤں قریب قریب تھے۔میٹرک کمالیہ (پنجاب) سے کیا میڈیکل میں داخلے سے پہلے حضرت کے والد صاحبؒ نے حضرت کو قرآن مجید کا ترجمہ تفسیر۔مشکوٰۃ شریف اور گلستان بوستان سعدی پڑھا دی تھیں۔ڈاکٹری کی تعلیم امرتسر میں حاصل کی۔ 1940ء میں وہاں سے فراغت کے بعد اسی کالج کے ہسپتال میں ایک سال کام کیا اور پھر ریلوے میں بحیثیت میڈیکل افسر تعینات ہوئے۔ریلوے کی ملازمت کے دوران انبالہ دہلی رہنا ہوا اور بعد میں بلوچستان کے ایک دور افتادہ قصبہ ''احمد وال'' میں قریباً چار سال گزارے۔منجانب اللہ کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ ملازمت جاری رکھنے پر طبیعت آمادہ نہ ہوتی تھی۔احباب سے مشورے ہوئے اور اپنے والد بزرگوار سے بھی مشاورت ہوئی۔ حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ سے بھی اس بارے میں استفسار کیا گیا۔اسی دوران حضرتؒ کے ایک رفیق جو اس وقت سکھر میں ریلوے کے ایک اہم عہدہ پر تعینات تھے انہوں نے از خود سکھر میں مطب اور مکان بغیر کسی اطلاع اور ایما کے خرید لیے۔حضرتؒ کو جب علم ہوا تو انہوں نے یہ بات حضرت مفتی صاحبؒ اور اپنے والد صاحب کے سامنے رکھی دونوں حضرات نے فرمایا یہ انتظامات منجانب اللہ ہوئے ہیں اس لیے ملازمت چھوڑ کر سکھر میں

سکونت اختیار کرلیں اور وہیں اپنا نجی مطب کریں۔ اگرچہ یہ بہت مشکل فیصلہ تھا مگر بزرگوں کا فرمان تھا حضرت نے من وعن تسلیم کیا اور اس طرح 1948 میں حضرت کا سکھر میں ورود ہوا۔ یہاں حضرت بالکل تنہا تھے۔ جگہ سے بھی واقفیت نہ تھی لوگوں سے شناسائی نہ تھی۔ مکان اور مطب کے قرضہ کا بار الگ۔ شروع کے کئی سال بہت مشکل اور تنگی اور عسرت میں گزرے مگر حضرت نے صبر اور استقامت کا دامن نہ چھوڑا۔ اس دوران مسلسل اپنے شیخ کو حالات کی اطلاع کرتے رہے اور مشوروں پر عمل کرتے رہے ان مع العسر یسرا۔ بفضلہٖ تعالیٰ حالات بدلنے شروع ہو گئے۔

سکھر کے اس دورِ اولین میں اپنے وجدان سلیم الطبع فطرت اور طبعی تقاضے کی بناء پر سکھر اور اس کے گرد ونواح میں اہل اللہ اور علمائے حق کی جستجو فرماتے رہے۔ حسن اتفاق سمجھئے بلکہ یہ کہ خامۂ تقدیر نے یوں ہی لکھا تھا کہ اس شہر سکھر اور اس کے اطراف میں حضرت تھانویؒ کے مجازین خلفا اور متوسلین سے نیابت حاصل ہوگئی اپنے مسلک اور مشرب اور ذوق کے حضرات سے ملنے کے بعد حضرت کو سکون اور اطمینان قلبی حاصل ہو گیا۔ اب حضرت کو عین الیقین ہو گیا کہ حضرت مفتی صاحبؒ اور والد صاحبؒ نے جو مشورہ سکھر میں سکونت کے لیے دیا تھا وہ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید کا مصداق تھا۔ اس کے بعد سکھر کی روحانی طور پر بنجر زمین کو کس طرح سینچا گیا اور کیسے اس چمن کی آبیاری کی گئی کیا کیا گلہائے رنگ رنگ کھلے کتنوں نے اس کی خوشبو سے مشامِ جان معطر کیا اس کو ایک عالم نے دیکھا۔ سینتالیس 47 سال حضرتؒ کی ذاتِ گرامی اس چمن سکھر میں روح پھونکتی رہی جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا حالات غیبی ایسے پیدا ہو گئے کہ 1995ء میں حضرت سکھر شہر کو خیر باد کہہ کر مستقل سکونت کے لیے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ حضرت کے دل میں حرمین شریفین کی محبت اشدیت کے ساتھ تھی۔ مگر اس کو رازِ نہاں کی طرح چھپائے رکھا کبھی کبھی اس محبت کی جھلک دیکھنے میں آتی خصوصاً حج کے موقعہ پر۔ 1980ء کی دہائی سے ہی بہت سے لوگوں نے مشورے

دینے شروع کر دیے تھے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لوگوں نے وہاں بلانے اور سکونت کے لیے اصرار کیا مگر ہر مرتبہ یہی فرماتے کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ اس مقدس سرزمین پر رہ سکوں وہاں کے حقوق اور آداب بہت زیادہ ہیں مجھ سے ادا نہ ہو پائیں گے اس لیے ہمت نہیں پڑتی۔ آخر میں غیبی انتظامات کچھ ایسے ہو گئے کہ حضرت نے فرمایا کہ اگرچہ میں اس قابل نہیں ہوں مگر معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت اور منشا یہی ہے۔ احقر کے ذمہ کسی کی کفالت کے حقوق واجبہ بھی ایسے نہیں ہیں۔ بچوں کی والدہ انتقال کر چکی ہیں بچے بھی سب اپنی اپنی جگہ کام کر رہے ہیں ان کی طرف سے بھی یکسوئی ہے۔ احقر کی کوشش کے بغیر اقامہ بھی لگ گیا ہے اور کچھ لوگوں کو اشارات غیبی ایسے ملے ہیں۔ کہ اب اگر انکار کروں تو اس میں بے ادبی کا پہلو نکلتا ہے یوں حضرت نے ترک وطن اور سکونت دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ فرمالیا۔ تقریباً پانچ سال مدینہ طیبہ میں مقیم رہے اور 19 فروری 2000ء بمطابق 13 ذی قعدہ 1421ھ بروز ہفتہ مدینہ منورہ کے وقت کے مطابق دن کے تقریباً دس بجے دارِ فانی سے کوچ فرمایا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اور داعی اجل کو لبیک کہا

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم کہ بہار آخر شد

☆☆☆

واردات اور مکاشفات

حضرت کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک قوی اور خصوصی تعلق تھا یہی وجہ تھی کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنا ایک عادت بن گئی تھی راز و نیاز کا ایک سلسلہ پیہم چلتا رہتا تھا۔

تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے
ہر وقت ہیں باتیں مگر آواز نہیں ہے
ہم تو ہی ہیں آگاہ اس ربط خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

ہر وقت وارداتِ قلبی سے نوازے جا رہے تھے۔ مگر ہم بے بصر کیا جانیں۔ اس کا احساس اور قدر تو اہل دل و اہل نظر حضرات کو ہوتی ہے۔

وارداتِ قلبی۔ مکاشفات اور مبشراتِ منامیہ تو بہت ہوں گے مگر اطلاع کی غرض سے جو حضرتؒ نے اپنے مشائخ کو لکھے یا کسی خاص مصلحت سے کسی کو بتائے ان میں چند تحریر کیے جاتے ہیں۔

حضرت کے صاحبزادے ڈاکٹر مکی صاحب کو جب حضرت کی شدید علالت اور فالج کے بارے معلوم ہوا تو کراچی سے فوراً مدینہ منورہ پہنچ گئے اور تیمارداری اور علاج میں مشغول ہو گئے۔ مندرہ ذیل مکالمہ ان کے اور حضرت کے درمیان ہوا جو ڈاکٹر مکی صاحب نے لکھ لیا۔ بعینہ وہی نقل کیا جاتا ہے۔ مکی صاحب تحریر کرتے ہیں:

''میں نے عرض کیا جب آپ کی طبیعت کی خرابی کے بارے میں پاکستان میں سنا تھا اور آپ کے پاکستان جانے کے ارادے کا بھی معلوم ہوا تھا تو عجیب تذبذب کی کیفیت تھی ایک طرف تو آپ کی جنت البقیع والی خواہش کا خیال تھا کہ آپ اس وقت کے لیے بے چین رہتے تھے۔ دوسری طرف آپ کے پاکستان کے پروگرام سے پریشانی ہو رہی تھی۔ پھر خیال آیا کہ آپ کو کچھ تسلی ہو گی جبھی تو پاکستان کا پروگرام بنایا ہے۔ روتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے بار بار درخواست کی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرما لے۔ اللہ تعالیٰ یہ درخواست بھی قبول فرما لے۔ میں نے پھر عرض کیا آپ کو کچھ تسلی ہو گی جبھی آپ پاکستان آ رہے تھے۔ آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے روتے ہوئے فرمایا کہ اب تک انہوں نے بڑی مہربانیاں کی ہیں اور جو بھی درخواست کی ہے قبول کی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ درخواست بھی قبول کر لے۔

کسی اور وقت فرمایا مجھے محسوس ہوا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (فکر نہ کرو انشاء اللہ واپس آ و گے۔ اور یہ بھی فرمایا ہم ہی نے بلایا تھا ہم ہی نے رکھا تھا ہم ہی بھیج رہے ہیں)۔

مکی صاحب فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یہ تو بہت مبارک علامت ہے اس کے جواب میں فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہے۔ تسلی ہو گئی۔ میں اس قابل کہاں یہ ان کی شفقت ہے۔''

☆ فرمایا کوئی سخی کسی کو بھیک دے تو وہ کیسے ناراض ہو سکتا ہے۔ وہ میرے ساتھ بہت شفیق ہیں۔ میرا سخی بہت شفیق ہے ناز کیسے کر سکتے ہیں۔

☆ فرمایا ایسا محسوس ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں فکر نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ ساتھ ہوں۔

☆ فرمایا کافی عرصہ کی بات ہے کہ ریاض الجنۃ میں سرہانے کی طرف بیٹھا ہوا تھا پریشان تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَکَ۔

☆ فرمایا کافی عرصہ پہلے کی بات ہے مواجہ شریف پر سلام عرض کیا جواب آیا وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ یَابُنَیَّ۔

☆ فرمایا ایک مرتبہ مواجہ شریف پر حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب کا سلام پیش کیا جواب ملا۔ ھُوَ مُحِبِّیْ وَ مَحْبُوْبِیْ۔

مکی صاحب فرماتے ہیں کہ 7 فروری 2000ء کو یعنی وصال سے بارہ دن پہلے دن گیارہ بجے مسواک کرتے ہوئے بہت زیادہ رقت طاری ہوگئی بہت دیر تک یہ کیفیت رہی۔ جب افاقہ ہوا تو پوچھنے پر فرمایا کہ جب مسواک کر رہا تھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔'' اسی روز ظہر کی نماز سے قبل فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم والی انتظار والی بات بتائی تھی اس پر یقین نہیں کرنا چاہیے کبھی کبھی شیطان اور نفس کی آمیزش سے ایسا خیال آتا ہے۔

سبحان اللہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اور قرب دیکھئے۔ اس حالت رفیع کے صعود پر نظر کیجیے اور اس کے فوراً بعد فنائیت اور عبدیت کا نزول بھی ملاحظہ فرمایئے)

10 فروری وصال سے نو دن پہلے صبح پونے چار بجے گریہ طاری ہوگیا۔ چار بجے کے قریب مجھے آواز دی جیسے ہی حاضر ہوا مجھے گلے سے لگالیا اور کافی زور سے دبایا۔ فرمانے لگے ابھی عزرائیل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچایا اور مجھے یہ آیت پڑھ کر سنائی یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً۔ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۔ یہ فرما کر پھر رونے لگے۔ اور روتے ہوئے فرمایا

میں کسی قابل نہیں ہوں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور کرم ہے۔ میرا کوئی استحقاق نہیں ہے میں نے (مکی صاحب) نے عرض کیا الحمدللہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ انہوں نے آپ کو یہ خوش خبری سنائی۔ فرمانے لگے تمہارا باپ کتنا خوش قسمت ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر فرمانے لگے میرے پاس کچھ نہیں ہے یہ محض ان کا کرم ہے۔ مسلسل روئے جارہے تھے اور استغفار پڑھ رہے تھے۔ کچھ دیر کے بعد فرمایا میں نے بار بار سوچا کہ کہیں یہ نفس اور شیطان کی وجہ سے تو نہیں ہے تو ایسا ہی محسوس ہوا کہ عزرائیل علیہ السلام ہی ہیں۔ روتے ہوئے فرمایا میرا کوئی استحقاق نہیں یہ ان کا فضل و کرم ہے۔ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ پھر فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا رہا کہ اے اللہ عجب اور ریا سے محفوظ رکھ۔ (سبحان اللہ ایسے وقت میں بھی ہوش و حواس قائم ہیں)۔

ہفتہ کے روز وصال ہوا اور جمعرات کے دن صبح فرمایا کہ 24 گھنٹے بعد میری آخری نماز ہے۔ پھر فرمایا جب انتقال ہوگا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگی۔ مسلسل گریہ طاری تھا۔ حضرت تھانویؒ سے ملاقات ہوگی حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ سے ملاقات ہوگی والد صاحبؒ سے ملاقات ہوگی۔ والدہ صاحبہؒ سے ملاقات ہوگی۔ تمہاری امی جیؒ سے ملاقات ہوگی انشاء اللہ۔ سچ ہے

''وَمَاتُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ تَجِدُوْہُ عِنْدَاللّٰہِ۔''

اس دنیا سے بے زاری تو ہے مگر حقوق کا خیال اس حال میں بھی ہے اور اصلی وطن جانے کا شوق اور تڑپ کس قدر ہے۔ بالکل یہ بات صادق آتی ہے۔

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم
راحت جاں طلبم در پے جاناں بروم
نذر کردم کہ گر آید بسر اہل غم روزے
تا درمیکدہ شاداں و غزلخواں بروم

وصال سے صرف دو دن قبل تہجد کے وقت عجیب کیفیت طاری ہوئی مکی صاحب سے فرمایا اللہ تعالیٰ تم سب کو میرے ساتھ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت الفردوس میں اکٹھا کر دے اس وقت گریہ طاری تھا اور بہت عاجزی اور لجاجت کے ساتھ دعا فرما رہے تھے۔ یہ دعا انشاء اللہ ضرور قبول ہوئی ہوگی۔ اور یہ ہم سب متعلقین و منتسبین کے لیے انشاء اللہ سرمایۂ آخرت اور ذریعۂ دخول جنت ہے۔

حضرت کو یہ مقام سلسلہ اشرفیہ امدادیہ کے توسط اور توسل سے حاصل ہوا۔ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تعلیمات ان کے مواعظ اور ملفوظات کے نکات ہی حضرتؒ کے رہنما اصول رہے۔ خود بھی عمر بھر ان پر عمل کیا مواظبت کی اور اپنے متعلقین، منتسبین اور احباب کو بھی حضرت تھانویؒ کی تصانیف پڑھنے اور ان پر عمل کرنے کی تاکید و تلقین کرتے رہے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت تھانویؒ کا مسلک عینِ شریعت اور عینِ سنت ہے۔

اس مسلک میں فرائض و واجبات اور شریعت کے سب احکام کی بجا آوری کے اہتمام پر زور دیا جاتا ہے حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام پیدا کیا جاتا ہے۔ اس بات کا فکر پیدا کیا جاتا ہے کہ ہر لمحہ نفس اور شیطان کے مکائد سے بچنا ہے تقویٰ اختیار کرنا ہے اور اس بات کی ڈھن رہے کہ ہماری زندگی کا ہر شعبہ ہر کام ہر ہر لمحہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈھل جائے اس بات کی تاکید کی جاتی ہے کہ اپنے ظاہر اور باطن کو ہمیشہ پاک رکھا جائے۔

ایک مرتبہ حضرت تھانویؒ نے باطن کے تمام مقامات کا تذکرہ فرمایا درویشی کی راہ میں چلنے والوں کے حالات کا تذکرہ کیا اور پھر فرمایا ''سب کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض و واجبات ادا ہو جائیں۔ احکامات الٰہیہ کی تعمیل ہو جائے۔ حقوق العباد کی اہمیت واضح ہو جائے پس اگر درویشی کا حاصل یہ ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔'' اور حضرت کا یہی

مذاق تھا کہ تعمیل احکامات کے دوران اگر باطنی کیفیات پیدا ہو جائیں تو نور علیٰ نور اور اگر نہ ہوں تو کچھ پرواہ نہیں اور آخرت کا کچھ نقصان نہیں۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت نے فرمایا دین ہماری ساری زندگی پر محیط ہے اور اس کو پانچ شعبوں میں تقسیم فرمایا عقائد۔ عبادات۔ معاملات۔ معاشرت اور اخلاق۔ ان سب شعبوں میں دین پر سنت کے مطابق عمل کرنا یہی طریقت ہے۔ فرمایا ہماری روزمرہ کی زندگی تین چیزوں پر مشتمل ہے۔ حقوق، حدود اور حفظ حدود۔ حقوق تمام تر شریعت۔ حدود تمام تر سنت اور حفظ حدود تمام تر طریقت۔

حضرت تھانویؒ کے ضابطہ تعلیم و تربیت کے چند بنیادی اصول:

(۱) مطالبات دین کو مفاد دنیا پر غالب رکھنا۔

(۲) عقل کو شریعت کا متبع رکھنا۔

(۳) اختیاری امور میں کوتاہی نہ کرنا اور غیر اختیاری امور کے درپے نہ ہونا۔

(۴) سالک کو تجویز ترک اور تفویض اختیار کرنا۔

(۵) مقصود شرعی کو پیش نظر رکھنا اور غیر مقصود کی طرف التفات نہ کرنا۔

(۶) کیفیات باطنیہ کو محمود سمجھنا اور مقصود نہ سمجھنا۔

(۷) طبعی امور سے مغلوب نہ ہونا بلکہ عقل کے فتوے پر عمل کرنا اور ہمیشہ عقل کو شریعت کے تابع رکھنا۔

اپنے مرض الوفات میں حضرت آخری مرتبہ 18 رمضان المبارک 1420ھ کو پاکستان تشریف لائے اور اپنے صاحبزادے ڈاکٹر کریم اللہ مکی صاحبؒ کے گھر پر کراچی قیام فرمایا۔ مورخہ 6 شوال 1420ھ کو لاہور سے حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب حضرت کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ اطلاع ملنے پر حضرت نے فوراً ان کو کمرے میں بلا لیا۔ مصافحہ کرتے ہی فرمایا بہت اچھا ہوا کہ آپ آ گئے۔ اور انتہائی خوشی اور محبت کے کلمات

فرمائے۔اس کے بعد یوں گویا ہوئے۔

(1935ء میں مجھے میرے والد صاحبؒ امرتسر میں ڈاکٹری کی تعلیم کے لیے کالج میں داخل کروانے لے گئے اور اس کے بعد مجھے حضرت مفتی حسن صاحبؒ کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا کہ حضرت میں نے اپنے بیٹے حفیظ اللہ کو کفر کے گڑھ میں داخل کرا دیا ہے۔آپ اس کے ایمان کی حفاظت کے لیے دعا بھی فرمائیں اور سرپرستی بھی۔ یہ بچہ آپ کی خدمت میں انشاءاللہ مسلسل حاضری دیتا رہے گا۔الحمدللہ۔اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق عطا فرمائی اور میں تعلیم کے دوران مسلسل ہر اتوار کی صبح مسجد نور امرتسر حضرت مفتی صاحبؒ کا درس سننے حاضر ہوتا تھا اشراق کے بعد حضرت سے مصافحہ کر کے واپس آ جاتا۔ یہ سلسلہ حضرت کے لاہور تشریف لے جانے تک برابر جاری رہا۔الحمدللہ شروع سے یہ عادت رہی کہ حضرت کے وعظ میں جو اوامر سنتا تھا اور جو منہیات سنتا تھا ان پر اسی وقت سے عمل کرنا شروع کر دیتا تھا۔اور اس پر ساری عمر عمل رہا اور اس کا نفع کھلی آنکھوں محسوس کیا۔اس کے بعد تسلسل کے ساتھ حضرت مفتی صاحبؒ کے ساتھ خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہا۔

1939 میں ڈاکٹری کی تعلیم کے سلسلے میں میسور ہندوستان جانا ہوا واپسی پر تھانہ بھون حضرت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی زیارت نصیب ہوئی دو دن قیام رہا۔ حضرتؒ بڑی محبت سے مختلف نصائح فرماتے رہے جن میں اصل فنائیت کی تعلیم تھی۔ احقر نے ہمت کر کے بیعت کی درخواست کی۔فرمایا میرے کسی مجاز سے اصلاح کا تعلق پیدا کر کے لکھنا۔چنانچہ حضرت مفتی محمد حسنؒ کو اصلاحی عریضہ لکھا۔حضرت مفتی صاحبؒ نے بسروچشم قبول فرمالیا۔ یہ اجازت نامہ مع درخواست بیعت حضرت تھانویؒ کو بھیجا تو حضرتؒ نے بکمال شفقت بذریعہ خط بیعت فرمالیا۔)

اس کے بعد حضرت ڈاکٹر صاحبؒ نے مندرجہ ذیل تحریر لکھوائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کو سلسلہ چشتیہ

نقشبندیہ۔قادریہ۔سہروردیہ ان چاروں سلسلوں میں بیعت اور تلقین کی اجازت تھی۔ پھر حضرت سے لے کر ہمارے اکابرین ان چاروں سلسلوں میں بیعت کرتے رہے۔

الحمدللہ مجھ حفیظ اللہ بن نذیر احمد کو بیعت کا تعلق حضرت مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے ہے اس کے بعد اصلاحی تعلق حضرت مفتی محمد حسنؒ سے رہا۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے وصال کے بعد حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ اور ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا مسیح اللہ صاحبؒ سے اصلاحی تعلق رہا۔ الحمدللہ ان تینوں حضرات نے مجھ ناکارہ کو بیعت وتلقین کی اجازت عطا فرمائی۔

میں کچھ عرصہ سے مندرجہ ذیل حضرات کا جائزہ لیتا رہا۔علم وعمل اور فن سلوک کی مناسبت کے لحاظ سے تو اب دل میں یوں وارد ہوا کہ ان حضرات کو اللہ کے توکل پر بیعت وتلقین کی اجازت چاروں سلسلوں میں دی جائے تاکہ صحیح سلسلہ آگے تک چلتا رہے۔

۱۔ مولانا فضل الرحیم صاحب نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ، لاہور

۲۔ مولوی عتیق الرحمٰن صاحب، مدرس وناظم جامعہ عبداللہ بن عمر، فیروز پور روڈ لاہور

ان حضرات کو میں وصیت کرتا ہوں کہ طریق کی صحیح مناسبت اور علم کے لیے اشرف السوانح حصہ دوم کا بغور مطالعہ کریں اور دوسرے تربیت السالک کا مطالعہ ہمیشہ کرتے رہا کریں۔ دین کی صحیح سمجھ اور تقویت کے لیے حضرت مجدد الملت حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے مواعظ پڑھتے رہیں ساری عمر خواہ ایک صفحہ ہی کیوں نہ ہو اور اس اجازت کو خدمت دین کا ذریعہ سمجھیں اور ہرگز اپنے آپ کو مخدوم نہ سمجھیں اور نیز سلسلہ کے بزرگوں کی امانت کا ذریعہ سمجھیں خیانت نہ کریں کبھی دنیا کا ذریعہ نہ بنائیں۔

دستخط

احقر حفیظ اللہ

حضرت یہ تحریر لکھوا رہے تھے کہ سکھر سے حضرت حاجی عبدالستار صاحب کا فون

آیا ڈاکٹر مکی صاحب سے بات ہوئی جس کا ذکر مکی صاحب نے کیا کہ سکھر کے کسی بزرگ نے ایک مبارک خواب دیکھا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی (یہ خواب ان بزرگ نے اپنے شیخ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحبؒ کو لکھا بھی تھا ان صاحب کی تحریر من وعن نقل کی جاتی ہے)

> ''سیدی شب جمعہ 6 شوال المکرّم کو احقر نے ایک مبارک خواب دیکھا ایک مسجد گول بنی ہوئی ہے اس میں آلات اوقات عجیب و غریب ہیں لوگ جمع ہو رہے ہیں مسجد بھرنے پر کھڑے ہو کر نیت باندھ لیتے ہیں۔ احقر دوسری صف میں امام کے بائیں جانب ہے جبکہ امام حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بعد دوگانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی خشوع کے ساتھ بہت دیر تک سیدی آپ کے لیے دعا کرتے ہیں اور بعد دعا لوگ رخصت ہو جاتے ہیں۔ احقر کے علاوہ دو تین حضرات مسجد میں ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے اٹھ کر مسجد کے وسط میں پہنچتے ہیں احقر درخواست کرتا ہے کہ شیخ کے لیے دعا فرما دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں دعا میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ احقر پر گریہ طاری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی دعا فرماتے ہیں کہ آپ کو حق تعالیٰ وہ درجات عطا فرمائیں جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوں۔ آمِیۡن ثُمَّ آمِیۡن۔''

حضرتؒ کو جب یہ خواب سنایا گیا تو رقت طاری ہو گئی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمانے لگے مجھ جیسے ناکارہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ شفقت ہے یہ کس قدر کرم نوازی ہے میرے آقا کی۔

پھر فرمایا تحدیث بالنعمت کے طور پر یہ عرض کرتا ہوں کہ حضرت مفتی صاحبؒ

نے جب مجھے بیعت کی اجازت عطا فرمائی تو میں نے عرض کیا کہ میں بڑا نااہل ہوں اور ابھی تو آپ سے بیعت بھی نہیں ہوا۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اہلیت عطا فرما دیں اور نااہل کو اہل بنا دیں اور دستی بیعت بھی ہو جائے گی۔

ایک مرتبہ صاحبزادہ عبدالرحیم صاحبؒ نے حضرت مفتی صاحبؒ سے یہ سوال کیا کہ آپ کے خلفا میں فن سلوک میں آپ کے ذوق کے مطابق پورا پورا کون عمل کر رہا ہے تو حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحبؒ۔ ان کے چھوٹے بھائی حفیظ الرحمٰن صاحبؒ اور مفتی محمد خلیل صاحبؒ انہوں نے یہ آواز ٹیپ میں محفوظ کر لی اور مجھے لاہور حاضری کے موقعہ پر گھر کی چھت پر بڑے ٹیپ ریکارڈ میں ریکارڈ شدہ یہ کلمات سنائے۔

ایک ثقہ روایت کے مطابق حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے ساتھ حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ العالی کا نام بھی لیا تھا۔

☆☆☆

فہرست خلفائے مجازین

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحبؒ

(مندرجہ ذیل تحریر حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی ہے)

اصلاح باطن فرض ہے اوراس کی فکر کرنا اور رکھنا ضروری ہے تاکہ تکمیل ہو سکے لہٰذا سالکین سبیل جن کا اصلاحی تعلق مجھ سے ہے ان سے گذارش ہے کہ احقر کے مجازین مندرجہ ذیل میں سے کسی سے اصلاح کا تعلق قائم کرلیا جائے۔ امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ صحیح رہنمائی فرمائیں گے۔

۱- مولوی سید عبدالقدوس صاحب سراناں والے۔

۲- حاجی عبدالستار صاحب معرفت محفوظ میڈیکو اناج بازار سکھر۔

۳- قاری دین محمد صاحب مہتمم مدرسہ فتح العلوم ریلوے روڈ چنیوٹ۔

۴- حاجی عبداللہ اشرفی صاحب میڈیکل سٹور محلہ ڈاگی طوطکاں مالاکنڈ ایجنسی صوبہ سرحد۔

۵- مولوی ارشاد احمد صاحب، استاذ الحدیث دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا ضلع خانیوال

۶- محمد حسن امام صاحب، پوسٹ بکس نمبر 885، مکہ مکرمہ۔

۷- مولانا فضل الرحیم صاحب، نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ، لاہور

۸- مولوی عتیق الرحمٰن، مدرس و ناظم جامعہ عبداللہ بن عمر 23 کلومیٹر فیروز پور روڈ، سوا گجومتہ نزد کاہنہ نو، لاہور۔

تجدید اجازت:

کچھ حضرات جو خود بھی صاحب کمالات ہیں اور اکابرین سلسلہ کے مجاز بھی ہیں کچھ عرصہ سے مجھ سے ان کا تعلق رہا ہے ان پر پورے اطمینان کی وجہ سے اپنی طرف سے بھی ان کو احیائے سلسلہ کی خاطر بیعت وتلقین کی اجازت دی ہے ان سے بھی رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

۱- جناب مفتی عبدالرؤف صاحب، دارالعلوم کراچی (خلیفۂ مجاز مفتی محمد شفیعؒ)

۲- جناب ڈاکٹر حفیظ الحق صاحب، مکان نمبر 22 گلی نمبر 19، رتن سٹریٹ بیرون چوبچہ دھرم پورہ لاہور۔15 (خلیفۂ مجاز عبدالحکیم صاحبؒ سکھروی)

۳- جناب مولانا محمود اشرف صاحب، دارالافتاء دارالعلوم کراچی۔

(خلیفۂ مجاز حاجی محمد شریف صاحبؒ ملتان)

نیز جناب حضرت صوفی محمد سرور مدظلہ، کے مجاز حضرت مفتی عبدالقادر صاحب مدظلہ سے دیرینہ تعلقات کی وجہ سے ان کے حالات کا علم ہے کہ وہ بھی اس فن کو خوب سمجھتے ہیں اور مجھے کافی اطمینان ہے لہٰذا جو سالک چاہے ان سے بھی اصلاحی تعلق قائم کرکے صحیح رہنمائی حاصل کرسکتا ہے۔

دستخط

احقر حفیظ اللہ غفرلہ

درج ذیل حضرات کا انتقال ہو چکا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۱- مولوی سید عبدالقدوس صاحب، سراناں والے

۲- قاری دین محمد صاحب، مہتمم مدرسہ فتح العلوم ریلوے روڈ، چنیوٹ

اللہ تعالیٰ ہم پسماندگان کو صحیح فہم دین عطا فرمائے عقل سلیم سے نوازے پورے اخلاص کے ساتھ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ دنیا وآخرت سنوار دے اور قیامت کے دن اپنے بزرگوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع فرمائے۔

آمِیْن ثُمَّ آمِیْن بِحَقِّ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

☆☆☆

ابتدائے مجالس

توکل، تفویض اوراس کی حقیقت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا خَیْرًا کَثِیْرًا کثیراo

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِo (سورۃ الجمعہ آیت ۹ پارہ ۲۸)

فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِo (سورۃ الذاریات آیت ۵۰ پارہ ۲۷)

تبلیغ کی تعریف اورطریقہ:

دین کے اعمال، دین کے احکام، دین کی باتیں دوسروں تک پہنچانے کوتبلیغ کہا جاتا ہے چاہے وہ عام لوگ ہوں چاہے خاص لوگ ہوں اپنے لوگ ہوں رشتے دار ہوں شاگرد ہوں غریب ہوں ہر شخص کے ذمہ ضروری ہے کہ جیسا جیسا اس کا اثر ہو ویسے ویسے دین کے احکام لوگوں تک پہنچاتا رہے جن باتوں کے کرنے کاحکم ہے ان باتوں کو بتاتا رہے اورجن باتوں سے شریعت نے منع فرمایا ہے ان باتوں کوبھی سمجھاتا رہے۔منع کی جانے والی باتوں سے روکتا رہے اور کرنے والی باتوں کاحکم اور ترغیب دیتا رہے اس کے لیے بڑی

تفصیل سے بات ہوگی یہ سمجھانے کے لیے صحیح اور مضبوط دلائل دینے چاہئیں ایک لٹھ سا نہیں مارنا چاہیے اور ایسے طریقے سے ترغیب دی جائے کہ مخاطب کے ذہن کے اندر یہ بات جم جائے کہ خلافِ شریعت کام کرنے سے نقصان اور گناہ ہوتا ہے جس کا نتیجہ دوزخ ہوتا ہے اور دوزخ کے عذاب سے ڈرایا جائے تا کہ برے کام کرنے کا نتیجہ سمجھ میں آجائے عنوان ایسا اختیار کرنا چاہیے کہ مخاطب دین کے نزدیک آئے دین سے دور نہ ہو۔ اگر کسی کی غلطی کا اور کسی کی برائی کا رد کرنا ہو اس کو بھی بڑے بہترین عنوان سے سمجھانا چاہیے۔ ایسا عنوان جو دل کے اندر گھر کر جائے۔ خلاصہ ساری بات کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے راستے اور اسلام کی طرف بہترین طریقے سے بلانا چاہیئے۔ غلط طریقے سے نہیں ہونا چاہیے اور پھر سب کچھ کر لینے کے بعد انسان پریشان نہ ہو کہ اس کا نتیجہ برآمد کیوں نہیں ہو رہا لوگ میری بات کیوں نہیں مان رہے اس کی وجہ سے انسان غم کرتا ہے پریشان ہوتا ہے کہ ہائے میری بات مانی نہیں گئی جو میں چاہتا ہوں اولاد اس پر چلتی نہیں میری بیوی اس پر چلتی نہیں، میرے دوست اس پر چلتے نہیں جن کو میں وعظ و نصیحت کرتا ہوں وہ اس کام کو کرتے نہیں فرماتے ہیں اس کے نہ تم مکلف ہو نہ اس کا وعدہ ہے۔ تمہارے ذمے تو تبلیغ کرنا تھی وہ تم نے کر دی اور اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو جائیں گے جو کام انہوں نے تمہارے ذمے ضروری قرار دیا ہے جب تم ضروری کام کر لو اس فرض اور واجب سے سبکدوش ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ فرض اور واجب کا ثواب دے گا اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو جائے گا اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت کرنی چاہیے (باقی آپ اس میں اثر چاہتے ہیں سو اس کے لیے) زیادہ سے زیادہ دُعا کر لیجیے گا اللہ تعالیٰ سے دعا کر لیجیے کہ یا اللہ ان لوگوں کے دلوں کے اندر اپنا خوف ڈال دیجیے اپنی محبت ڈال دیجیے دین کے کام کرنا شروع کر دیں نیکیاں کرنا شروع کر دیں برائیوں سے رکنا شروع کر دیں دُعا کرتے رہیے گا لیکن نتیجے کو پھر بھی اللہ کے سپرد کر دیجیے وہ احکم الحاکمین ہیں وہی مصلحتیں جانتے ہیں کس کے لیے کیا اور کس طرح ہونا چاہیے وہی بہترین جانتے ہیں۔

اللہ کی رضا کس طرح حاصل ہوتی ہے:

اس سلسلے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو راضی کرنے کا قصد کر لیا ہے جن کے دل میں خصوصی طور پر یہ بات آگئی ہے کہ ہم نے اپنے اللہ کو راضی کرنا ہے صبح بھی، شام بھی، دن کو بھی، رات کو بھی ان کو یہی فکر ہوتی ہے کہ ہم نے اپنے اللہ کو راضی کرنا ہے اور اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے اور اللہ کی رضا حاصل کرنی ہے اس لیے وہ کسی شیخ سے پوچھ پوچھ کر نیک کام کرتے ہیں۔ پوچھ پوچھ کر برائیوں سے بچتے ہیں برائیوں سے بچا نہیں جاتا تو اس کی ترکیبیں پوچھتے ہیں۔ بہرحال ان کے دل کے اندر یہ بات کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہوتی ہے کہ ہم نے اپنے اللہ کو مرنے سے پہلے پہلے خوب اچھی طرح راضی کرنا ہے اور راضی رکھنا ہے تو اپنے رہنماؤں سے، اپنے مقتداؤں سے، اپنے بڑوں سے اور اپنے استادوں سے وہ پوچھ پوچھ کر چلتے ہیں ان کو جیسے جیسے وہ ذکر بتاتے ہیں جیسے جیسے تلاوت بتاتے ہیں جیسے جیسے دعائیں بتاتے ہیں جیسے جیسے نیک اعمال کے لیے حکم دیتے ہیں جو نفلی نمازیں پڑھنے کا نفلی روزے رکھنے کا حکم دیتے ہیں وہ کرتے ہیں ان کے مطابق کام کرتے کرتے چلتے رہتے ہیں اور دل میں نیت یہ ہوتی ہے کہ ہمارا اللہ ہم سے راضی ہو جائے ایسے لوگوں کو سالکین کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب انسان چلتا رہتا ہے (ہم لوگ تو چلتے ہی نہیں ہیں۔ جو لوگ چلنے والے ہیں یہ ان کا حال فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں) جو چلنے والے ہیں ان کے دل کے اندر یہ خیال آتا ہے کہ ہمیں ذوق و شوق ہو اور بڑی لگن ہو ہم ہر وقت نمازوں میں لگے رہیں، تلاوت میں لگے رہیں، دعاؤں میں لگے رہیں، وظائف میں لگے رہیں نیک اعمال میں لگے رہیں، جہاں بھی نیک عمل ملے خوب نیکی کرتے رہیں اللہ کا راستہ ہے اللہ کی طرف جانا ہے تو سست رفتاری سے نہ چلیں تیز رفتاری سے چلیں کیونکہ وہ فرماتے ہیں:

﴿فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ الجمعہ آیت ۹) ہماری طرف آنا ہے اللہ

کی یاد صحیح طریقے سے کرنی ہے تو دوڑ کے فَاسْعَوْا بھاگ کر آؤ (فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ) (سورۃ الذاریات آیت ۵۰) اللہ کی طرف دوڑ کے جاؤ (فَاسْتَبِقُوْا الْخَيْرَاتِ o) (سورۃ البقرہ آیت 148) نیکی کی طرف سبقت کرو تو یہ دوڑنا، یہ بھاگنا یہ سبقت کرنا اللہ کے راستے میں ہے جب کوئی دنیا کا کام ہوتا ہے لالچ ہوتا ہے کہ مجھے فائدہ ہو یا نفع ہو تو انسان دوڑ کے بھاگ کے وہاں جاتا ہے اور جب اللہ کی طرف جانا ہے اللہ نے ہمیشہ ہمیشہ کا نفع ہمیں دینا ہے ہمیشہ ہمیشہ کا آرام ہمیں دینا ہے تو اس کی طرف بھاگ کے نہیں جانا چاہیے؟ سالکین کے دل کے اندر یہ جو خیال ہوتا ہے کہ ہمیں ذوق وشوق ہوتا کہ ہم بھاگتے رہیں جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ رونا نصیب فرماتا ہے وہ چاہتے ہیں کہ ہمارا رونا جاری رہے اور یہ خیال آتا ہے کہ گناہوں کی طرف میلان بالکل نہ ہو۔ اُن کو معلوم ہے کہ گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں۔ گناہ شیطان کی شاگردی میں اور نفس کی شاگردی میں ہوتا ہے شیطان بنا سنوار کر ایک چیز کو پیش کر دیتا ہے نفس اس کے پیچھے لگ جاتا ہے اس سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے اللہ کے راستے میں چلنے والے کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گناہ اللہ کی ناراضگی کا سبب ہیں اس راستے کی رکاوٹ کا سبب ہیں اس لیے وہ چاہتا یہ ہے کہ گناہ کی طرف میلان ہی نہ ہو وہ چاہتا ہے کہ گناہ کا دل کے اندر خیال بھی نہ آئے وسوسہ بھی نہ آئے چاہتا یہ ہے کہ ہر وقت میں اللہ کی یاد کے اندر محو رہوں ہر وقت اس کی یاد کے اندر مستغرق رہوں اس کی یاد میں غرق رہوں۔ کیونکہ یہ چلنے والا ہے اس کو ذوق شوق چاہیے گریہ (رونا) چاہیے اس کو چاہیئے کہ گناہوں کی طرف میلان نہ ہو اس کو چاہیے کہ گناہ کا وسوسہ بھی نہ آئے ہر وقت اللہ کی یاد کے اندر محو رہے۔ وہ چاہتا یہ ہے لیکن وہ فرماتے ہیں کہ جو چیزیں تم چاہ رہے ہو تمہارے اختیار میں تو ہیں نہیں ذوق وشوق، گریہ، میلان ہی نہ ہو، گناہ کا خیال ہی نہ آئے تمہارے اختیار میں تو نہیں ہے نہ ہی تم کو اس کا حکم دیا گیا ہے تو جس چیز کا تم کو حکم نہیں دیا گیا اس کے پیچھے تم لگتے کیوں ہو؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو صاف کرنے کے لیے فرما

رہے ہیں۔ باتیں تو بڑی اچھی ہیں چلنے والوں کو ذوق شوق ہو بڑی اچھی بات ہے۔ گریہ طاری ہو رقت ہو اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان بڑا تعلق محسوس کرتا ہے۔ گناہ جو رکاوٹیں ہیں ان کی طرف میلان نہ ہو ان کا خیال نہ آئے اللہ کی یاد کے اندر محو ہے یہ تقاضے دل کے اندر طبیعت میں تو ہوتے ہیں لیکن فرماتے ہیں یہ تمہارے اندر طبعی تقاضے ہیں یہ سوچو تو سہی کہ کیا اللہ پاک نے تمہیں اس کا مکلّف بنایا ہے کیا یہ چیز تمہارے اختیار میں رکھی ہے؟ فرماتے ہیں میں تم کو بتاتا ہوں جو چیزیں تمہارے اختیار میں رکھی ہیں تم وہ کرو، یہ چیزیں خود بخود کبھی آتی رہیں گی کبھی جاتی رہیں گی یہ کیفیات کہلاتی ہیں حالات کہلاتی ہیں یہ آتے جاتے رہتے ہیں تم ان کے پیچھے مت پڑو۔ فرماتے ہیں جو کرنے کے کام ہیں جو تمہارے اختیار میں ہیں وہ یہ ہیں کہ گناہ کے مرتکب نہ ہو اعضاء سے بھی کوئی گناہ نہ ہو اور دل سے بھی کوئی گناہ نہ ہو نہ ہاتھ سے گناہ ہو نہ پیر سے گناہ ہو، نہ زبان سے گناہ ہو، نہ دل سے گناہ ہو، دل کو بھی گناہوں کے اندر مبتلا مت کرو یہ تمہارے اختیار میں دیا گیا ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ گناہ کا تقاضا ہو تو اس پر عمل نہ کرو فرماتے ہیں اگر تم کو یہ چیز حاصل ہے کہ گناہ کا تقاضا ہوتا ہے تم عمل نہیں کرتے ہو تو پھر خواہ کتنا ہی گناہ کا خیال آئے، دھیان آئے، وسوسہ آئے، میلان ہو (واللہ) قسم کھا کر فرماتے ہیں واللہ ذرہ برابر بھی نقص نہیں ہے۔ کہتے ہیں ذرہ برابر بھی نقص نہیں ہے چاہے گناہ کے جتنے بھی خیالات آتے رہیں اس کا بالکل خیال نہ کرو ہاں شرط یہ ہے کہ جب تقاضا ہو تو گناہ سے بچ جاؤ اگر تقاضے کے وقت گناہ سے بچ سکتے ہو اور بچ جاتے ہو تو پھر کتنا ہی میلان کیوں نہ ہو اللہ کی قسم کھا کر فرماتے ہیں ذرہ برابر نقص نہیں ہے بلکہ تم کو اجر ملے گا۔ کیونکہ باوجود اس کے کہ رکاوٹ ہوگئی ہے گناہ کی طرف میلان ہو گیا ہے گناہ کا خیال آ رہا ہے گناہ کرنے کو دل چاہتا ہے لیکن اللہ کا حکم سامنے دیکھ کر ڈر جاتا ہے کہتا ہے کہ میں گناہ نہیں کروں گا شیطانی وسوسے کا مقابلہ کرتا ہے۔ مقابلہ کرنے میں محنت، مشقت زیادہ ہوتی ہے نفس سے جہاد کرنا پڑتا ہے بار بار تقاضا ہوتا ہے بار بار اس کو روکتا ہے

اس روکنے کی وجہ سے اس محنت کی وجہ سے اس مشقت کی وجہ سے نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنے کی وجہ سے ثواب بڑھ جاتا ہے ایک وہ شخص ہے جو مجاہدہ کرتا ہے مجاہدہ کرنے کے بعد اس کا اجر، ثواب بڑھ جاتا ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ برا خیال آرہا تھا اور ہم رک تو گئے ہیں مگر خیال تو آتا رہا ہم سمجھتے ہیں بڑے نقص کی بات ہے فرماتے ہیں نقص بھی نہیں ہے بلکہ اجر ملے گا اور زیادہ اجر ملے گا ہاں شرط یہ ہے کہ تقاضا ہو اور تقاضے پر عمل نہ کرو تو جو شخص یوں چاہتا ہے کہ میلان ہی نہ ہو میلان کا مطلب یہ ہے کہ خیال ہی نہ آئے، دھیان ہی نہ ہو، توجہ ہی نہ ہو ادھر دل ہی مائل نہ ہو تو فرماتے ہیں یہ تمہارے اختیار میں نہیں ہے جو چیز اختیار میں نہ ہو اس کا قصد کرنا بے معنی ہے اور اگر ایسا قصد کرتے رہے تو معلوم ہوگا کہ تم طالب حق نہیں طالب راحت ہو کہ صاحب! ہمیں گناہ کا خیال بھی نہ آئے خود بخود نیکیاں ہوتی چلی جائیں آرام سے نیکیاں کرتے رہیں مشقت کے عادی نہیں بننا چاہتے راحت کے عادی بننا چاہتے ہو۔ اللہ کے طالب نہیں ہو آرام کے طالب ہو۔ تو بات یہ ہے کہ اس میں نفس کا ایک مکر ہے نفس کا ایک حیلہ ہے نفس کی ایک چال ہے وہ مشقت سے بھاگنا چاہتا ہے۔ مجاہدہ کرنے سے ڈرتا ہے اس واسطے وہ کہتا ہے کہ محنت نہ کرنی پڑے آرام سے ہر کام ہو جائے اور مجھے گناہ کا خیال بھی نہ آئے۔ تو فرماتے ہیں خوب اچھی طرح سمجھ لو یاد رکھو کہ گناہ کی طرف میلان ہونا کوئی نقصان کی بات نہیں ہے اور فرماتے ہیں میں تم کو اور آگے بڑھ کر بتاتا ہوں یہ تھوڑا بہت سب کو ہوتا ہے حتیٰ کہ کاملین کو بھی ہوتا ہے لیکن وہ مقابلہ کرنے کے عادی ہیں جلدی سے مقابلہ کر لیتے ہیں ہم عادی نہیں ہوتے اس وجہ سے ہم پھسل جاتے ہیں تو اس واسطے فرماتے ہیں کہ گناہ کا تقاضا ہو اور عمل نہ کرو بس بالکل ٹھیک ہے چاہے گناہ کے جتنے خیالات آتے رہیں اس کی پرواہ نہ کرو۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ خیال میرے دل کے اندر آرہے ہیں اور میں بڑا مردود ہو گیا ہوں ذرہ برابر بھی خیال نہیں لانا چاہیے ہاں جان بوجھ کر قصداً اور ارادتاً برے خیالات لاؤ گے تو پھر گناہ ہوگا یا غیر اختیاری طور پر خیال آئے اور پھر ان کو باقی رکھا یہ

بھی گناہ ہوگا کیونکہ اپنا اختیار شروع ہو گیا۔ تو عرض یہ ہے کہ انسان کو نماز کے اندر تلاوت کے اندر دعاؤں کے اندر ذکر کے اندر یا ویسے بیٹھے بیٹھے غیر اختیاری طور پر مختلف قسم کے خیالات آئیں تو کچھ بھی نقصان دہ نہیں کوئی مضر نہیں اس غم میں نہیں پڑنا چاہیے خواہ مخواہ غم میں لگے رہو کہ مجھے یہ دھیان آرہے ہیں بس بات یہ ہے کہ اگر ان غموں میں انسان پڑ جاتا ہے تو پھر تکلیف ہوتی ہے۔ تکلیف کا انجام بعض دفعہ خراب ہو جاتا ہے کبھی کوئی بیماری لگ جاتی ہے پھر دین کے کاموں میں خلل ہو جاتا ہے۔

حضرت گنگوہی کا واقعہ:

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے وہ مجاہدہ بہت کیا کرتے تھے کھانا بہت کم کھاتے تھے اس کھانا کم کھانے کی وجہ سے وہ ضعیف ہو گئے تھے مولانا نے فرمایا حدیث میں آتا ہے (اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ وَفِیْ کُلٍّ خَیْرٌ ۝) جو قوی مومن ہے وہ ضعیف مومن سے اچھا ہے اور ویسے بھلائی ہر ایک میں ہے مطلب یہ ہے کہ اگر مومن تندرست اور طاقتور ہے تو کسی کی کچھ خدمت کر دے گا کسی کے لیے پانی لا دے گا اور اگر ضعف آ گیا چل پھر نہ سکا تو بجائے خادم ہونے کے مخدوم بن جائے گا۔ دوسروں کا محتاج ہوگا بھائی مجھے پانی پلا دو مجھے یہ لا دو مجھے وہ لا دو حتیٰ کہ بعض دفعہ نماز روزہ ادا کرنا بھی مشکل ہو جائے گا ہاں اگر کسی اور وجہ سے غیر اختیاری طور پر اضطراری طور پر ضعف آ جائے تو دوسری بات ہے بیمار ہو گیا لیکن اپنے اختیار سے کوئی کام ایسا نہ کرے کہ کمزور ہو جائے۔ تو اس شخص نے یہ بات نہ مانی اور اس نے کہا کہ جی میں تو مجاہدہ کر رہا ہوں اور کرتا ہی رہوں گا کرتے کرتے کیا ہوا دماغ خشک ہو گیا۔ کھانا کم کھانے سے دماغ میں خشکی آ جاتی ہے اب خشکی کے نتیجے میں کیا ہوا کچھ اس کو رنگ نظر آنا شروع ہو گئے کچھ روشنیاں نظر آنی شروع ہو گئیں اس نے حضرت مولانا سے عرض کیا کہ حضرت مجھے ایسے ایسے رنگ نظر آتے ہیں ایسی ایسی روشنیاں نظر آتی ہیں حضرت نے فرمایا میاں یہ جنون کا مقدمہ ہے جنون

سے پہلے یہ حالتیں آتی ہیں اپنا علاج کرو مگر وہ سمجھے یہ بزرگی کی نشانی ہے مجھے انوار نظر آرہے ہیں علاج نہ کیا آخر کیا ہوا پاگل ہو گیا ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ ننگا ایک تخت کے نیچے بیٹھا رہتا ہے وظائف بھی چھوٹ گئے۔ مجاہدہ تو الگ رہا وظائف بھی چھوٹ گئے اور فرائض بھی چھوٹ گئے یہ ہوتا ہے جب پاگل ہو گیا تو کیا طریقہ ہو سکتا ہے تو بھئی پھر کیا نفع ہوا مطلب یہ ہے کہ جو غیر اختیاری باتیں ہیں اگر ان کے درپے ہو گئے تو بڑی تکلیف ہو جائے گی اور تکلیف سے انسان بیمار ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ انسان مر بھی جاتا ہے۔

حالت قبض وبسط اور حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کا واقعہ:

چنانچہ حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک طالب علم نے عرض کیا کہ رام پور میں ایک شخص تھا ان پر انقباض طاری ہوا ایک حالت ہوتی ہے انقباض کی ایک ہوتی ہے بسط کی، دل کھل گیا بڑا ذوق شوق ہے بڑا رونا دھونا ہے اچھے خواب نظر آتے ہیں دعائیں قبول ہو جاتی ہیں عبادت میں بڑا دل لگتا ہے۔ تلاوت میں دل لگتا ہے دعاؤں میں دل لگتا ہے ذکر میں دل لگتا ہے بس اللہ کے حضور دل لگ ہی لگ رہا ہے۔ اللہ پاک اس بندے کو اپنے ساتھ جوڑنے کے لیے تھوڑا جھنجھوڑتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ یہ عبد اللذات اور عبد الکیفیات ہے یا میرا بندہ ہے یہ لذات کی وجہ سے بندگی کر رہا ہے یا کیفیات کی وجہ سے بندگی کر رہا ہے اچھے خواب نظر آرہے ہیں اس وجہ سے بندگی کر رہا ہے یا مجھے یہ معبود سمجھ کر میری بندگی کر رہا ہے اس واسطے وہ کھینچ لیتے ہیں ذوق وشوق ختم کر دیتے ہیں رونا دھونا ختم کر دیتے ہیں خوابیں اچھی ختم کر دیتے ہیں دعا کا قبول ہونا ختم کر دیتے ہیں اور امتحان لیتے ہیں کہ میری وجہ سے عبادت کر رہا تھا یا ان باتوں کی وجہ سے لذات کی وجہ سے عبادت کر رہا تھا اب اس کے دل کے اندر بڑی گھٹن سی ہوتی ہے اس گھٹن میں جو صحیح سلامت رہتا ہے یہ ہے صحیح سالک اور طالب۔ جب تک کوئی رہنما نہ ہو کوئی بڑا سر پر نہ ہو نہیں سمجھ میں آتا وہ رہ نہیں سکتا وہ سمجھتا ہے کہ میں مردود ہو گیا کہاں میں اللہ تعالیٰ سے ایسی

مناجاتیں کرتا تھا کہاں میرا دل بات کرنے کو بھی نہیں چاہتا۔ اللہ سے دعا مانگنے کو بھی دل نہیں کرتا تو دل کے اندر بڑی گھٹن ہوتی ہے اور سمجھتا ہے کہ میں اب مردود ہو گیا کوئی سرپرست ہو تو بتائے کہ یہ مردودیت نہیں ہے بلکہ اور مقبولیت کی نشانی ہے تو فرماتے ہیں کہ ایسے ہی رام پور میں ایک شخص تھے ان کو ایسا انقباض طاری ہوا کہ کیفیات تو ساری ختم ہو گئیں اب وہ سمجھا میں مردود ہو گیا کوئی ہادی کوئی دستگیر ملا نہیں آخر یہ سمجھا کہ میں مردود ہو گیا خودکشی کر لی (باقی اگر کوئی اس میں بات کرنی شروع کرے صاحب! وہ تو اللہ کی عبادت کے اندر اس کو گھٹن ہوئی اور خودکشی کر لی اب وہ خودکشی اصلی خودکشی ہو گی یا اللہ کی راہ میں ختم ہو گیا مر گیا کیا ہو گا۔ فرماتے ہیں تو اس سے مواخذہ ہو گا یا نہیں اس میں ہمیں کلام کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ مقدمہ ہمارے پاس تھوڑا ہی ہے جس کے پاس مقدمہ جائے گا وہ سمجھ لے گا کیا حل ہے جس کے پاس مقدمہ جاتا ہے وہ خود جانے کہ وہ حال سے مغلوب ہو کر خودکشی کر گیا یا جان بوجھ کر خودکشی کی ہے اس نے)۔ تو اس واسطے فرماتے ہیں کہ دیکھو تم ان کیفیات کے پیچھے پڑو گے تو پھر تم پریشان ہو جاؤ گے یہ انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ یہ رونا دھونا یہ ذوق شوق یہ گناہ کا خیال بھی نہ آئے یہ گناہ کا وسوسہ بھی نہ آئے ہر وقت اللہ کی دھن اور اللہ کے دھیان میں لگے رہو۔ یہ تمہارے اختیار میں نہیں ہے تمہارے اختیار میں یہی ہے صرف کہ اب جان بوجھ کر اپنے کسی عضو سے، دل سے، دماغ سے، ہاتھ سے، پاؤں سے، زبان سے، کان سے، ناک سے کسی ذریعے سے کوئی گناہ نہ کرو گناہ کا تقاضہ ہو تم مقابلہ کر کے ثابت قدم رہو اور جن باتوں کا حکم دیا ہے بس وہ کرتے رہو۔ اس کے تم نہ مکلف ہو اور نہ تمہیں ذوق وشوق کا مکلف کیا گیا ہے۔ نہ تم سے پوچھا جائے گا ذوق شوق کیوں نہیں تھا تمہارے اندر۔ تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم کیوں نہیں روئے۔ (رونا آجائے رو لو) یہ اختیاری چیزیں نہیں ہیں غیر اختیاری ہیں تو اگر ہم یہ چیزیں تجویز کریں صاحب میرے لیے ذوق شوق ہونا چاہیے۔ فرماتے ہیں یہ عبدیت کے خلاف ہے یہ بھی بے ادبی ہے یہ گستاخی ہے

تمہیں کیا حق ہے تجویز کرنے کا تم اللہ کے بندے ہو اللہ تعالیٰ جس حالت میں رکھے وہی حالت تمہارے لیے اچھی ہے فرماتے ہیں:

چونکہ برمے خود بندت بستہ باش
چونکہ بہ کشاید چابک و برجستہ باش

فرماتے ہیں تمہیں ایسا بن جانا چاہیے تمہیں کھونٹی سے باندھ دیں تم بندھ جاؤ مطلب یہ ہے کہ اگر انقباض کی حالت طاری کریں اور کوئی کیفیت نہ ہو تو عبادت میں ویسے ہی لگے رہو جیسے پہلے لگے ہوئے تھے اور جب وہ دل کی حالت کھول دیں تو کھل جاؤ۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا واقعہ:

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک طالب آیا اور اس نے شکایت کی کہ حضرت میں بیمار ہو گیا تھا اور اتنے دن بیمار رہا اس مدت میں میں حرم شریف میں نماز پڑھنے سے محروم رہا اور جو ثواب مجھے ملتا تھا اس سے محرومی ہو گئی اور مجھے بڑا نقصان ہو گیا میرے لیے دُعا کر دیجیے اللہ تعالیٰ مجھے صحت دے مجھے طاقت دے مجھے بڑا غم لگ رہا ہے کہ میں حرم شریف کی نمازوں سے اور حرم شریف کی نیکیوں سے محروم رہ گیا حضرت نے دعا فرما دی یا اللہ اس کو صحت و تندرستی عطا فرما دیں اس کو طاقت عطا فرما دیں جب وہ چلا گیا تو حاجی صاحب نے حاضرین سے فرمایا (بزرگوں کا اس میں بھی کوئی مقصد ہوتا ہے غیبت کرنا مقصود نہیں ہوتا ان کا مقصد یہ ہوتا ہے جو بیٹھے ہوئے حالات دیکھ رہے ہیں ان کے ذہن کے اندر دین کا صحیح تخیل جم جائے غلط تخیل سے محفوظ رہیں۔ کوئی شخص یہ کہے کہ انہوں نے غیبت کی۔ قطعاً نہیں اس سے غیبت مراد نہیں) یہ شخص عارف نہیں ہے عارف کون جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو اور اللہ کی معرفت اس کو حاصل ہوتی ہے جو اللہ کو پہچانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے مہربان ہیں، ایسے انصاف کرنے والے ہیں تو وہ بدگمانی تو نہیں کرے گا وہ پھر یہ نہیں کہے گا کہ محروم رہ گیا ہوں فرماتے ہیں اگر یہ عارف ہوتا تو حرم کی

نماز کی غیر حاضری سے مغموم نہ ہوتا۔ اچھا بھئی حرم میں نماز پڑھی حرم کی نماز یہاں کی نماز کے مقابلے میں ایک لاکھ نمازیں بنتی ہیں ایک لاکھ نمازیں مل جائیں گی پانچ نمازیں پڑھیں ایک دن میں تو پانچ لاکھ نمازیں ہو گئیں دس دن کی ہوں تو اور دس سے ضرب دے دیجیے۔ تو پچاس لاکھ ہو جائیں گی اتنی جو نمازیں ملیں گی اس سے کچھ ملتا ہے کہ نہیں نیکیاں ملیں گی نیکیوں کا کیا ہو گا اللہ کا قرب ہو گا یہی ناں آخر۔ اس کا دوسرا طریقہ کیا ہے کہ بیمار ہو گیا بیماری پر صبر کیا اور گلہ شکوہ شکایت نہیں کی تو اس صبر پر بھی تو قرب ملتا ہے۔ اُن نیکیوں سے بھی قرب ملتا تھا اس صبر پر بھی قرب ہی تو ملنا ہے بلکہ جو شخص بیمار ہو جائے اور جو وہ معمولات ادا کر رہا ہو فرشتے کو حکم ہوتا ہے جتنے بھی معمولات یہ ادا کیا کرتا تھا سب لکھتے رہو تو حرم شریف میں نماز پڑھنے کے لیے وہ نیکیاں تو لکھی چلی جائیں گی اور یہ ثواب بیماری کا الگ صبر کرنے کا الگ شکوہ شکایت نہ کرنے کا الگ ثواب ملے گا تو کتنے درجے بلند ہو جائیں گے۔ فرماتے ہیں یہ عارف ہوتا تو یہ خیال کرتا کہ نماز پڑھنے سے بھی قرب مقصود تھا اور بیمار ہو گئے تو بھی اللہ تعالیٰ قرب دے رہے ہیں پھر قرب جب مجھے مل رہا ہے تو مجھے کیا گھاٹا ہے۔ فرماتے ہیں مقصود جس طریقے سے بھی حاصل ہو جائے اس پر راضی رہنا چاہیے جب اللہ تعالیٰ بیمار کر کے قرب دیں تو بھی راضی رہنا چاہیے اور تندرست رکھ کر توفیق عطا فرمائیں مساجد میں اور حرم شریف میں نماز پڑھنے کی تو بھی قرب حاصل کرنا چاہیے جب مقصد حاصل ہو رہا ہو تو پھر افسوس کرنا یہ بے قدری کی بات ہے اس پر حضرت نے یہ مثال دی کہ ایک شخص ہے وہ بمبئی کے راستے حج کرنے گیا بمبئی کے راستے سے ہوتا ہوا وہ جدہ پہنچا۔ ایک شخص کراچی کے راستے سے جدہ پہنچا جو بمبئی کے راستے میں گیا اس نے کہا جی ہم نے تو حج کے سفر میں یہ دیکھا اور یہ دیکھا اور یہ دیکھا اور جو کراچی کے راستے سے گیا وہ کہے گا کہ ہم نے تو اس میں سے کچھ بھی نہیں دیکھا جو تم بیان کر رہے ہو اب اگر وہ یہ سمجھے کہ پھر تو ہمارا حج ہی ناقص ہے اور پھر وہ کراچی آ کے بمبئی کے رستے جائے اور جا کے

حج کرے تو اسے کیا کہا جائے گا۔ بھئی اصل مقصود تو حج ہے کراچی سے ہو کے جاؤ یا بمبئی کے رستے سے ہو کے جاؤ یا استنبول کے رستے سے جاؤ مقصود تو حج ہے حج سے ہی قرب ہوگا تو اپنے لئے راستہ کیوں تجویز کرتے ہو اللہ تعالیٰ بیماری کے راستے سے قرب نصیب فرمادیں تو بھی راضی رہو تندرستی کے راستے سے عبادت کے ذریعے سے قرب نصیب ہو پھر بھی راضی رہو تو فرماتے ہیں جیسے جیسے انسان ہوتے ہیں ویسے ویسے اللہ تعالیٰ نے راستے بنائے ہوئے ہیں مخلوقاتِ انسانی کے جتنے سانس ہیں جتنے متنفس ہیں جتنے انسان ہیں اتنے ہی راستے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے ہیں ایک بزرگ شخص ہیں وہ ہر وقت مسجد میں بیٹھے رہتے ہیں ہر وقت یادِ الٰہی میں مصروف رہتے ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا وہی راستہ ہے ایک غریب مزدور ہے اس کو اتنا وقت نہیں ملتا وہ اپنے بچوں کی روزی کمانے کے لیے اس کو دن رات کھپنا کھپانا پڑتا ہے محنت مشقت کرتا ہے ضروری نمازیں وغیرہ پڑھ لیتا ہے اور دین کی ضروری باتیں کر لیتا ہے اس کے لیے قرب کا وہی راستہ ہے ایک آدمی تخت نشین ہے بادشاہ ہے اس کو بادشاہی کے حقوق ادا کرنے ہیں لوگوں کی ضروریات پوری کرنی ہیں ہر طرح کا اس کو خیال کرنا ہے اگر وہ آ کر مسجد میں بیٹھ جائے تو اس کی جگہ کون خیال کرے گا کون مقدمات کا فیصلہ کرے گا کون انصاف کرے گا کون ضروریات پوری کرے گا اس کو لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے ذریعے سے اللہ تک رسائی ہوگی ایک گھاس کھود کھود کر اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے ایک بیمار آدمی گھر پر بیٹھے بیٹھے صبر شکر کرتا ہے تو اللہ تک پہنچ سکتا ہے اس واسطے انسان کو گھبرانا نہیں چاہیے تو مطلب یہ ہے کہ مقصود کیا ہونا چاہیے یہ کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جب اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو تو پھر یہ تمنا کیوں کرے کہ یوں ہو اور یوں ہو اور یوں نہ ہو یہ طریق کے خلاف ہے جن لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق صاف ہے۔ وہ کہتے ہیں:

اُرِیْدُ وِصَالَهُ وَیُرِیْدُ هِجْرِیْ
وَاَتْرُکُ مَا اُرِیْدُ لِمَا یُرِیْدُ

کہ میں تو ان کے نزدیک آنا چاہتا ہوں اور وہ مجھے دور بھیج رہے ہیں۔ تو بھئی ہم تو جب ان کے ہو گئے تو جیسے وہ کہیں گے ویسے ہی ہم کریں گے۔

منشائے خداوندی۔ اسلام پر ہمیشگی:

فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا منشا ہے کہ اسلام یعنی تفویض پر ہمیشگی رکھنی چاہیے جب ہم نے حق تعالیٰ جل شانہ کو مان لیا اقرار کر لیا کہ اے اللہ آپ کے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں ہے ہم سب سے بڑا آپ کو جانتے ہیں اور مانتے ہیں اور آپ ہی ہمارے مالک حقیقی ہیں ہماری جان، ہمارا مال، ہماری عزت، ہماری آبرو، ہمارے کپڑے، پوشاک، لباس، خوراک اسی طرح ہمارے اہل وعیال کے متعلقہ جتنی بھی چیزیں ہیں سب کے مالک آپ ہی ہیں جب ہم نے اقرار کر لیا تو پھر ہمیں سرِ تسلیم خم کر دینا چاہیے ہمارا رُخ ہمیشہ انہی کی طرف رہنا چاہیے کبھی انسان ان کی طرف سے منہ نہ پھیرے اور اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دے تو ان کی طرف رخ کرنے کا مطلب دوسرے لفظوں میں تفویض ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اپنی ذات کو خداوند تعالیٰ جل شانہ کے سپرد کر دے اور اپنے آپ کو اس کے ہر تصرف کے لیے آمادہ کرے جس طرح چاہیں وہ ہمارے اندر تبدیلی کریں ہماری جان میں مال میں عزت میں آبرو میں ہمارے اہل وعیال میں اعزہ، اقربا میں جو چاہیں وہ کریں جو چاہیں وہ حکم دیں ہمیں سب منظور ہے اسی کو تفویض کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اگر انسان تفویض اختیار کرنی شروع کر دے ہر چیز کے لیے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی قضا پر راضی رہنے کا تہیہ کر لے تو اس سے زیادہ راحت کی چیز دنیا میں کوئی نظر نہیں آئے گی فرماتے ہیں تلاش کرتے کرتے تھک جاؤ گے اس سے بڑھ کر کوئی راحت کا آلہ نہیں ملے گا اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ صاحب جب ان کے سپرد ہر چیز کر دی تو تدبیر کی کیا ضرورت ہے۔ نہیں۔ فرماتے ہیں کہ تدبیر بھی کرنی چاہیے۔

تفویض اور تدبیر دونوں ضروری ہیں:

تدبیر کرنے کا انہوں نے حکم دیا ہے اسباب کو مہیا کرنے کا انہوں نے حکم دیا ہے ساری دنیا اسباب ہی پر تو چل رہی ہے کھیتی بوتے ہو تو کھیتی کل کو پیدا ہو جاتی ہے دانے مہیا ہو جاتے ہیں دکانداری کرتے ہو تو نفع نصیب ہوتا ہے ملازمت کرتے ہو تو تنخواہ ملتی ہے یہ ساری دنیا اسباب کے ساتھ چل رہی ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ بغیر اسباب کے بھی دے سکتے ہیں لیکن انہوں نے طریقہ کار یہی رکھا ہوا ہے کہ اسباب کو مہیا کیا جائے تو جب ان کا حق سمجھ کے ہم ہر چیز ان کے سپرد کر دیں تو تدبیر کا حکم بھی تو ان ہی کا ہے تدبیر تفویض کے خلاف نہیں ہے اور تفویض یعنی اللہ تعالیٰ کے سپرد اپنے آپ کو کر دینا وہی معتبر ہے جس میں صرف اللہ کی رضا مقصود ہو اور کچھ مقصود نہ ہو راحت تو ضرور ملے گی لیکن راحت کی نیت سے تفویض نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس لیے کرنی چاہیے کہ ہمارا اللہ ہمارا حاکم ہے ہمارا مالک ہے ہمارا آقا ہے جس طرح چاہے وہ ہم پر تصرف کرے اس کو ہر طرح کا حق حاصل ہے لہٰذا ہم ہر چیز کو جیسے وہ کریں مانیں گے۔ پھر اس کے بعد اللہ کے سپرد کر دینا یہ تو ان کا حق ہے باقی تدبیر کرنا چونکہ ان کا حکم ہے اس لیے تدبیر کو اختیار کرنا چاہیے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم کا واقعہ:

کل جو مثال گزری تھی حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی۔ ایک دن ان کی تہجد کی نماز کا ناغہ ہو گیا ان کو بڑا رنج ہوا دوسری رات جاگنے کا بہت زیادہ اہتمام کیا اللہ کی شان کہ دوسری رات کو ایسی نیند آئی کہ صبح کی نماز بھی قضا ہو گئی بڑے سخت پریشان ہوئے اللہ تعالیٰ سے رو رو کے دعائیں کیں یا اللہ میں تو تہجد پڑھنا چاہتا تھا میری تو فجر کی نماز بھی قضا ہو گئی اللہ والے جو ہوتے ہیں انہوں نے اپنے دل کا باغ خوب بنایا ہوا ہوتا ہے آباد کیا ہوا ہوتا ہے دل کے باغ کو سینچا ہوا ہوتا ہے نیک اعمال سے وظائف سے اللہ کی یاد سے گناہوں کے بچنے کے ساتھ ان کے دل کا باغ آباد ہو جاتا ہے اب جب ان کے دل کے باغ میں سے کوئی

تنکا بھی کم ہوتا ہے کوئی تھوڑی چیز بھی کم ہوتی ہے تو ان پر پہاڑوں غم پڑ جاتا ہے۔

بردلِ سالک ہزاراں غم بود
گر زباغ دل خلالے کم بود

جس شخص نے بڑی محنت اور مشقت سے اخلاق رذیلہ کو دور کیا ہو اوصاف حمیدہ پیدا کیے ہوں نیک اعمال کی دولت جمع کی ہو اللہ کے ذکر کے آثار دل کے اندر پیدا ہو گئے ہوں، گناہوں سے نفرت ہو گئی ہو، گناہوں سے بچ رہا ہو دل اس کا خوب بن گیا ہو، باغ سج گیا ہو اب اس کے باغ میں سے کوئی تنکا بھی کم ہو تو اس کو بڑا غم ہو جاتا ہے تو حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو بڑا غم ہوا کہ یا اللہ یہ کیا بات ہو گئی میں تو تہجد بھی قضا نہیں کرنا چاہتا تھا یہاں میری فجر کی نماز بھی قضا ہو گئی اللہ تعالیٰ جل شانہ مربی حقیقی ہیں ظاہر کے بھی پالنے والے ہیں۔ باطن کے اور روح کے بھی پالنے والے ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے سبق سکھایا تھا ان کو۔ چنانچہ رو رہے تھے گڑگڑا رہے تھے کہ الہام ہوا اے ابراہیم تم نے اپنی تدبیر کو دیکھ لیا؟ اپنی تدبیر پر بھروسہ کیا ہمارے اوپر بھروسہ کیوں نہیں کیا؟ تفویض کرو (نَمْ اِذَا اَنَمْنَاکَ وَقُمْ اِذَا اَقَمْنَاکَ) جب ہم سلائیں تو سوئے رہو جب ہم اٹھائیں تو اٹھ جایا کرو تو حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تفویض اختیار کر لی مجھے بڑا آرام مل گیا بڑی راحت میں ہو گیا ان کے اس بیان سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے راحت کے لیے تفویض اختیار کی فرمایا نہیں غلط ہے انہوں نے اللہ کا حکم سمجھ کر تفویض اختیار کر لی لیکن تفویض میں جو راحت ملی اس کو بیان کر رہے ہیں راحت کے طلب کرنے کے لیے وہ نہیں کر رہے۔ انہوں نے فرمایا اللہ کا حکم تھا تفویض کرو ہمارے سپرد کر دو ہم تمہیں جگائیں گے تو فرماتے ہیں میں نے ان کے سپرد کر دیا وہ مہربانی کر کے مجھے خود ہی جگا دیتے ہیں مجھے بڑا آرام مل گیا ان کا راحت کا قصد نہیں تھا۔ انہوں نے ویسے ہی بیان کیا ہے کہ اس سے مجھے بڑی راحت مل گئی۔ اب اگر کوئی کہے کہ اب صاحب ہم بھی اپنی نماز کے

لیے کوئی اہتمام نہیں کیا کریں گے ہم بھی تدبیریں نہیں کریں گے ہم بھی اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں اُٹھ گئے، اُٹھ گئے، نہ اُٹھے نہ سہی تو فرماتے ہیں کہ بھئی۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

شیر و شیر لکھنے میں ایک ہی جیسا ہے لیکن معنوں میں بہت بڑا فرق ہے تم اپنے آپ کو پاک لوگوں پر قیاس کرتے ہو ان کے ساتھ جو راز و نیاز کی باتیں ہیں تم اپنے اوپر کیوں چسپاں کرتے ہو اچھا بھئی کرو پھر جب تم نے نماز کے لیے اہتمام نہ کیا نماز کے لیے تدبیر نہ کی اور تم نماز کے لیے نہیں پہنچ سکے تو کل کو جب سزا ملے گی اس وقت بھی تفویض کر لینا۔ کہنا اچھا جی اللہ کو منظور ہے ہم سزا بھگت لیتے ہیں کیا کرو گے اس وقت فرماتے ہیں نہیں ہمیں تدبیر کرنی چاہیے۔ وہ ان کا مقام تھا۔ ان کے مقام کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو آداب سکھائے تھے اب تم کہو کہ صاحب جب اللہ میاں چاہیں گے جب پڑھا دیں گے چاہیں گے تو نہیں پڑھائیں گے۔ تمہیں نہیں کہنا چاہیے فرماتے ہیں یہ گستاخی اور بے ادبی ہے۔

مولانا رومی کا واقعہ:

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں ایک حکایت لکھی ہے ایک جبری شخص تھا جبری کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص یوں سمجھتا تھا کہ میں مجبور ہوں جس طرح اللہ تعالیٰ چاہیں مجھ سے کرالیں۔ میں خود کچھ نہیں کر سکتا۔ جبریہ ایک فرقہ ہے وہ کہتے ہیں ہمارے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے جو وہ کرائیں وہ ہوتا ہے اور ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے ہم مجبور محض ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے قرآن پاک میں کہا کہ تم نماز قائم کرو اگر ہمارے اختیار میں نہیں ہے تو کیوں حکم دے دیا روزے رکھو اگر ہمارے اختیار میں نہیں ہے تو کیوں حکم دے دیا تو وہ سمجھتا تھا کہ ہم مجبور ہیں ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ایک دن وہ کسی شخص کے باغ میں گیا جا کر انگور توڑ کر کھانے لگا باغ کے مالک نے جب دیکھا تو اس نے دھمکایا

کہ تو یہ کیا کر رہا ہے؟ میرے باغ کے انگور کیوں کھا رہا ہے؟ اس نے کہا کہ چپ رہو۔ زمین بھی خدا کی، انگور کے درخت بھی خدا کے، انگور بھی خدا کے، میں بھی خدا کا تو منع کرنے والا کون ہے؟ باغ والا بڑا ذہین تھا بڑا سمجھدار تھا اس نے اپنے نوکر کو آواز دی کہ ایک ڈنڈا اور ایک رسہ لاؤ وہ لے آیا اس نے اس جبری شخص کو رسے سے خوب باندھا اور خوب مارنا شروع کیا اب وہ چلانے لگا کہ اللہ کے واسطے چھوڑ دے اللہ کے واسطے چھوڑ دے۔ اس نے کہا چپ رہ، میں بھی خدا کا تو بھی خدا کا، رسہ بھی خدا کا، ڈنڈا بھی خدا کا پھر کیوں چلاتا ہے۔ جب تم کہتے ہو تو کیوں چلا رہے ہو جب میں مجبور ہو کے مار رہا ہوں مارتا رہوں مار کھاتے چلے جاؤ تو اب وہ کہنے لگا۔

گفت توبہ کردم از جبرائے عیار
اختیار است و اختیار است و اختیار

میں جبر سے توبہ کرتا ہوں جو چیز اختیاری ہے اختیاری ہے واقعی میں انگور نہ کھاتا نہ پٹتا تو تفویض کے معنی تدبیر کو چھوڑنا نہیں ہے بلکہ تفویض کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا کے سوا کسی اور پر نظر نہ رکھو۔ تدبیر کرو مگر نتیجے کو خدا کے سپرد کر دو۔ خاص لوگوں کی تدبیریں جو ہوتی ہیں اور طرح کی ہوتی ہیں اور عام لوگوں کی تدبیریں اور طرح کی ہوتی ہیں۔ خاص لوگ پہلے ہی اونچی تدبیریں کر لیتے ہیں ہم جتنا بھی زیادہ کریں گے اس اونچی تدبیر تک نہیں پہنچ سکتے تو ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اونچی تدبیر سے زیادہ مبالغہ کرنا چاہتے تھے اس واسطے اللہ پاک نے حکم دیا کہ تم نے ہم پر بھروسہ کیوں نہ کیا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی پوری کوشش کرتے رہیں ہم اپنے آپ کو عام لوگوں کی طرح سمجھیں۔ عام لوگوں کا حال اور ہوتا ہے اور خاص لوگوں کا حال اور ہوتا ہے۔

ایک حکیم صاحب کا قصہ:

عام لوگوں کی مثال پر ایک حکیم صاحب کا قصہ ہے انہوں نے ایک گنوار شخص کو دیکھا کہ چنے کی چار پانچ روٹیاں کھا کر اوپر سے چھاچھ کا بنا پی رہا تھا۔ حکیم صاحب نے کہا

کہ بھئی چھاچھ جو ہے اس کو کھانے کے درمیان میں پینا چاہیے۔ آخر میں پیو گے تو نقصان دیتی ہے۔ گنوار شخص نے اپنے بیٹے کو آواز دی کہ اے فلانے چار روٹیاں اور لے آتا کہ میں اس چھاچھ کو بیچ میں کرلوں یہ حکیم یوں کہہ رہا ہے کہ بیچ میں رکھو، بعد میں کرو گے تو نقصان ہو گا چنانچہ وہ چار بڑے بڑے روٹ اور کھا گیا حکیم صاحب نے یہ منظر دیکھ کر کہا چودھری جی! تمہارے واسطے کوئی قاعدہ قانون نہیں ہے تم چاہے بیچ میں پیو یا آخر میں پیو۔ اسی طرح ہم عام لوگ ہیں۔ ہمیں تدبیر پوری کرنی چاہیے کیونکہ ہمارے اختیار میں ہے کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم کو تفویض کا کہا ہم بھی تفویض کرلیں اللہ تعالیٰ کو پڑھائی ہوگی تو پڑھالیں گے۔ نہیں ایسا مت کرو وہ خاص لوگوں کی باتیں ہوتی ہیں ہمیں اپنے آپ کو سمجھنا چاہیے تو اگر انسان اپنے آپ کو اپنی ہر چیز کو اللہ کے سپرد کردے گا۔ نتیجے کو اللہ کے سپرد کر دے گا۔ دنیا کے کاموں میں بھی راحت ملے گی اور دین کے کاموں میں بھی راحت ملے گی۔ دنیا کے کاموں کی مثالیں کئی ہوسکتی ہیں مثال کے طور پر اپنے لڑکے کا تم رشتہ کر رہے ہو اور کامیابی نہیں ہوتی اس سے بڑا رنج ہوگا کیونکہ تم نے تفویض نہیں کی تھی۔ تم نے اپنی طرف سے ایک شق تجویز کرلی تھی کہ یوں ہونا چاہیے فلاں گھر کے اندر ہمارا رشتہ ہوجانا چاہیے اب وہاں نہیں ہوا رنج ہو رہا ہے اگر شروع ہی سے تجویز نہ کرتے بلکہ یوں کہتے کہ میں تدبیر کر رہا ہوں جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا وہی ہمارے لیے بہتر ہوگا تو ہو جائے گا نہیں ہوگا تو اسی میں بہتری ہوگی اگر ناکامی ہوتی تو رنج نہ ہوتا اسی طرح مثال کے طور پر کوئی عزیز بیمار ہوگیا اس کے لیے تعویذ لینے گئے اور نفع نہیں ہوا اس کو پھر رنج ہوگا کیونکہ اللہ کے سپرد نہیں کیا تفویض نہیں کی اللہ پر بھروسہ نہیں کیا ہم نے اس اعتقاد سے وہ تعویذ لیا تھا کہ اس تعویذ کے باندھتے ہی آرام ہوجائے گا اب ہوا نہیں تو رنج میں مر رہے ہیں اور اگر ہم تعویذ نہ کرتے تفویض کرتے، نتیجے کو اللہ کے سپرد کرتے تو شروع ہی سے جیسے بھی ہوتا اس پر ہم راضی رہتے بھئی اللہ کی مرضی ہم نے تدبیر کرلی تدبیر ہمارے اختیار میں ہے جس طرح چاہے وہ کرے تو

تفویض یہ ہے کہ تدبیر کرو مگر اس پر نظر نہ رکھو۔ اپنی تجویز سے نتیجے کی کوئی شق متعین نہ کرو کہ یوں ہونا چاہیے۔

ایک مقروض کا واقعہ:

حضرت فرماتے ہیں کہ میرے ایک دوست تھے ان کے ذمے قرض بہت ہوگیا تھا بنیوں سے قرض لے رکھا تھا اور بنئے مقدمہ کرنا چاہتے تھے یہ بیچارے بڑے پریشان ہو رہے تھے اب مقدمہ ہوگا عدالتوں میں جانا پڑے گا ڈگری ہوجائے گی مکان نیلام ہوجائے گا میرا کیا بنے گا بڑے پریشان تھے ان کو میں نے لکھا پریشان کیوں ہوتے ہو مقدمہ کریں گے تو کیا ہوگا بہت سے بہت تم کو قید کردیں گے تم قید خانے میں چلے جانا یا زمین مکان نیلام ہوجائے گا تو زمین مکان نیلام کردینا جس خدا نے آج تک روزی دی ہے وہ پھر بھی روزی دے گا۔ تم اپنی طرف سے اس وقت ہر نتیجے کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھو۔ مقدمے میں تدبیر کرو اور کوشش یہ کرنا کہ قرض کی قسطیں ہوجائیں اس نے خط پڑھا تو اس کو ایسا سکون اور اطمینان ہوا کہ اس سے تمام پریشانیاں دور ہوگئیں کیوں اس لیے کہ وہ ہر چیز کے لیے تیار ہو گیا تھا اب وہ یوں لکھتا ہے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ سارے قرض خواہ مل کر میرے اوپر مقدمہ کردیں میں قید کے لیے بھی تیار ہوں، نیلامی کے لیے بھی تیار ہوں جو ہونا ہوگا ہوتا رہے گا میں نے لکھا ایسا بھی نہیں کرنا چاہیے یہ بھی خلافِ تفویض ہے تم اپنی طرف سے بلا نہ تجویز کرو نہ راحت تجویز کرو بلکہ وہ جو تجویز کریں اس پر راضی ہوجاؤ۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ جیسے تجویز کریں اس پر راضی رہو اس کا نام تفویض ہے۔ اپنی طرف سے کیوں تجویز کرتے ہو کہ بلا میرے اوپر آجائے۔ جیسے راحت کی تجویز نہیں کرنی ہے ایسے بلا کی تجویز بھی نہیں کرنی۔ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کردیں جیسے وہ چاہیں کریں حضرت فرماتے ہیں کہ یہ نسخہ اکسیر ہے اور میں نے تم کو ایسا اکسیر نسخہ بتایا ہے جس سے نہ دنیا والوں کو استغنا ہے نہ دین والوں کو استغنا ہے نہ علماء کو استغنا ہے نہ عارفوں کو استغنا ہے بلکہ تمام عالم اس نسخے کا محتاج ہے بعض

وہ لوگ جو اللہ کے راستے میں چلنے والے ہیں ذکر شغل کرنے والے ہیں ان پر بعض دفعہ بڑی بڑی باتیں آتی ہیں پہاڑوں جیسی باتیں آجاتی ہیں مثال کے طور پر بڑے ذوق شوق سے لگ رہے تھے تلاوت میں، نوافل میں، تہجد میں، ہر چیز بڑے ذوق شوق سے کر رہے تھے اچانک دل کے اندر ایسا انقباض طاری ہوا اپنے گناہ سامنے آگئے دل میں ایسی گھٹن پیدا ہوگئی کہ نہ نماز کو دل کرتا ہے، نہ تلاوت کو دل کرتا ہے نہ تہجد کے لیے اُٹھنے کو دل کرتا ہے نہ اشراق کو دل کرتا ہے نہ چاشت کو نہ اوابین کو کسی چیز کو دل ہی نہیں کرتا اب یہ شخص سمجھا میں مردود ہوگیا۔ میں راندہ درگاہ ہوگیا۔ اللہ کا حاضر باش درباری ہوکر یوں سمجھے کہ میں مردود ہو گیا کتنی مصیبت ہے میرے لیے۔ یہ سب باتیں اللہ والوں پر آتی ہیں۔

حضرت تھانویؒ کا واقعہ:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے اوپر چھ مہینے یہ حالت رہی اور میرا کسی کام کو دل نہیں چاہتا تھا اور میں چاہتا تھا کہ ساری دنیا میری وجہ سے مصیبتوں کے اندر مبتلا ہے میرا وجود ایسا ناپاک ہے کہ میں زمین کو اس سے پاک کرلوں تو اچھا ہے تاکہ دوسری دنیا کو راحت مل جائے۔ فرماتے ہیں ایک دفعہ ایک شخص میرے پاس کوئی مسئلہ پوچھنے کے لیے آیا۔ اس کے پاس بندوق تھی میرے دل کے اندر بار بار خیال آرہا تھا کہ میں اس سے کہوں کہ مجھے بندوق ماردے تاکہ میرا خاتمہ ہوجائے دنیا مجھ سے پاک ہو جائے۔ میرے جیسے منحوس آدمی کو رہنا نہیں چاہیے مجھے ایسا انقباض اور ایسی گھٹن تھی۔ فرماتے ہیں جو لوگ باطنی بلاؤں کے اندر پھنسے ہوئے ہوتے ہیں ان کو بھی اس تفویض یعنی اللہ کے سپرد کردینے سے بڑی تسلی ہوتی ہے۔

زندہ کنی عطائے تو   ور بکشی فدائے تو
دل شدہ مبتلائے تو   ہرچہ کنی رضائے تو

یااللہ آپ زندہ رکھیں تو آپ کی عطا ہے آپ ماردیں تو ہم آپ پر قربان ہیں دل

آپ کے سپرد کردیا جو آپ چاہیں کریں ہم اس پر راضی ہیں ہم آپ کی رضا کے طالب ہیں جس طرح آپ چاہیں کریں تو فرماتے ہیں ان سالکین پر جب انقباض کا وقت آتا ہے تو ایسے وقت میں یہ ہر چیز اللہ کے سپرد کردیں تو پہاڑوں جیسا غم بھی ان کے لیے آسان اور لذیذ ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ مربی حقیقی ہیں باطن کے بھی مربی ہیں وہ قدم بہ قدم لحظہ بہ لحظہ ترقی دیتے رہتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ ایسے وقت بھی اگر تفویض سے کام لو ایسے وقت بھی ہر چیز کو اللہ کے سپرد کردو اور جیسے ان کا حکم ہے ویسے مانتے چلے جاؤ اس سے ایسے سالک کو بڑی تسلی ہوجائے گی۔ یہ تو بڑے لوگوں کا کام ہے ہم جیسے عام لوگ ہیں آپ جانتے ہیں چند دن بڑے اچھے گزرتے ہیں نماز میں بڑا دل لگ رہا ہے دعاؤں میں بڑا دل لگ رہا ہے ذکر میں بڑا دل لگ رہا ہے چند دن ایسے آتے ہیں کہ کچھ کرنے کو دل چاہتا ہی نہیں فرماتے ہیں ہر وقت ان کی مرضی کے مطابق تم تیار رہو اپنے آپ کو ان کے سپرد کردو جس طرح وہ چاہیں کریں ہمیں انقباض میں رکھیں یا انبساط میں رکھیں ہمارے دل میں کڑھن ہوجائے یا دل ہمارا خوش ہوجائے اس کا خیال ہی نہیں کرنا چاہیے ان کے حکم کی تعمیل کرتے رہنا چاہیے ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بھئی مجھے چین کیسے آئے میں جب دیکھ رہا ہوں کہ اسرافیل علیہ السلام صور منہ میں لیے ہوئے ہیں کان جھکائے ہوئے اللہ کے حکم کے منتظر ہیں کہ ذرا حکم ہو تو میں صور پھونک دوں سارے عالم کو درہم برہم کردوں جب یہ منظر میرے سامنے ہو تو میں چین کیسے لوں حضور اکرم ﷺ کا بڑا حوصلہ تھا باوجود ان سب چیزوں کے ادھر جہنم کو دیکھ کر آئے تھے باوجود اس کے بڑا حوصلہ تھا اللہ تعالیٰ نے دل کو بڑا سنبھالا ہوا تھا صحابہ کرام نے جب یہ بات سنی۔ (صور جو پکڑی ہوئی ہے اسرافیل علیہ السلام نے پھونکنے کے لیے) جب یہ واقعہ سنا تو لرز گئے گھبرا گئے صحابہ کرام۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھبراؤ نہیں (قُوْلُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ o) یوں کہو ہمیں اللہ کافی ہے وہی ہمارا کارساز ہے اللہ کے سپرد کرو اپنی طرف سے نیکی کے کام کرتے رہو اور اللہ کے سپرد کرتے رہو پرواہ نہ کرو گھبراؤ نہیں بلکہ (حَسْبُنَا

اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ o پڑھتے رہو مطلب یہ ہے کہ اللہ پر بھروسہ کرو تفویض کرو خدا پر نظر رکھو بھئی جب سارے ہی راستے ان کے قبضے میں ہیں اور تم کہیں سے نکل کر بھاگ بھی نہیں سکتے اللہ تعالیٰ سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے تو سوائے تفویض کے چارہ بھی تو کوئی نہیں ہے تو پہلے ہی تفویض کر لو ہر چیز ان کے سپرد کر دو۔

مولانا رومی کی مثال:

مولانا رومی فرماتے ہیں شیر جنگل میں پھرتا ہے ہرن کے پیچھے پھرتا ہے شیر کی رفتار اتنی نہیں ہوتی جتنی ہرن کی رفتار۔ ہرن بڑی جلدی سے بھاگ جاتا ہے اور صاحب اگر کوئی ہرن لنگڑا ہو اور شیر اس کے سر پر آ پہنچے اب وہ بھاگنے کی کوشش کرے تو وہ ایک منٹ کے اندر اندر ختم کر دے گا فرماتے ہیں لنگڑے ہرن کو چاہیے کہ چپ کر کے اس کے سامنے اپنے آپ کو ڈال دے یہ بھی ہو سکتا ہے وہ کھا جائے اور زیادہ یہی امکان ہے شیر کو اس پر رحم آ جائے گا اس کے لیے اور شکار کر کے لا کر اس کو کھلائے گا تو اس طرح فرماتے ہیں کہ اس مثال کو سمجھ لو جب ہم اللہ تعالیٰ جل شانہ سے بچ کر کہیں نکل نہیں سکتے تو ہر چیز کو ان کے سپرد کر دو ان کو ہمارے اوپر رحم آ جائے گا اسی طرح ایک اور مثال دیتے ہوئے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جال لگایا پرندہ مرغ جال کے اندر پھنس گیا اب اس پرندہ کو چاہیے کہ جال کے اندر جب پھنس گیا تو چپکے سے وہیں بیٹھ جائے اور اگر پھڑ پھڑ کرنا شروع کرے گا تو پھر جال سے تو نکل سکے گا نہیں زخم لگا لے گا اپنے آپ کو کہیں پر میں زخم، کہیں گردن میں زخم، کہیں سر میں زخم۔ پھڑ پھڑ کرے گا تو نکلے گا کہاں سے۔ جتنا پھڑ پھڑائے گا زیادہ پھنسے گا تو مطلب یہ ہے کہ ہمیں ہر چیز کو اللہ کے سپرد کرنا چاہیے لیکن تدبیر کو نہیں چھوڑنا چاہیے تدبیر کے درپے ہونا اور اس کی فکر میں رہنا یہ غلام کا کام نہیں ہے جتنا تدبیر کا حکم ہے اتنی ہی تدبیر کرو اور پھر اللہ پر بھروسہ رکھو۔ تدبیروں پر نظر کرنا چھوڑ دو خدا پر نظر رکھو آگے بھروسہ ان کی ذات پر کرو تو انسان کو ہمیشہ کے لیے یہی دستور بنا لینا چاہیے کہ شریعت نے جس تدبیر کی

اجازت دی ہے خواہ وہ دین ہی کے متعلق ہو وہ کرو اور نتیجے کو اللہ کے سپرد کر دو یہی تفویض ہے اسی سے تمہاری نجات ہو گی۔

ایک بہترین نسخہ:

حضرت فرماتے ہیں میں نے نسخہ تو تمہیں بتا دیا ہے اب میں تمام دنیا سے کہتا ہوں کہ کوئی اس سے بہتر نسخہ لا کر ہمیں دکھائے ہم بھی تو دیکھیں پریشانیوں کو کم کرنے والا، پریشانیوں کو دور کرنے والا کوئی نسخہ لا کر دکھاؤ تو سہی ان شاء اللہ قیامت آ جائے گی اس سے بہتر نسخہ کوئی لا نہیں سکے گا اسی کو اللہ تعالیٰ جل شانہ یہاں فرماتے ہیں (فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ o) (سورۃ البقرۃ آیت ۱۳۲) دیکھو سوائے اسلام کے کسی اور حالت میں جان مت دینا۔ آخری دم تک اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرتے رہو تدبیریں کرتے رہو سپرد کرتے رہو اس کے بعد فرماتے ہیں (وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا o) (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳) دیکھو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اللہ کی رسی کیا ہے قرآن پاک ہے حدیث شریف ہے فقہ ہے بھئی قرآن مجید کو سمجھنا۔ سب سے زیادہ سمجھا کس نے جناب رسول ﷺ نے اور حضور ﷺ نے سمجھا تو حضور اکرم ﷺ نے جو قرآن مجید کے متعلق باتیں کیں یا قرآن مجید پر عمل کر کے دکھایا اسی کا نام حدیث ہے حدیث قرآن مجید کی شرح ہے پھر صحابہ کرام شاگرد تھے جناب رسول اللہ ﷺ کے۔ حدیث سے اور قرآن مجید سے مسئلے نکالے ہیں فقہا نے تو قرآن مجید، حدیث شریف اور فقہ یہ ساری اللہ کی رسی ہے اس رسی کو خوب مضبوط پکڑ لو (وَلَا تَفَرَّقُوْا) اور آپس میں دیکھو لڑائی جھگڑا مت کیا کرو اس لڑائی جھگڑے میں انسان کو بڑا نقصان پہنچتا ہے تو حَبْلِ اللّٰہِ کو مضبوطی سے پکڑنا چاہیے یہی ہے اسلام۔ یہی ہے قرآن مجید، حدیث شریف، فقہ یہ اسلام ہی ہے حَبْلِ اللّٰہِ۔ اسلام کی حقیقت کیا ہے یہی تفویض۔ اپنے رُخ کو اللہ کی طرف کر دینا اسی کا نام اسلام ہے اب اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا تو کیسے بھی حالات پیدا ہوں چاہے آسمان سے کوئی بلائیں آئیں چاہے زمین سے آئیں چاہے ہمارے نفس کے اندر سے نکلیں مثلاً بارش بہت

ہوگئی اولے پڑنے شروع ہو گئے زلزلہ بھونچال آ گیا آندھی آ گئی بھئی اللہ کے سپرد کرو تدبیریں کرو۔ دعائیں کرو تدبیر جو ہو سکتی ہے وہ کرو اور اللہ کے سپرد کرو گھبراؤ مت ارے ان کی طرف سے آ رہی ہے خیر ہی ہوگی۔ اپنی طرف سے کہو یا اللہ اس سے ہمیں بڑی تکلیف کا اندیشہ ہے مہربانی فرما کر اس کو ہم سے دور کر دیجئے تدبیر کر لو۔ اللہ کے سپرد کر دو۔ یہی خلاصہ ہے تفویض کا اور اسی کا حکم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ)

☆☆☆

ٹیلی ویژن کی تباہ کاریاں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا خَيْرًا كَثِيْرًا كثيراo

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗo (سورة الانعام پاره ۸ آیت ۱۲۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ ہر طرح کے گناہوں کو چھوڑنا ہے چاہے ان کا تعلق ظاہر سے ہو چاہے ان کا تعلق باطن یعنی دل سے ہو، الغرض ہر قسم کے گناہوں کو چھوڑنا ہے۔

ٹی وی کی قباحت:

کسی شخص نے مجھ سے خیال ظاہر کیا کہ ٹی وی اور وی سی آر کے متعلق کئی دفعہ آپ نے اشارے کیے ہیں ذرا تفصیل سے اگر اس کو سمجھا دیا جائے تو شاید ہمارے دل میں اس کی کچھ قباحت بیٹھ جائے۔ آج کل حال کچھ ایسا ہو گیا ہے، رواج اور رسم ان چیزوں کی ایسی ہو گئی ہے کہ بیان کرنے والے کو شرم آتی ہے کہ لوگ کیا کہیں گے۔ جن چیزوں کو ہم تفریح کا سامان سمجھتے ہیں یہ کہاں سے آ گئے جو ہمیں روکتے ہیں تو آج شرم آتی ہے ان

باتوں کے بیان کرنے میں لیکن ایک تو ہمارا معیار ان رواجوں اور رسوم کی وجہ سے بن گیا ہے اور ایک معیار وہ ہے جو اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا ہے، سنایا ہے۔ جس پر صحابہ کرام تبع تابعین سلف صالحین بزرگان عظام چلتے آ رہے ہیں ایک وہ معیار ہے اور ایک یہ معیار ہے جو موجودہ معاشرے نے یورپ اور امریکہ کا اثر لے کر ان جیسا بنا لیا ہے اب ہم خود سوچیں کہ ہمیں کس معیار سے اس کو اچھا یا بُرا سمجھنا ہے یہ ہمارے اپنے سوچنے کی بات ہے اگر دین اسلام اور شریعت اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے معیار کے مطابق سوچنا ہے تو بھی آپ کو آزادی ہے جس طرف چاہیں جائیں اسلامی حکومت اگر ہو تو وہ بات دوسری ہے اور کون کس کو روک سکتا ہے لوگ ہر جگہ جا رہے ہیں۔ اس لیے ہمیں خود اپنے معیار کے بارے میں سوچنا ہے کہ کس معیار سے ہم کس چیز کو پرکھیں، کس معیار سے کام کریں، کس معیار سے کسی کو روکیں، کس کو حکم کریں یہ معیار خود سوچنا ہے۔ میں جو اس وقت عرض کر رہا ہوں شریعت کے معیار سے کہہ رہا ہوں جو ہمیں سمجھ میں آیا ہے اب اس چیز کو سن کر کوئی مانے یا نہ مانے ہمیں اس سے سروکار نہیں ہے۔ یہ بھی مجبوراً اس لیے کہا کہ کسی نے کہا صاحب! اس کی تفصیل بیان کر دیں۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے گانے بجانے والی چیزوں کو مٹانے کے لیے بھیجا ہے۔ اب آپ خود سوچ لیں کہ جس چیز کو مٹانے کے لیے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں ان چیزوں کو ہم فروغ دیں ان چیزوں کو خریدیں، ان چیزوں سے خود نفع اٹھائیں، اپنے بال بچوں کو، اپنے پڑوسیوں کو نفع پہنچائیں تو آپ خود سوچئے گا کہ یہ حضور ﷺ کی منشاء کے خلاف ہے یا حضور ﷺ کی منشاء کے مطابق؟ آپ خود سوچ لیجیے گا جس چیز کو مٹانے کے لیے حضور ﷺ تشریف لائے ہوں اس کو فروغ دینا شریعت کے مطابق ہوگا یا خلاف ہوگا۔ آپ خود سوچ لیں اور ننانوے فیصد پروگرام ٹی وی کے ایسے ہی ہوتے ہیں اسی طرح ننانوے فیصد پروگرام جانداروں کی متحرک تصاویر پر مشتمل ہوتے ہیں۔

تصویر کے بارے میں شرعی مسئلہ:

شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ تصویر کا کھینچنا، تصویر کا کھنچوانا، تصویر کا رکھنا، قطعاً حرام ہے۔ جس گھر میں تصویر ہو رحمت کے فرشتے نہیں آتے اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب تصویر بنانے اور کھینچنے والے کو ہوگا۔ تو اس طرح اپنے قصد سے، اپنے ارادے سے تصویر کا دیکھنا اس کا رکھنا یہ بھی حرام ہوگا اور ٹی وی میں وی سی آر (کیبل) میں یہی ساری باتیں ہوتی ہیں اور کیا ہوتا ہے اس لیے اس کا لانا اور خود دیکھنا حرام اور گناہ ہوگا۔ یہ شخص جتنے آدمیوں کو دکھانے کا ذریعہ بنے گا ان کا گناہ بھی اس پر ہوگا۔

اچھے اور برے طریقے کا انجام:

یہ بھی سوچنے کی بات ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص اچھا طریقہ رائج کرے اس کا ثواب اس کو ملے گا اور اس طریقے کو دیکھ دیکھ کر جتنے لوگ اس پر چلیں گے ان سب کا ثواب بھی اس کو ملے گا (یعنی جتنا ثواب اس طریقے پر عمل کرنے والے کو ملے گا اتنا ہی اس طریقے کے رائج کرنے والے کو بھی ملے گا) اور اسی طرح کوئی بُرا طریقہ رائج کرے اس کا گناہ اس کو ہوگا، اس کو دیکھتے دیکھتے جتنے لوگ اس گناہ کو سیکھیں گے سب کے گناہوں کے برابر گناہ اس کے ذمہ بھی آئے گا۔ اگر گھر کا سربراہ گناہ کا یہ سامان گھر میں لاتا ہے اس کو گناہ ہوگا اس کے بال بچوں میں سے ہر ایک کو اس کے دیکھنے کا گناہ ہوگا اور ان سب کا مجموعہ گناہ بھی سربراہ کے ذمہ آئے گا۔ پھر اگر محلے کے لوگ بھی آکر ٹی وی، وی سی آر (کیبل) دیکھیں تو جتنے آدمی دیکھنے والے ہیں وہ بھی گنہگار۔ ان سب کا مجموعی گناہ اس کو بھی ہوگا جو اس کا ایجاد کرنے والا ہے اس کا بھی یہی حشر ہوگا۔ لیکن آج ہم شریعت کے معیار کو پسِ پشت ڈال کر موجودہ زہر آلود معاشرے سے متاثر ہو کر کام کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔

کئی لوگ کہتے ہیں کہ صاحب ٹی وی جائز ہے۔ اس میں کیا حرج ہے؟

ایک اعتراض اور اسکا کا جواب:

کہتے ہیں آئینہ میں اپنا عکس نہیں دیکھتے ہو؟ آئینہ دیکھنا حرام ہے یا حلال؟ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ٹی وی شیشے کی طرح ہے اس میں عکس دیکھ لینے میں گناہ کیا ہوگا؟ یہ دلیل دیتے ہیں۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ آپ کو معلوم ہے غیر محرم عورت کو دیکھنا حرام ہے لیکن آج ہمارا معاشرہ اس قسم کا ہوگیا ہے کہ اس کو بھی حرام نہیں سمجھتے۔ غیر محرم عورت کا دیکھنا حرام ہے اس کو آئینے میں دیکھنا بھی حرام ہے۔ یہ نہ سمجھیں عکس ہے اور دیکھ سکتے ہیں غیر محرم کا عکس نہیں دیکھ سکتے اُس میں بھی دیکھنا حرام ہوگا۔ اور پھر کہتے ہیں اس عکس دیکھنے میں کیا حرج ہے آپ اُن کا ناچ بھی دیکھتے ہیں، عریاں لباس بھی دیکھتے ہیں۔ ننگا بدن ہو رہا ہے۔ گا بھی رہی ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں جس عورت کو دیکھنا حرام ہے اُس کو ننگے بدن سے دیکھنا اور بھی حرام ہوگا۔ اس کا ناچ دیکھنا بھی حرام ہوگا۔ اس کا گانا سننا بھی حرام ہوگا۔ فحش در فحش باتیں ہوتی چلی جارہی ہیں اس طرح عورت کو غیر مرد کا دیکھنا، اس کا گانا سننا، اس کا ناچ دیکھنا بھی حرام ہوگا اور آپ دیکھئے آج حال یہ ہوگیا ہے کہ ہم کہتے ہیں صاحب! تھکے ماندے آئے ہیں دو کان سے کام کر کے آئے ہیں اب تفریح کا سامان ہونا چاہیے۔ تفریح کا سامان ہمارا اب یہ ہوگیا ہے کہ گناہ کے سامان کو دیکھ کر تفریح کرتے ہیں۔ عورتوں کو ننگے دیکھنا، گاتے دیکھنا، ناچتے دیکھنا اور بے حیائی کی حرکات کرتے ہوئے دیکھنا یہ اب ہمارا تفریح کا معیار ہوگیا ہے۔ جو چیزیں صریحاً حرام اور گناہ ہوں ان کو تفریح کا سامان کہنا ایمان کے لیے کس قدر خطرناک اور مہلک ہوگا ایک حرام کو آپ حلال بنا رہے ہیں ناجائز کو جائز کر رہے ہیں تو آپ خود سوچ لیجیے ہم کہاں جارہے ہیں ہمارے ایمان کا کیا حال ہوگا؟ آج زید بکر عمرو سب کو آپ چپ کرا سکتے ہیں کل کو جب پیشی ہوگی اللہ تعالیٰ کے سامنے پھر پتہ لگے گا سب کو پھر ہوش آئے گی کہ ہم کس پانی میں تھے۔

سَوْفَ تَرٰی اِذَا انْکَشَفَ الْغُبَارُ۔ فَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِکَ اَمْ حِمَارُ

یہ غبار بے حیاء اور گندے معاشرے کا جب چھٹ جائے گا پھر پتہ لگے گا کہ گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر سوار تھے۔ اچھی بات کر رہے تھے یا غلط بات کر رہے تھے۔ پھر پتہ لگے گا۔ مرتے وقت کافر کو مشرک کو گنہگار کو پتہ چل جاتا ہے کہ میں کس راستے پر جا رہا تھا کیا کرنا چاہیے تھا۔ لیکن اُس وقت کچھ نہیں ہو سکتا۔ آج کوئی ہوش کرلے کرلے نہ کرے تو اُس کا کام جانے۔ آپ کا بچہ کہتا ہے کہ صاحب میں کرکٹ کھیلوں گا۔ اس کی ماں یہ کہتی ہے بیٹا بازار سے یہ سودا لانا ہے۔ باپ کہتا ہے یہ کام کرنا ہے جو تمہارا ٹائم کرکٹ کا ہے اُس میں یہ کام کرو۔ وہ کہتا ہے میں تو کرکٹ دیکھوں گا میں تو کھیلوں گا تو آپ اس سے خوش ہوں گے یا ناراض ہوں گے؟ آپ ٹی وی، وی سی آر (کیبل) دیکھ رہے ہیں اللہ کے حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ اذان ہوگئی، تکبیر ہوئی، جماعت کھڑی ہوگئی۔ حتیٰ کہ نماز کا وقت ختم ہوگیا آپ کا تماشا ختم نہیں ہوتا۔ حقوق اللہ اس طرح پامال ہو رہے ہیں آپ اس کو کہتے ہیں جائز چیز ہے۔ تفریح کا سامان ہے۔ حقوق العباد تلف ہو رہے ہیں آپ کہتے ہیں تفریح کا سامان ہے۔ عام طور پر یہ جتنے بھی پروگرام ہیں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے غافل کرنے والے ہیں۔ فرائض، واجبات سے غافل کر کے حرام میں مشغول کرنے والے ہیں۔ اس سے تو کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا کہ جب آپ ٹی وی دیکھ رہے ہیں وہ تماشے اور فحش حرکات دیکھ رہے ہیں۔ جتنی چیزیں دیکھ رہے ہیں کیا اُس وقت اللہ کا خیال آتا ہے یا اللہ کے رسول ﷺ کا خیال آتا ہے یا قیامت کا خیال آتا ہے یا قبر کا خیال آتا ہے یا مرنے کا خیال آتا ہے۔ خیال کیسے آئے بالکل اُلٹی طرف جارہے ہیں۔ جانا ہے مغرب کی طرف اور جا رہے ہیں مشرق کو۔ کیسے خیال آئے گا۔ پھر کہیں صاحب تفریح کرو جائز ہے۔

شریعت کی خیر خواہی:

شریعت تو ہماری بڑی خیر خواہ ہے۔ شریعت مجموعی نتائج کو دیکھتی ہے جب سے یہ چیزیں رائج ہوئی ہیں بے دینی پھیل گئی ہے، بے غیرتی ترقی کر گئی ہے۔ بے ادبی اور دین

سے دُوری ہوتی چلی جارہی ہے۔ جرائم دیکھو ڈاکے کتنے شروع ہوگئے ہیں۔ ان تماشوں کو دیکھ کر لوگوں نے اغواء کرنے شروع کردیئے ہیں۔ قتل کی وارداتیں دیکھتے دیکھتے قتل کرنا شروع کردیئے ہیں۔ کوئی ہائی جیکنگ کررہا ہے۔ زنا کے واقعات اتنے ہوگئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پناہ دے۔ بات کرتے شرم آتی ہے۔ بے شمار واقعات ایسے سامنے آئے ہیں کہ انسان سوچ نہیں سکتا۔

ایک عبرتناک واقعہ:

ہمارے سکھر کا واقعہ ہے ایک بدمعاش، بدمعاش ہی کہیں گے کیا کہیں گے اس کو۔ آپ اس کو تفریح کہتے ہیں اس کے دیکھتے دیکھتے جذبات مشتعل ہوگئے اس نے اپنی بیٹی کو نہیں چھوڑا۔ بتایئے اس سے بڑھ کر کیا بے غیرتی ہوگی۔ آپ اس کو جائز کہو گے۔ بھائی نے بہن کو نہیں چھوڑا۔ خسر نے بہو کو نہیں چھوڑا۔ اب کیا جائز کہو گے اس کو؟ تفریح کا سامان ہے!۔ جتنے بھی یہ دیکھنے والے ہیں آپ دیکھیں کتنے اللہ کی طرف مائل ہوئے ہیں یا اس کے رسول ﷺ کی طرف مائل ہوئے ہیں یا دین اور شریعت کی طرف مائل ہوئے ہیں۔ کتنے لوگ دین کی طرف آئے ہیں سوچنا چاہیے۔ پھر شریعت کا اُصول ہے جس چیز سے جسم کا نقصان ہوتا ہے اس چیز سے شریعت نے منع کردیا ہے جیسے زہر ہے، نشے والی چیزیں ہیں اور زیادہ جاگنا ہے۔ ان سے شریعت روک دیتی ہے۔ ٹی وی کے ماہرین نے اب فیصلہ کیا ہے کہ اس سے انسان کے جسم کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ چھوٹے بچوں کو چکر آنا شروع ہوگئے ہیں حالانکہ بچوں کو چکر نہیں آتے۔ لگاتار ٹی وی دیکھتے دیکھتے بیلنس خراب ہوجاتا ہے تو چکر آنے لگتے ہیں اور جو چیزیں اُن کے دماغ میں سرائیت کرتی چلی جاتی ہیں کل کو ان کا ظہور بھی ہوگا۔

ایک بزرگ فرماتے تھے۔ تم کہتے ہو بچہ بڑا ہوکر سیکھ لے گا۔ بچہ چھ سات سال تک سب کچھ سیکھ لیتا ہے۔ جس طرح آپ ریکارڈر کے سامنے جو بولتے جاتے ہیں سب

ضبط اور محفوظ ہوتا چلا جاتا ہے اسی طرح جو چیز بچہ دیکھتا چلا جاتا ہے اس کے دماغ میں نقش ہوتی چلی جاتی ہے وقت آتا ہے سارا ظہور ہوتا ہے۔ آج بے حیائی کی حرکات ٹی وی میں وی سی آر یا (کیبل) میں دیکھ رہا ہے کل کو ظہور ہوگا اس سے پھر آپ روؤ گے۔ پھر پتہ چلے گا اولاد کیا کررہی ہے کہاں جارہی ہے ایسی ہی باتوں کے ہوتے ہوئے آپ کہیں صاحب! تفریح کا سامان ہے کرنا چاہیے۔ انسان خود سوچ لے! عرب والوں کو بھی دھوکہ دے دیا اس طریقے سے کہتے ہیں کہ یہ عکس ہے اس میں کیا حرج ہے؟ میں نے پہلے جیسے عرض کیا جس چیز کو ایسے دیکھنا حرام ہے اس کا عکس دیکھنا بھی حرام ہے۔ جس چیز کو ننگے دیکھنا حرام ہے عکس میں بھی ننگے دیکھنا حرام ہے، جس چیز کو ناچتے دیکھنا حرام ہے عکس میں بھی حرام ہے۔ جس کو گاتے ہوئے دیکھنا حرام ہے۔ عکس میں بھی حرام ہے۔

ٹی وی دیکھنے والوں کے بہانے:

بعض لوگ کہتے ہیں صاحب! کیا کریں ہم تو مجبور ہیں کیا کریں بچے نہیں مانتے، بچے ضد کرتے ہیں، بیوی ضد کرتی ہے اس لیے مجبوراً لے کر آتے ہیں تو شریعت کا مسئلہ یہ ہے۔

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ o جہاں اللہ کا حکم ٹوٹ رہا ہو کسی مخلوق کا کہنا نہیں ماننا چاہیے یہ معیار شریعت کا ہے آپ اپنے معیار سے جو مرضی کیجیے گا میں شریعت کا معیار عرض کررہا ہوں لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ o جہاں اللہ کا حکم ٹوٹے۔ خبردار کسی مخلوق کا کہنا مت مانو۔ اللہ کے حکم کو غالب رکھو۔ بعض لوگ کہتے ہیں صاحب بیوی بچے پڑوس میں جاکر دیکھ لیتے ہیں اس واسطے ہم مجبوراً لے کر آتے ہیں۔ صاحب اگر پڑوس میں زنا ہورہا ہو، زنا کا انتظام کیا جارہا ہو، شراب پی جارہی ہو جوا کھیلا جارہا ہو تو کیا بچوں کو کہو گے ہاں بھائی جاؤ مجبوری ہے جاؤ، اجازت دے دو گے یا کوئی بریک نہیں لگاؤ گے، کیا روکو گے نہیں اُن کو۔ خبردار وہاں شراب ہے، جواء ہے، نشہ ہے، یہ ہے وہ

ہے، وہاں مت جاؤ۔ جب ان چیزوں کو وہاں جانے سے روکتے ہو۔ تو یہ جو چیزیں ہیں ناچ گانے ان سے کیوں نہیں روکتے؟ اصل بات یہ ہے کہ خود بھی ہم پوری طرح دیندار نہیں ہیں۔ دینی ماحول گھر میں بنایا نہیں اور کہتے ہیں صاحب بچے مجبور کرتے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں صاحب! دورِ حاضر کا تقاضا ہے اس میں مجبوراً ہم کو ٹی وی، وی سی آر (کیبل) لانا پڑتا ہے۔ لوگ اپنی بیٹیوں کو جہیز میں دیتے ہیں۔ ہم بھی اپنی بیٹی کو نہ دیں تو رسوائی ہوتی ہے۔ اب بھولائی ہے ہم اس کو نہیں دکھائیں گے تو اس کا دل ٹوٹ جائے گا صاحب! اگر سب کے گھروں کو آگ لگ رہی ہے کیا تم بھی اپنے گھر کو آگ لگالو گے؟ جو چیز صریحاً حرام ہے اس کو حلال کیسے کیا جا سکتا ہے؟ کون ہے جو اس کو حلال کرے گا۔ اگر کوئی کرے گا وہ بھی حرام میں مبتلا ہو جائے گا۔

بعض لوگ کہتے ہیں صاحب! یہ نفسیاتی علاج ہے ہمارے گھر میں بیمار ہے اس کو تماشا دکھاتے ہیں تاکہ بیماری کی طرف توجہ نہ ہو اور اس طرف توجہ ہو کہ بیماری ہلکی ہو جائے گی، بیماری کا اثر کم ہو جائے گا۔ بعض لوگ یہ دلیل دیتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مریضوں کو حرام غذا اور دوا سے بچاؤ۔ اس میں شفا نہیں ہے سرکار ﷺ کا تو یہ ارشاد ہے ہمارا یہ اُصول ہے ہمارا یہ حال ہے سرکار ﷺ کی مخالفت ہم کس قدر کر رہے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے اور یہ مجبوری ہے اور یہ کرنا پڑے گا وہ کرنا پڑے گا تو اس لحاظ سے بڑے خطرناک مصائب کی ماں اس کو کہہ لیجیے یا عذاب کی ماں کہہ لیجیے۔ یہ ٹی وی، وی سی آر کیبل چل گئے ہیں یا ڈش انٹینا چل گیا ہے۔ وی سی آر، ڈش انٹینا اور کیبل نے تو ہزار گنا ٹی وی کے گناہ کو بڑھا دیا ہے۔

ٹی وی کے نقصانات:

آپ اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ جس گھر میں یہ لعنت داخل ہوتی ہے چاہے وہ دینی اعتبار سے اونچا ہو یا دنیاوی اعتبار سے اونچا ہو جب یہ لعنت داخل ہوئی اس گھر کے

رہنے والوں کے حالات بدل گئے۔ اخلاق بدل گئے۔ ایمانی اعتقادی حالت بدل گئی معاشرتی اعتبار سے نیچے گر گئے۔ اونچے اخلاق تھے نیچے گر گئے۔ گراوٹ ہو رہی ہے دن بدن گراوٹ ہو رہی ہے۔ تنزل ہو رہا ہے۔ لباس اور لباس کے ڈھنگ بدل گئے ہیں، گفتگو اور گفتگو کا انداز بدل گیا ہے۔ یہ آزادی کی باتیں سنتے سنتے بیوی خاوند کے سامنے بے حیا ہو کر بات کرتی ہے۔ حیا نہیں رہی۔ سامنے مقابلہ کرتی ہے۔ اولاد والدین کا مقابلہ کر رہی ہے۔ بھائی بہن کا مقابلہ کر رہا ہے۔ بہن بھائی کا مقابلہ کر رہی ہے۔ اولاد ماں باپ کا کہنا نہیں مان رہی۔ ایسے زہریلے اثرات کے ہوتے ہوئے آپ کہتے ہیں مجبور ہیں دیکھنا چاہیے اس کو تفریح کا سامان بنا رہے ہیں افسوس! مسلمان کی جو رہی سہی قدر تھی ان آلات کی وجہ سے ختم ہوتی چلی جا رہی ہے ہمارے جو پرانے بزرگ تھے ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے کی بجائے اب اُن کو ذلت کی نگاہ سے دیکھنا شروع کر دیا ہے۔ کتنا اُلٹا معاملہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک زمانہ آئے گا جب نیکی کو برائی کا نام دیا جائے گا۔ اب آپ سمجھ لیجیے گا کیا ایسا ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا؟ ہم حضور اکرم ﷺ کی منشاء کے مطابق چل رہے ہیں یا ان کے خلاف چل رہے ہیں خود فیصلہ کر لیجیے گا۔ کون سی برائی ہے جو ٹی وی، وی سی آر، کیبل اور ڈش انٹینا کے آنے سے وجود میں نہیں آئی۔ اور کون سی نیکی ہے جو چھوٹ نہیں رہی؟ ایک ایک کر کے نیکیاں چھوٹتی چلی جا رہی ہیں۔ یہ جتنے بھی گناہ ہم کرتے ہیں دیدہ دانستہ گناہ کر رہے ہیں۔ دلیری سے کر رہے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں پکڑ نہیں ہو رہی۔ پکڑنے والا ہمیں دیکھ رہا ہے وہ اپنی مہربانی سے ہمیں ڈھیل دے رہا ہے کہ میرا بندہ اب بھی باز آ جائے، اب بھی باز آ جائے، اب بھی باز آ جائے۔ وہ مہربان ہیں اگر ہم باز نہ آئے تو وہ پکڑ بھی سکتے ہیں اور قیامت جو دار الجزا ہے اس میں تو یقیناً ہر گناہ سامنے آ جائے گا۔ ہر نیکی سامنے آ جائے گی۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

ذرہ برابر نیکی چھپی نہیں رہے گی۔ ذرا برابر برائی چھپی نہیں رہے گی۔ وہاں سامنے آ جائے گی۔ آج ہمیں ڈھیل مل رہی ہے ہم دھوکے میں آ رہے ہیں۔

تو مشو مغرور بر حلم خدا
دیر گیرد سخت گیرد مرترا

اللہ تعالیٰ ڈھیل دے رہے ہیں ہم دھوکے میں آ رہے ہیں۔ جب پکڑیں گے ایسا پکڑیں گے ایسا پکڑیں گے کوئی چھڑا نہیں سکے گا۔ بہت سے عبرتناک واقعات ظہور میں آتے ہی رہتے ہیں لیکن ہم سبق نہیں لیتے اور ضروری نہیں عبرتناک واقعات ظہور میں آئیں۔ جو معیار شریعت نے مقرر کر دیا ہے جو معیار اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے مقرر کر دیا ہے اس معیار کو سامنے رکھ کر سوچنا چاہیے کہ یہ کام کرنا چاہیے یا نہیں کرنا چاہیے۔ دو واقعات اس وقت میں آپ کو سناتا ہوں۔

دوسرا عبرتناک واقعہ :

دو دوست تھے دونوں دیندار۔ ان میں سے ایک دوست رہتا تھا جدہ میں (سعودی عرب میں) ایک ریاض میں رہتا تھا۔ ریاض دارالخلافہ ہے سعودی عرب کا۔ پہلے اکٹھے رہا کرتے تھے۔ پھر الگ الگ ہو گئے۔ وہ ضرورت سے وہاں چلے گئے۔ یہ جدہ میں رہ گئے۔ جو ریاض والا دوست تھا۔ اس کو بچوں نے ماں کے ذریعے کہلوانا شروع کر دیا کہ لوگوں کے گھروں میں ٹی وی ہے ہمارے گھر میں ٹی وی نہیں ہے ہمیں بھی لا دو۔ وہ ریاض والا دوست انکار کرتا رہا۔ آخر بیوی بھی اور بچے بھی سارے اکٹھے ہو کر اس کو لپٹ گئے کہ ہمیں لا کے دو۔ وہ بے چارہ مجبور ہو کر لے آیا کہ میں گھر کا ماحول کیوں خراب کروں۔ ہر وقت کی لڑائی کیوں مول لوں۔ لے آیا بے چارہ اس نے تو دیکھا نہیں اب بچے دیکھ رہے ہیں۔ کیونکہ وہ پرانا آدمی تھا۔ دین دار آدمی تھا۔ اس سے اس کو نفرت تھی۔ نہیں دیکھتا تھا۔ لیکن لے تو آیا تھا۔ چند مہینوں کے بعد سخت بیمار ہو گیا اور انتقال ہو گیا۔ انتقال

ہونے کے بعد جدہ والے دوست نے خواب میں دیکھا کہ بہت پریشان ہے اور بڑی تکلیف میں مبتلا ہے اور جدہ والے دوست کو ریاض والا دوست خواب میں کہتا ہے کہ مجھے بچوں نے ٹی وی لانے کے لیے مجبور کیا تھا اور میں لے آیا اب وہ مزے اُڑا رہے ہیں مجھے عذاب ہو رہا ہے۔ خدا کے لیے مجھے عذاب سے بچاؤ۔ یہ کبھی کبھی اللہ پاک دکھاتے ہیں ورنہ جیسے ہو رہا ہے ہو رہا ہے۔ جدہ والے دوست نے کہا یہ تو ایسی ہی بات ہے ایسے کیسے ہو گا۔ دوسرے یا تیسرے دن پھر خواب میں دیکھا کہ وہ پریشان ہے عذاب ہو رہا ہے بڑی تکلیف میں ہے رنجیدہ ہے غم میں گھل رہا ہے اور اس کو رو رو کے کہہ رہا ہے کہ بھائی مجھے بچاؤ۔ مجھے بڑا عذاب ہو رہا ہے۔ میرے بیوی اور بچے ٹی وی دیکھ کر مزے لے رہے ہیں اور میں عذاب بھگت رہا ہوں۔ خدا کے لیے مجھے بچاؤ اس سے اس کے دل پر کچھ اثر ہوا۔ سوچا اچھا جاؤں گا تو ان لوگوں سے کہہ دوں گا۔ لیکن کچھ روز کے بعد پھر خواب میں وہی دوست نظر آیا۔ اسی بے قراری میں اسی عذاب میں اسی پریشانی میں، اسی غم میں بڑا پریشان۔ بھئی میں کئی دفعہ تم سے کہہ چکا ہوں خدا کے لیے مجھے بچاؤ۔ بھائی دوستی کا اتنا حق بھی ادا نہیں کر سکتے۔ میرے بچے تو تماشا دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں، ٹی وی میں فلمیں دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں اور میں عذاب بھگت رہا ہوں کیونکہ میں لے کر آیا تھا اب یہ جدہ والا دوست سوچتا ہے واقعی کوئی بات تو ہو گی۔ مجھے جانا چاہیے۔ جہاز کے ذریعے ریاض پہنچا۔ مرحوم کے گھر گیا۔ وہ جانتے تھے کہ یہ ہمارے والد صاحب کے دوست ہیں۔ انہوں نے بڑی عزت سے بٹھایا، کھانا کھلایا۔ کھانا کھانے کے بعد اس نے کہا بھائی میں تو ایک غرض لے کر آیا ہوں۔ تمہارا دل مانتا ہے مان لو اور نہیں مانتا تو میں تو اپنا فرض ادا کرنے کے لیے آیا ہوں وہ کہنے لگے ہم ضرور مانیں گے۔ آپ ہمارے چچا ہیں ہم کیوں نہیں مانیں گے آپ بتائیں تو سہی۔ اس کے دوست نے کہا کہ خواب میں تمہارے باپ کو ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں تین دفعہ دیکھ کر پریشان ہو کے آیا ہوں کہ تمہارا باپ عالم برزخ میں عذاب میں مبتلا

ہے۔ تکلیف پہنچ رہی ہے، بڑا رنجیدہ ہے، بڑا مغموم ہے اور میری منتیں کر رہا ہے میرے گھر جاؤ اور اس (TV) کی لعنت کو میرے گھر سے نکالو۔ بس یہ بات سنی تھی کہ سارے گھر میں سناٹا چھا گیا ابھی نئی نئی بات تھی عادت نہیں پڑی تھی۔ آج عادت بننے کے بعد اس بات کو کون مانے گا۔ سب نے رونا شروع کر دیا۔ جو بڑا بچہ تھا جوش میں آیا اس نے ٹی وی کو زور سے فرش پر پٹخ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کوڑے میں جا کر پھینک دیا۔ یہ جدہ والا دوست اُن کو دعا دے کر واپس جدہ آ گیا۔ جدہ آ کر پھر خواب میں دیکھتا ہے کہ پھر وہی دوست خواب میں نظر آیا اور آج بڑا خوش تھا ہشاش بشاش تھا اور جدہ والے دوست کو دعائیں دے رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے اللہ تعالیٰ تجھے بھی ہر بلا اور ہر مصیبت سے اسی طرح بچا کے رکھے جس طرح آج تم نے بچایا ہے۔ میرے بچوں نے ٹی وی توڑ دیا ہے اب مجھے اللہ نے نجات دے دی ہے۔ یہ ہمیشہ نہیں ہوتا۔ ایسے ہمارے گھروں میں بھی اللہ تعالیٰ دکھا دیں گے تو کون دیکھے گا۔ ایسے کبھی اللہ تعالیٰ دکھا دیتے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِo (سورۃ الحشر آیت ۲)

اللہ تعالیٰ کی پکڑ ایسی ہے کہ اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌo (سورۃ البروج آیت ۱۲) بڑی سخت پکڑ ہے۔ پھر کوئی چھڑا نہیں سکے گا۔ اگر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کو آپ اونچا اور مقدم نہیں رکھ سکتے تو پھر اسلام کا دعویٰ کرنے کا کیا فائدہ۔

تیسرا عبرتناک واقعہ:

اس طرح ایک اور واقعہ ہے اور یہ واقعہ پاکستان کا ہے اور غالباً کراچی کا ہے۔ رمضان شریف کا مہینہ ہے ایک گھر میں گھر والوں نے افطاری کے لیے کچھ دوستوں کو بلایا۔ عصر کے بعد ماں اپنی بیٹی سے کہتی ہے کہ آؤ بیٹی مل کر افطاری کا سامان تیار کر لیں مہمان آنے والے ہیں جلدی جلدی کر لیں افطاری وقت سے پہلے تیار کر لینا چاہیے۔ تمہارے بھائی بھی آئیں گے۔ تمہارا باپ بھی آئے گا۔ تو ان کے آنے سے پہلے ہم تیاری کر لیں۔

بیٹی کہتی ہے اس وقت بہت دلچسپ پروگرام آنے والا ہے میں پہلے وہ دیکھوں گی۔ پھر آپ کے ساتھ مدد کروں گی۔ ماں کہتی ہے بیٹی وقت کی نزاکت کو تو دیکھو مہمان گھر میں آنے والے ہیں تو ٹی وی دیکھنے کا کہہ رہی ہے لیکن بیٹی ایسی کہ ماں کی ذرا بات نہیں مانی۔ کہتی ہے میں تو دیکھوں گی اور اوپر چلی گئی۔ اوپر کی منزل پر اور یہی نہیں کمرے کے اندر سے کنڈی لگا لی تا کہ ماں مجبور نہ کرے کھینچ نہ لے آئے۔ ٹی وی دیکھنا شروع کیا ماں بے چاری نے کئی آوازیں دیں کہ بیٹی جلدی آ جاؤ جلدی آ جاؤ۔ وقت نزدیک آ رہا ہے۔ افطاری کا وقت آ رہا ہے۔ مہمان آنے والے ہیں جلدی آؤ تم لیکن وہ جواب نہیں دیتی۔ اتنے میں افطاری کا وقت ہو گیا۔ مہمان بھی آ گئے، باپ بھی آ گیا اور بھائی بھی آ گئے۔ انہوں نے جو تیار کیا ہوا تھا مہمانوں کو افطاری کرائی نماز کے لیے چلے گئے۔ نماز کے بعد بھی لڑکی نیچے نہیں اُتری۔ ماں پھر اوپر گئی جا کر آوازیں دیں بچی کو۔ اندر سے کوئی آواز نہیں آ رہی۔ ماں نے دروازہ کھٹکھٹایا پھر بھی کوئی آواز نہیں آئی بڑی دیر کھٹکھٹا کھٹکھٹا کے پریشان ہو گئی۔ اتنے میں بچی کے والد بھی آ گئے، بھائی بھی آ گئے انہوں نے کھٹکھٹانا شروع کیا پھر دروازے کو توڑا گیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ لڑکی جو ماں کا انکار کر رہی تھی کہ میں ٹی وی دیکھوں گی، پروگرام بڑا دلچسپ ہے اس کو دیکھ کر پھر آپ کے ساتھ افطاری تیار کراؤں گی وہ مری پڑی ہے اور ٹی وی کے اوپر گری ہوئی ہے اب سارے ہلاتے ہیں تو مری ہوئی ہے۔ اب اس کو اٹھانا چاہتے ہیں کہ اٹھا کر چارپائی پر تو ڈال دیں۔ اٹھاتے ہیں تو اٹھتی نہیں۔ بھائی نے زور لگایا، باپ نے زور لگایا دونوں نے مل کر زور لگایا بچی اٹھتی نہیں ہے۔ کسی کے دل میں خیال آیا ٹی وی کو تو الگ کرو ذرا۔ ٹی وی کو اٹھانے لگے تو لڑکی بھی ساتھ ہی اٹھ گئی۔ اب لڑکی کو اٹھا کر چارپائی پر ڈالا۔ ٹی وی جو ہے ساتھ رکھا ہوا ہے نیچے اب چارپائی کو اٹھایا چارپائی نہیں اٹھتی ہے پھر ٹی وی کو اٹھایا تو چارپائی بھی اٹھ گئی۔ پھر ٹی وی کے ساتھ اس بچی کو نیچے لائے اس کو غسل دیا کفنایا مسہری پر ڈالا۔ اب مسہری پر جو ڈالا ہے جنازے کے لیے مردوں کو کہا لے جائیے گا۔ مرد جنازے کو اٹھاتے ہیں مسہری اٹھتی نہیں۔ چار آدمی، آٹھ آدمی، دس آدمی، بیس آدمی

لگے مگر مسہری نہیں اٹھتی۔ پھر کسی نے کہا کہ ٹی وی کو اٹھاؤ۔ اس کے ساتھ پہلے اٹھ گئی تھی اب بھی شاید اُٹھ جائے ٹی وی کو اٹھایا تو آسانی سے چار آدمیوں نے مسہری کو اٹھا لیا اب ٹی وی بھی جارہا ہے ساتھ۔ جنازہ بھی جارہا ہے۔ قبرستان جارہے ہیں۔ اندازہ کیجیے قبرستان لے گئے وہاں جا کر بچی کو دفن کیا۔ ٹی وی پاس رکھا ہوا ہے۔ جب دفن کر کے مٹی ڈال کر قبر برابر کر دی۔ اب چلنے لگے تو ٹی وی کو اٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں اچانک میت قبر سے باہر نکل آئی۔ حیران پریشان۔ دوبارہ میت کو قبر میں ڈالا مٹی نکال کر صاف کر کے۔ پھر جب چلنے لگے تو پھر وہی صورت ہوئی۔ ٹی وی کو اٹھایا تو میت باہر دوبارہ نکل آئی۔ پھر انہوں نے فیصلہ یہ کیا کہ ٹی وی بھی اس کے ساتھ دفن کر دو۔ اب آگے کیا ہوا ہوگا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ کیا یہ عبرت کا مقام نہیں؟ یہ جعلی قصہ نہیں حقیقی قصہ ہے۔ کبھی کبھی اللہ پاک ایسی باتیں دکھا دیتے ہیں آپ نے ابھی اخباروں میں پڑھا ہوگا پچھلے سال راولپنڈی کا واقعہ ہے ایک میت کو دفن کرنے کے لیے لے گئے قبر میں رکھا۔ ابھی مٹی برابر کرنے لگے اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سانپ پاؤں کی طرف سے ظاہر ہوا اور ایک سانپ سر کی طرف سے ظاہر ہوا۔ دونوں آ کے مل کے کمر کے گرد لپٹ گئے۔ میت کے دو ٹکڑے کر دیے۔ یہ اخباروں میں آیا ہے راولپنڈی کا واقعہ ہے۔

چوتھا عبرتناک واقعہ:

حضرت عبداللہ بن عمر یا عبداللہ ابن عباس کا وقت تھا کچھ لوگ حج کے لیے گئے ان کا ایک ساتھی بیمار ہوا پھر فوت ہو گیا۔ لوگوں نے اس کے لیے قبر بنائی۔ دفن کرنے لگے تو دیکھتے کیا ہیں ایک سانپ بہت بڑا قبر کے اندر نمودار ہو گیا۔ نکالتے ہیں نکلتا نہیں ہے انہوں نے کہا کہ یہ تو نہیں ہو سکتا ہمارا ساتھی ہے سانپ کے ساتھ کیسے دفن کریں اس کو۔ دوسری قبر کھودو۔ دوسری قبر کھودی تو دفن کرنے لگے تو پھر وہی سانپ بہت بڑا سانپ موجود ہے۔ پھر تیسری قبر کھودی پھر وہی سانپ۔ پھر ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور ان سے عرض کیا یہ حال ہے کیا کریں انہوں نے فرمایا اس کے اعمال بد کا نتیجہ تم کو دکھایا گیا ہے یہ

سانپ سو قبریں کھودو وہاں بھی موجود ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ ہماری عبرت کے لیے دکھلا رہے ہیں یہ ایسا کوئی غلط کام کرتا ہوگا۔ حتیٰ کہ سانپ کی موجودگی میں دفن کر دیا گیا۔ ایسے بہت سے واقعات ہیں ایسے واقعات سن کر بھی انسان عبرت حاصل نہ کرے تو کب اور کیسے عبرت حاصل کر سکتا ہے اگر اب بھی ہماری آنکھیں نہ کھلیں اب بھی ہم سرکشی پر اڑے رہیں تو ہم کس وقت کا انتظار کر رہے ہیں؟

دفعۃً جو سر پہ آ پہنچے اجل
پھر کہاں تو اور کہاں دار العمل
آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور
جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
عمر یہ اک دن گزرنی ہے ضرور
قبر میں میت اُترنی ہے ضرور
آنے والی کس سے ٹالی جائے گی
جان ٹھہری جانے والی جائے گی
روح رگ رگ سے نکالی جائے گی
تجھ پہ ایک دن خاک ڈالی جائے گی

ٹی وی کے تباہ کن اثرات:

ہائے افسوس! ہم سب بھول گئے ایسے ایسے اثرات ہو رہے ہیں اس ٹی وی، وی سی آر اور کیبل سے ایسی ایسی ہلاکت والی چیزیں پیدا ہو رہی ہیں ایسے نمونے سامنے آرہے ہیں اللہ بچائے۔ اس کے اثرات غیر شعوری طور پر ہمارے دلوں کے اندر سرائیت کرتے چلے جارہے ہیں۔ ہمارے اخلاق گرتے چلے جارہے ہیں، کردار میں تبدیلی آتی چلی جا رہی ہے۔ اور بڑے تباہ کن اثرات ظاہر ہو رہے ہیں آپ جانتے ہیں ایک ہے حیا اور ایک ہے غیرت۔ یہ دو چیزیں بے حیائی کی باتوں سے روکنے والی ہیں۔ حیا کا غلبہ عورتوں میں

ہوتا ہے اور غیرت کا غلبہ مردوں میں یہ دونوں چیزیں فحاشی، زنا اور برائیوں سے روکنے والی ہیں فرماتے ہیں: اِذَا فَاتَکَ الْحَیَاءُ فَافْعَلْ مَاشِئْتَ o جب تیری حیا چلی جائے تو جو بھی تُو کرے تجھ سے بعید نہیں۔ یہ جو دونوں چیزیں ہیں یا تینوں چیزیں وی سی آر، ٹی وی اور کیبل ہماری غیرت کو ہماری حیا کو جلا رہی ہیں، تباہ کر رہی ہیں۔ ختم کر رہی ہیں۔ حیا بھی چلی گئی، غیرت بھی چلی گئی۔ آپ کو معلوم ہے کہ ولایت میں۔ (برطانیہ) ہم جن کی نقل کر رہے ہیں کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں ماں بھی ہے، باپ بھی ہے، بیٹی وہاں بیٹھی اپنے دوست کے ساتھ بری حرکتیں کر رہی ہے ان کو حق نہیں کہ روک سکیں۔ ایسی غیرت مٹ گئی ایسی حیالٹ گئی۔ قانون بن گیا ہے خبردار لڑکی جو کرے کر سکتی ہے کیا ہم بھی یہ چیزیں یہاں لانا چاہتے ہیں۔ یہ حیا اور غیرت مٹتے مٹتے کہاں تک بات پہنچ جاتی ہے۔ انسانی نسل کے تحفظ کے لیے ان حیاسوز واقعات کو روکنا پڑتا ہے۔ غیرت جارہی ہے، رخصت ہو رہی ہے، حیا رخصت ہو رہی ہے، نسل انسانی مٹتی چلی جارہی ہے۔ نہ سید سید رہے، نہ مغل مغل رہے، نہ پٹھان پٹھان رہے نسلیں بگڑ گئیں۔ مل جل گئے ہیں کون کون ہیں۔ پہلے نسلی امتیاز ہوتا تھا شریعت کا حکم ہے بغیر میل کے نکاح نہیں کر سکتے اپنے میل سے نکاح کرو۔ آج میل ہی نہیں رہا۔ انسان کو ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیے ہم کیا کر رہے ہیں کہاں جا رہے ہیں اور ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ ان سب کو تفریح کا سامان بنا رہے ہیں۔ سوچنا چاہیے کیا رسول اللہ ﷺ جن کے ہم اُمتی ہیں اور جن کی عزت اور محبت کے بغیر ہم مسلمان ہی نہیں رہ سکتے۔ کیا حضور ﷺ نے ایسی زندگی گزاری ہے کیا حضور ﷺ کے شاگردوں صحابہ کرام نے ایسی ہی زندگی گزاری ہے کیا ایسی زندگی کی تلقین کی ہے کیا صحابہ کرام کو دیکھنے والے تابعین اور ان کو دیکھنے والے تبع تابعین اور تمام اسلاف تمام بزرگوں نے ایسی ہی زندگی گزاری ہے جو دین پر چلنے والے ہیں۔ ہم کیوں جنازہ نکال رہے ہیں اس اسلام کا اپنے گھروں سے۔ ہمیں کچھ غیرت آنی چاہیے۔ ایسی تفریحات قطعاً حرام ہیں۔ ان سے لطف اندوز ہونا سخت گناہ ہے۔ ان سے بچنا چاہیے۔ آپ امریکہ کا سبق لے رہے ہیں۔ جائزہ لیا گیا ہے کہ

امریکہ کی آبادی اس وقت تیس کروڑ ہے۔ اور یہ بھی جائزہ لیا گیا ہے جن لڑکیوں نے شادی نہیں کی ہے اور مائیں بن گئی ہیں وہ ایک کروڑ دس لاکھ ہیں۔ شادی نہیں کی اور مائیں بن گئی ہیں بچہ گود میں ہے ایک کروڑ دس لاکھ ہیں۔ اور ایسی عورتیں کتنی ہوں گے جو بے حیا زنا کرا رہی ہیں اور حمل نہیں ٹھہرا ہوگا۔ ایسی عورتیں کتنی ہوں گے جنہوں نے حمل گرا دیا ہوگا۔ ایسی عورتیں کتنی ہوں گی جو ناجائز تعلقات میں لگی ہوئی ہیں یہ کا ہے کا نتیجہ ہے اسی ٹی وی کا، وی سی آر اور کیبل کا نتیجہ ہے۔ ہم ان کے پیچھے چلنا چاہتے ہیں۔ یہ متحرک تصاویر جو ٹی وی، وی سی آر اور کیبل ڈش انٹینا میں دیکھ رہے ہیں یہ ہمارے چاہے بوڑھے ہوں نوجوان ہوں، عورتیں ہوں، لڑکیاں ہوں سب کے جذبات کو مشتعل کرتی ہیں اور پھر بے غیرتی بے حیائی چلی جا رہی ہے عورتوں کا اخلاق گرتا چلا جا رہا ہے بن کے بج کے دھج کے رنگ رنگ کے لباس پہن کر خوبصورت بن کر باہر جا رہی ہیں۔ غیر محرم ہمیں دیکھیں۔ کہاں تو چھپانے کا حکم تھا پردے کا حکم تھا اب خوب بن کے بج دھج کے جا رہی ہیں تا کہ لوگ دیکھیں۔ کیا ہونا چاہیے تھا کیا ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف کرے اللہ تعالیٰ معاف کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ڈھیل دے رکھی ہے۔ جب پکڑیں گے سخت پکڑیں گے۔ کئی لوگوں نے مشاہدہ کیا ہے اور مشاہدے کے بعد بتلایا ہے۔ کہتے ہیں ہمارے بچے حافظ تھے۔ ٹی وی دیکھتے دیکھتے ایسا دماغ خراب ہو گیا کہ ان کا حفظ ختم ہو گیا۔ پکا کچا ہو گیا۔ کچا تھا بھول گئے۔ کیا آپ کہیں گے ہاں ٹھیک ہے بے شک ایسے کرتے رہو؟ حفظ کرنا فرض نہیں ہے حفظ کر کے اس کو یاد رکھنا فرض ہے۔ ایسے بُرے اثرات ظاہر ہو رہے ہیں اور پھر آپ کہتے ہیں کہ صاحب تفریح ہے تفریح ہے۔ یاد رکھئے آج جو ہمارے اوپر مصیبتیں آ رہی ہیں ایک سے بڑھ کر ایک آ رہی ہے جو پہلے مصیبتیں تھیں اس سے بڑھ کر آ رہی ہیں ان سب کی وجہ ہمارے معاصی ہیں ہمارے گناہ ہیں۔

وَمَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ o (سورۃ الشوریٰ آیت ۳۰)

ترجمہ: اور تم کو (اے گنہگارو) جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں سے (پہنچتی ہے)۔

پہلے بے حیا لوگ باہر جا کر چھپ کر بے حیائی کیا کرتے تھے۔ آج بے حیائی سامنے ہو رہی ہے اور ہماری غیرت کا جنازہ اس حد تک نکل گیا ہے کہ فحش حرکات دیکھ رہے ہیں۔ اُس فلم میں گندی حرکتیں دیکھ رہے ہیں اور ہماری بیوی بھی بیٹھی ہوئی ہے ہماری بہو بھی بیٹھی ہوئی ہے، ہماری لڑکی بھی بیٹھی ہوئی ہے، نوجوان لڑکے بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہماری غیرت بھی رخصت ہوگئی ہے۔ بچوں کی بھی حیا اور غیرت رخصت کر رہے ہیں کہ دیکھو بھائی تم بھی سبق لو تم بھی ایسی حرکتیں کرو۔ گویا ہم سبق دے رہے ہیں یہ ساری باتیں میں عرض کر رہا ہوں شریعت کے معیار سے، دین کے معیار سے، اللہ اور اللہ کے رسول کے معیار سے۔ باقی کوئی امریکہ کے معیار سے سوچے، بے شک سوچے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں ہے۔ جو شخص یہ سمجھے واقعی یہ ناجائز باتیں ہیں واقعی گناہ کی باتیں ہیں، واقعی حرام ہیں، واقعی بُری باتیں ہیں شریعت کے معیار سے ان کو ہوش کر لینی چاہیے اس سے پیشتر کہ آنکھیں بند ہوں۔ اس سے پیشتر کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے کے لیے آ جائیں انسان اپنے آپ کو ٹھیک کر لے۔

توبہ کی اہمیت:

اس وقت آپ سو برس کے گناہ گار ہوں توبہ کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے۔ وہ مہربان ہیں۔ سو برس کے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ آپ نے دیکھا نہیں جناب رسول اللہ ﷺ کے ستانے والے گالیاں دینے والے، برا بھلا کہنے والے، تنگ کرنے والے مسلمان ہو جاتے ہیں۔ سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں آج ہم اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں کیا گناہ معاف نہیں ہوں گے۔ وقت اب بھی ہے انسان توبہ کر سکتا ہے۔ جب فرشتہ آ گیا روح قبض کرنے والا غرغرہ بجنا شروع ہو گیا پھر توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اس سے پہلے توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ تو وَمَآ اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ ٥ آج انفرادی طور پر بھی مصائب آ رہے ہیں، اجتماعی طور پر بھی مصائب آ رہے ہیں۔ سب کی وجہ سب کا سبب

کیا ہے؟ یہ گناہ ہمارے۔ ان میں ایک گناہ رائج الوقت ہے گھر میں گھس گیا ہے پہلے ہم کہا کرتے تھے ہمارا بچہ باہر جاتا ہے بُرے لڑکوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے۔ ہمارا بچہ بگڑ گیا ہے اب ہم اپنے بچوں کو اپنے گھروں میں بٹھا کر بگاڑ رہے ہیں۔ پیسے خرچ کر کے وقت نکال کر تماشے دکھاتے ہیں اور بُری صحبت میں بُرے اثرات لے کر ان کو خراب کر رہے ہیں۔ وَمَآ اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ ٥ جتنی بھی مصیبتیں ہیں ہمارے گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اور اس کا علاج کیا ہے انسان توبہ کرے اور گناہوں کو چھوڑ دے۔ مصیبتیں ہٹ جائیں گی۔ تو علاج بالضد ہوتا ہے حقیقی علاج کیا ہے یہ کہ انسان ان گناہوں سے باز آ جائے توبہ کرے اور گذشتہ کی معافی مانگ لے۔ ٹھیک ہو جائے گا تو خدا کے لیے اگر آپ نے ٹی وی دیکھنا ہے تو گناہ تو سمجھو۔ اُس کو حلال تو نہ بناؤ۔ جائز تو نہ بناؤ۔ اگر آپ مجبور ہو گئے ہیں عاجز آ گئے ہیں چھوٹتا نہیں ہے۔ کم از کم اتنا تو کرو کہ رات کو بیٹھ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو جاؤ۔ ہاتھ اُٹھا لو یا اللہ یہ گناہ ہے یا اللہ یہ حرام چیز ہے۔ ہماری نسلیں خراب ہو رہی ہیں۔ میں دل سے بُرا سمجھتا ہوں۔ یا اللہ میرے بس میں نہیں ہے میں چھوڑ نہیں سکتا ہوں۔ یا اللہ جب تک میں چھوڑوں گا نہیں اس کی سزا ضرور ملنے والی ہے۔ سزا اس کی مجھے ملے گی۔ یا اللہ آپ توفیق عطا فرما دیجئے۔ یا اللہ آپ طاقت عطا فرما دیجیے۔ میں اس سے رُک جاؤں یہ لعنت گھر سے نکل جائے۔ آپ کچھ عرصہ کر کے تو دیکھو۔ عقدہ حل ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔ لیکن اگر آپ نے اس کو بُرا نہ سمجھا اس کو تفریح کا سامان سمجھتے رہے۔ تو یاد رکھو اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہم سب کو معاف فرمائے۔ اور صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ)

☆☆☆

تبلیغ کا حکم اور اس کا طریقہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا خَيْرًا كَثِيْرًا کثیراo

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًاo وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُo

(سورۃ التحریم آیت ۶)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو بھی اور اپنے اہل وعیال کو بھی دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کے اندر جلنے کے لیے پتھروں اور انسانوں کو استعمال کیا جائے گا اور اسی طرح حدیث شریف میں آتا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ o تم میں ہر ایک نگہبان ہے اور جو تمہارے زیردست ہیں ان سب کے متعلق تم سے سوال ہوگا تو جن لوگوں پر تمہارا اثر ہے جو تمہارے تابع ہیں ان کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے جیسے: بیوی، بچے، نوکر، شاگرد، مریدین ہیں جن کی ہمارے اوپر ذمہ داری ہے۔ ان کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لیے ان تمام امور سے روکنا چاہیے (جن

کے کرنے سے انسان دوزخ میں جاتا ہے) اور محاسبہ کرنا چاہیے اور جن سے جنت نصیب ہو گی ان کاموں کا علم ان کو ہونا چاہیے ان کا جائزہ لینا چاہئے کہ آیا وہ صحیح راستے پر ہیں یا نہیں یہ ہماری ذمہ داری ہے۔

تبلیغ کا پہلا درجہ:

ہم پر یہ فرض عین ہے خاوند اپنے بیوی بچوں کو یا شیخ اپنے مریدوں کو اور استاد اپنے شاگردوں کو دین کی صحیح باتیں سکھائے جس سے وہ دوزخ سے بچ جائیں اور جنت میں چلے جائیں اس لیے حکم ہے کہ اپنے آپ کو بھی اور اپنے بال بچوں کو بھی دوزخ کی آگ سے بچانا ہے بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جیسے ایک بچہ ہمارے پاس پرورش پا رہا ہے ہمارے زیر پرورش ہے تو وہ بھی اس حکم میں آتا ہے اگر ہم یہ کام بھی ذمہ داری سے کریں اور اپنے آپ کو بھی گناہوں سے بچائیں اور دوزخ سے بچائیں اور جنت میں جانے کے لیے وہ کام کریں جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں۔ اور اس کو اگر ہم خاص اہمیت دیں تو یہ بڑی مفید چیز ہے کبھی ان لوگوں کو جو ہمارے تابع ہیں ترغیب دے کر یا ڈرا کر اصلاح کریں شوہر اپنی بیوی کی اصلاح کرے اس سے گھر دیندار بن جائے گا۔ ایک گھر کا ماحول دیندار بن جائے گا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے بیوی بچوں کو خوب اچھی طرح دین کی تعلیم دیں تاکہ وہ دین کے پابند ہو جائیں یہ طریقہ ایسا ہے کہ اپنے اختیار میں ہے اور پائیدار بھی ہے۔ باہر جا کر، دُور جا کر اگر انسان تبلیغ کرے تو وہ طریقہ پوری طرح اختیار میں نہیں ہے۔ گھر والے قابو میں آجاتے ہیں۔ کام ٹھیک طریقے سے کرے تو ہر گھر کا ہر وہ بڑا آدمی جو اپنے گھر والوں کی اصلاح کرسکتا ہے وہ پورے گھر کو ٹھیک کرنے کا ذمہ دار ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ ہمیں فکر نہیں ہے۔ خدا کے معاملے میں ہم بے فکر ہیں کھانے کے معاملے میں ہم بڑے تیز ہیں یہ تو پوچھیں گے کہ کھانا تیار ہوا کہ نہیں اگر نہیں ہوا تو کیوں نہیں ہوا یا کھانا خراب ہو گیا تو بہت خفا ہوتے ہیں۔ نماز کے بارے میں کیوں نہیں پوچھتے کہ نماز

پڑھی ہے یا کہ نہیں؟ حکم ہے کہ بچہ اگر سات برس کا ہو جائے تو اس کو نماز کی عادت ڈالو۔ جب دس برس کا ہو جائے تو مار کر پڑھانی چاہیے۔ تاکہ بالغ ہونے تک عادت ہو جائے۔ بیوی اگر نماز میں سستی کرتی ہے تو اس کو پوچھنا چاہیے جب باقی کام آپ کرا سکتے ہیں تو یہ کام کیوں نہیں کرا سکتے۔ بعض مرتبہ کہتے ہیں کہ ہم نے کہا تھا مانتے نہیں ہیں جب کھانا پکانے کے لیے کہتے ہو اور وہ نہ مانے پھر کیا کرو گے۔ اس وقت تو آپ ناراض ہوں گے ایک ہوتا ہے مشورہ کہ نماز پڑھنی چاہیے اچھا کام ہے اور ایک ہوتا ہے حکم جہاں حکم ہوگا وہاں ڈر ہوگا۔ مشورے میں ڈر نہیں ہوتا۔ شوہر گھر کا حاکم ہے۔ اسلامی نظام کو چلانے کے لیے بھی گھر کا حاکم ہے اس واسطے شوہر کو بیوی کا اور بچوں کا سب کا فکر لازم ہے اب بچوں کی ہمیں فکر ہوتی ہے کہ پڑھیں، ڈاکٹر بنیں، انجینئر بنیں ہمیں فکر ہے ہم دیکھتے ہیں کہ اگر اسکولوں میں کالجوں میں پڑھائی اچھی نہیں ہوتی تو ٹیوشن لگاتے ہیں تاکہ جو مطلوبہ نمبر ہوں وہ حاصل ہو جائیں یہ فکر ہے دنیا کی تو پھر دین کی فکر کیوں نہیں ہے۔ اگر بچے کو دین نہیں آتا تو ٹیوشن رکھو یہ بھی تو ہونا چاہیے۔ دوزخ کی آگ سے بچانا ہے کہ نہیں۔ جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ اس کی فکر نہیں ہے۔ دنیا میں چند دن رہنا ہے اس کا فکر ہو رہا ہے اس واسطے یہ حکم دیا کہ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا o (سورۃ التحریم آیت ۶) کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ o تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور جو تمہارے زیر نگہبانی ہیں ان کے متعلق سوال ہوگا یہ تو دعوت خاصہ ہے دین کے لیے یہ ہر انسان پر فرض عین ہے۔ یہ بہت ضروری ہے اس میں ہم سستی کرتے ہیں۔

تبلیغ کا دوسرا درجہ:

ایک ہے عام لوگوں کو دعوت دینا اور ایک مجمع ہے ان کو خطاب کرنا ہر شخص کو یہ حق حاصل نہیں۔ یہ حق علماء کا ہے یا ان کا جن کو دین کا علم ہو ہر ایک یہ نہیں کر سکتا اس لیے کہ وعظ

کے ذریعے نصیحت کرنا یہ علماء کا کام ہے جو دین کا کافی علم رکھتے ہوں۔ تقریروں سے وعظوں سے کچھ نہ کچھ اصلاح ہو جاتی ہے اس کا حکم بھی ہے۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ o (سورۃ ال عمران آیت ۱۰۴) تم میں سے ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف ترغیب دیں، بھلائی کی طرف بلائیں بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان خود نہیں کر سکتا تو دوسرے جو یہ کام کر رہے ہیں ان کی اعانت کرے ان کی مدد کرے تاکہ وہ آسانی تبلیغ کا یہ کام کریں۔ مثال کے طور پر لوگوں کو ہوشیار کرے۔

مبلغین کی قسمیں:

تبلیغ کرنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ لوگ جو کسی سوال کرنے والے کے سوال کا جواب دیں اس کی حقیقت بیان کریں اس کے لیے اپنے مذہب پر عبور حاصل ہونا اور اپنے مذہب کا علم ہونا ضروری ہے تاکہ ہر بات کا جواب دے سکے۔ ایک ہوتا ہے دوسرے مذہب والوں کو اپنے مذہب کی طرف مائل کرنا جیسے دوسرے مذاہب والے ہیں قادیانی مذہب والے ہیں، عیسائی مذہب والے ہیں وہ اعتراض کرتے ہیں اسلام پر۔ اس لیے ان کے مذہب کا علم ہونا ضروری ہے تاکہ انہی کی کتابوں سے انہی کے مذاہب پر اعتراض کیا جا سکے اس طرح کے جواب کو الزامی جواب کہتے ہیں۔ اس کے لیے علم کی ضرورت ہے اور علم کے لیے ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہوتی ہے جو خاص طور پر یہی کام کر سکے۔ اس لیے اگر کوئی جماعت ہو، کوئی برادری اگر ہو تو ان کو چاہیے کہ وہ ایک ایسا آدمی تیار کریں جو عام لوگوں میں تبلیغ کر سکے باقی تبلیغ خاص اپنے گھر والوں میں بہت ضروری ہے اور اگر ہم تبلیغ نہیں کر سکتے تو دعا تو کر سکتے ہیں اسلام کی عزت کے لیے اسلام کی حفاظت کے لیے دعا کر سکتے ہیں۔ اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ انسان خود اتنا مکمل بن جائے عقائد کے لحاظ سے، معاملات کے لحاظ سے، ہر شعبۂ دین میں اتنا مکمل ہو جائے کہ لوگ ہمیں دیکھ دیکھ کر نیکی کی طرف راغب ہوں اور اگر ہمارے اخلاق صحیح نہیں یا عبادات صحیح نہیں ہیں یا دین کا کوئی اور شعبہ صحیح نہیں ہے تو لوگ ہم سے کیا سبق لیں گے۔

اسلام میں اخلاق کی اہمیت:

کفار پہلے زمانے میں مسلمانوں کے اخلاق دیکھ کر مسلمان ہوتے تھے۔ حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ جب ہندوستان آئے تو ایک لاکھ ہندو صرف اُن کو دیکھ دیکھ کر مسلمان ہوگئے تھے۔ مسلمان جب برما اور چین میں گئے تو ان کے اخلاق اور معاملات کو دیکھ دیکھ کر لوگ مسلمان ہوگئے تھے اس لیے ہمیں خود نمونہ بننا چاہیے کہ لوگ دیکھ دیکھ کر نیکی کی طرف آئیں۔ ہماری ہر چیز شریعت کے مطابق ہو تو ہم خود مجسمہ دعوت ہو جائیں گے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زرہ (زرہ ہوتی ہے لوہے کی پہلے لوگ جنگوں میں اس کو پہن کر لڑتے تھے تاکہ تلواروں کا اثر نہ ہو) ایک یہودی نے چوری کر لی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے مقدمہ کر دیا قاضی صاحب کی عدالت میں مقدمہ ہوگیا۔ قاضی صاحب نے کہا کہ اگر یہ زرہ آپ کی ہے تو آپ دو گواہوں کو لائیں انہوں نے ایک گواہ تو اپنے بیٹے کو پیش کیا اور ایک گواہ غلام تھا جس کو آزاد کر دیا تھا غلام کی گواہی تو قبول کرلی قاضی صاحب نے لیکن بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قبول نہیں کی۔ اس واسطے قاضی صاحب نے یہ فیصلہ کیا کہ گواہ پورے نہیں لہٰذا مقدمہ خارج کرتا ہوں جس کے پاس زرہ تھی اسی کے پاس رہے گی تو یہودی نے کہا کہ میں اسلام کی حقانیت کا قائل ہوگیا ہوں۔ حقیقت میں زرہ آپ ہی (حضرت علیؓ) کی ہے لیکن آپ کے اُصول اتنے پکے ہیں کہ گواہ نہ ہونے کی صورت میں میرے حق میں فیصلہ ہوا لہٰذا میں ایسے سچے اسلام کو قبول کرتا ہوں چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا۔ تو بات بتانا یہ ہے کہ ہم کو خود مجسمہ دعوت بننا چاہیے۔ مجسمہ دعوت اس طرح کہ ہمارے اخلاق بھی صحیح ہوں۔ ہمارا رہنا سہنا بھی ٹھیک ہو، ہمارے معاملات اور عقائد بھی ٹھیک ہوں، بچے بھی ٹھیک ہو جائیں گے ایک گھر کا ماحول دیندار بن سکتا ہے دین کی طرف آنے کی یہ سب سے بڑی پکی دعوت ہو سکتی ہے۔

اسلام کی حفاظت دو طریقوں سے ہوتی ہے:

اسلام کی حفاظت دو طریقوں سے ہوتی ہے ایک تو یہ کہ بیرونی حملے ہوتے ہیں جیسے عیسائی، قادیانی لوگ ہیں وہ ہمارے مذہب پر حملہ کریں تو اس کا جواب دیا جائے دوسرا یہ کہ اندرونی طور پر ہم مضبوط ہوں۔ اندرونی طور پر مضبوط ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسلام کو ہم اپنے اندر راسخ کرلیں کہ ہمیں دیکھ کر کافر بھی مسلمان ہو جائیں اور ہمارے ہر ایک عمل سے دین کا حکم ظاہر ہو یہی وجہ تھی کہ پہلے لوگ مسلمانوں کے اعمال اور اخلاق کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتے تھے۔ اس واسطے ایک بات یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنے آپ کو دین کا پورا پابند بنائیں۔ اپنے بیوی بچوں کو یا دوسرے جو ہمارے زیر اثر ہیں ان کو بھی پابند بنائیں تو تبلیغ میں ایک ہوتا ہے عام خطاب یہ علماء کا کام ہے عام وعظ کرنا۔ اور ایک ہوتا ہے خاص خطاب اپنے اہل وعیال کے لیے اور جو ہمارے زیر اثر ہیں اور ہمیں اندازہ ہے کہ مان بھی لیں گے تو ان کو تبلیغ کرنا واجب ہے اور ایک آدمی ہمارے زیر اثر نہیں ہے لیکن قرائن سے اندازہ ہے کہ مان لے گا تو اس کے لیے واجب نہیں بلکہ مستحب رہ جاتا ہے۔

تبلیغ کا تیسرا درجہ:

اور اگر ہمیں یہ اندازہ ہو کہ وہ ہماری بات کو ماننے کی بجائے ہمیں نقصان پہنچائے گا اور ہمارے زیر اثر بھی نہیں ہے تو وہاں تبلیغ سے منع کیا جاتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں آتا ہے۔ اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ○ (سورۃ توبہ آیت ۱۱۲) نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور شریعت کی حدود کی حفاظت کرتے ہیں۔ تو جب یہ معلوم ہو کہ ہم کہیں گے اچھی بات کے لیے تو اُلٹا ہمارے سر ہو جائے گا۔ ہمیں مارنے لگے گا اور برا بھلا کہے گا تو اس وقت اس کے لیے تبلیغ واجب نہیں رہتی۔ اس لیے جاہل آدمی کو یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے کو جا کر تبلیغ کرے اس لیے کہ وہ غلط بات کر جائے گا تبلیغ کے لیے فرماتے ہیں۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ

وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ٥ (سورۃ النمل آیت ۱۲۵) جب کسی کو دعوت دینی ہو عقلی اور علمی دلائل سے دو تا کہ اس کے دل پر اثر ہو اور بتانے کا کیا طریقہ ہونا چاہئے شفقت کا پہلو اس میں ہونا چاہیے وہ دل میں سمجھے کہ یہ میرا شفیق ہے خیر خواہ ہے اور ایسے مضامین پیش کرے جیسے دوزخ میں کیا کیا عذاب ہوتا ہے۔ جنت میں کیا کیا انعامات ہوتے ہیں تا کہ اس کو دوزخ سے بچنے کا خیال آئے اور جنت حاصل کرنے کا خیال آئے اور اگر کوئی بحث آ جائے تو آپ بھی دلیل دیں تو ایسے وقت اچھے طریقہ سے بات کرنی چاہیے اس کے ساتھ ضد نہ کرنی چاہیے ایسا نہ ہو کہ وہ بھی ضد میں آ جائے بہترین طریقہ نرمی سے پیش آنا ہے۔ تو یہ تبلیغ کا طریقہ بتایا گیا اور یہ نہیں دیکھنا چاہیے یہ میری بات مان رہا ہے کہ نہیں آپ شفقت سے علمی دلائل سے عقلی دلائل سے احسن طریقے سے سمجھائیں وہ مانے یا نہ مانے آپ نے اپنا کام پورا کر دیا۔ یہاں تک ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ بڑے غمگین ہوتے جب کافر اور مشرک لوگ آپ کو نہیں مانتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَاتَحْزَنْ عَلَیْهِمْ اے ہمارے حبیب آپ فکر نہ کریں یہ ہدایت ہمارے ذمہ ہے۔ اور ایک جگہ فرمایا۔ وَلَاتَکُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ ٥ اے ہمارے حبیب آپ دل میں تنگ نہ ہوں جو تدبیریں یہ آپ کے خلاف کرتے ہیں۔ اور ایک جگہ فرمایا۔ لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ ٥ (سورۃ نحل آیت ۱۲۷) اے ہمارے حبیب آپ اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے اگر وہ نہیں مانیں گے۔ مطلب یہ کہ تبلیغ کرنی ہے بیوی بچوں کو بعض مرتبہ بیوی بچے بھی خلاف ہو جاتے ہیں۔

تبلیغ تبلیغ کے طریقے سے ہونی چاہیے:

اب جو تبلیغ کا طریقہ ہے اس کے لحاظ سے تبلیغ کرے عقلی دلائل سے علمی دلائل سے شفقت سے اور ترغیب کے مضامین سے اور ڈرانے کے مضامین بیان کرنے سے۔ جنت کے متعلق بتائیں بڑے عمدہ طریقے سے۔ یہاں تک کہ آپ اس کا حق ادا کر دیں اور اب بھی نہ مانے تو اللہ پر چھوڑ دیں۔ بعض لوگ کوشش بھی نہیں کرتے یہ بھی بری بات ہے

بعض لوگ کوشش تو کرتے ہیں مگر اپنی جان کو گھلاتے رہتے ہیں کہ ہائے کیوں نہیں مانتے صحیح طریقہ یہ ہے کہ اپنی طرف سے جو صحیح تدبیریں ہیں ان کے اندر کمی نہ ہو اس سب کا مقصد کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں اور جو انہوں نے حکم دیا ہے وہ ادا ہو جائے آخرت میں اجر مل جائے آخرت میں ہمیں ناکامی نہ ہو باقی رہا یہ کہ اگر وہ نہیں مانتے سو انہیں اللہ کے سپرد کر دینا چاہئے۔ ایک چیز سمجھ لیجئے جیسے نماز فرض ہے اور روزہ فرض ہے اور زکوٰۃ فرض ہے یا عقائد ہیں اسلام کی جو موٹی موٹی باتیں ہیں ان کے لیے کہے مثلاً نماز ضرور پڑھنی چاہیے یہ تو قطعی بات ہے یہ بات تو ہر کوئی کر سکتا ہے لیکن باقی چیزوں میں تفصیل کے ساتھ بیان کرنا یہ سمجھدار لوگوں کا کام ہے تو موٹا اُصول یاد رکھنا چاہیے کہ جہاں اپنے آپ کو نقصان کا ڈر ہو کہ اگر ہم نے دین کی بات کی ان کو کہا سنا تو یہ ہمارے خلاف ہو جائیں گے۔ ماریں گے پیٹیں گے گالیاں دیں گے برا بھلا کہیں گے تو وہاں ہمیں بالکل منع کر دیا گیا ہے اور جہاں یہ خیال ہو کہ مان لیں گے تو وہاں مستحب ہوتا ہے اور جہاں یقین ہو کہ مان لیں گے تو وہاں واجب ہوتا ہے تو سب کا حاصل جس کے لیے بار بار متوجہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جن پر کسی نہ کسی قسم کی قدرت حاصل ہو جیسے بیوی بچے ہیں مرید ہیں شاگرد ہیں ان پر قدرت ہوتی ہے تو شریعت نے یہاں بار بار متوجہ کر دیا ہے کہ ان کو تبلیغ ضرور کرنی چاہیے۔ ایک مرید ہے اس نے وعدہ کیا ہوتا ہے پیر کے ساتھ جو آپ بتائیں گے وہ کروں گا جو آپ بتائیں گے ضرور عمل کروں گا اس کو بھی سمجھانا واجب ہوتا ہے کیونکہ اس نے وعدہ کیا ہے اور پیر نے وعدہ لیا ہے۔ اگر یہ پیر مرید سے چشم پوشی کرے اور اس کو غلط بات پر نہ سمجھائے تو یہ خیانت ہو جائے گی۔ یہ وعدہ خلافی ہو جائے گی اس واسطے پیر کے ذمہ ضروری ہے کہ اگر کوئی مرید بدعنوانی کرے تو اس کو پکڑے اور سزا دے اور ایک یہ ہے کہ بیوی بچے ہیں انہوں نے وعدہ تو نہیں کیا ہے لیکن شرعاً محکوم ہیں ان کے لیے بھی ہمیں بتایا گیا ہے کہ ان کو دین کی طرف لاؤ۔ اور بار بار متوجہ کرو۔ قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا ٥ وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ٥ (سورۃ التحریم آیت ٦) ایسی دوزخ سے بچاؤ کہ جس کے ایندھن کے لیے انسانوں کو اور پتھروں کو

استعمال کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ نیکی کی ترغیب دینا وہاں ضروری ہے جہاں ہم کو پوری تسلی ہو کہ مان لے گا یا برائی سے روکنے پر رک جائے گا اور جہاں یہ ڈر ہو کہ یہ ہمیں جسمانی نقصان پہنچائے گا ہمارے خلاف ہو جائے گا تو وہاں خاموشی بہتر ہے۔ ان کے لیے دعا کرتے رہیں اور ہمیشہ یاد رکھیں کہ ہم نے اپنے آپ کو دین کا پورا پابند بنانا ہے یہ عجیب بات ہے کہ انسان اپنے معاملات کو خراب کر رہا ہے اپنا رہنا سہنا خراب کر دیا ہے اور اخلاق خراب کر دیے ہیں لیکن دوسرے کو سمجھا رہا ہے پہلے اپنے آپ کو ٹھیک کرنا ضروری ہے پہلے اپنے آپ کو بھی ٹھیک کرو جو سب سے زیادہ ضروری ہے ہم نے اپنے آپ کو بھی ٹھیک کرنا ہے پھر اپنے بیوی بچوں کو پھر دوسرے آتے ہیں اس لیے کہ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ○ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر یہ حکم دیا کہ اپنے آپ کو اور اپنے بیوی بچوں کو دوزخ کی آگ سے بچانا ہے اب یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ لڑائی شروع کر دی ایسا نہ ہونا چاہیے بلکہ جس طرح دوسرے کام منواتے ہو اسی طرح یہ کام بھی محبت سے نرم لہجے سے منوانا چاہیے اور سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ جن باتوں کا مردوں کو علم ہو وہ دین کی ان باتوں کو طریقے سے بیان کرتے رہیں وقت متعین کرنا چاہیے گھر میں دینی مذاکرات کرنے چاہئیں دین کی کتابیں سنانا چاہئیں یہ ہمارے لیے فرض اور واجب کا درجہ رکھتا ہے۔ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ○ کے حکم میں آتا ہے اب ہمارے دل میں نماز کی بڑی اہمیت ہے جماعت کی بہت اہمیت ہے اور چھوڑ دینے سے بڑا ڈر لگتا ہے یہ اہمیت بچوں میں نہیں ہے اور چھوڑ دینے سے ڈر بھی نہیں ہے۔

گھر میں تبلیغ کا طریقہ:

اگر بیوی کے دل میں نماز کی اہمیت نہیں ہے تو وہ اہمیت پیدا کرنا بھی ہمارا کام ہے جب ان کے دل میں اہمیت پیدا ہو جائے گی تو وہ ہمیں کہے گی کہ جاؤ نماز پڑھنے نماز کو دیر ہو رہی ہے کیوں نہیں پڑھ رہے ہو تو یہ اہمیت پیدا کرنا بھی دین کی کتابوں سے مذاکرات سے ہوتا ہے آپ بار بار کہتے رہیں کتابیں پڑھ کر سناتے رہیں تاکہ گھر کا ماحول دیندار بن

جائے یہ کام آپ آسانی سے کر سکتے ہیں اور کامیابی بھی ہو سکتی ہے ایک گھر کا ماحول اگر دیندار بن جائے تو سمجھئے یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور یہ نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں سرخرو تو ہو جائیں گے جب پوچھا جائے گا کہ ہم نے تم پر اپنے بیوی بچوں کو تبلیغ کرنا فرض کیا تھا تم نے کیا کام کیا کم از کم اس سے سبکدوش ہو جائیں گے اور اس عذاب سے تو بچے رہیں گے اس واسطے گھر میں دینی کتاب پڑھنے کا ایک معمول بنانا چاہیے۔ بہشتی زیور ہے بڑی بہترین کتاب ہے ہر طرح کا بیان ہے۔ معاشرت کا بھی اخلاق کا بھی ہے عقائد کا بھی اور عبادات کا بھی ہے یہاں تک کہ نیک عورتوں کی کہانیاں بھی اس میں ہیں۔ اخلاق سنوارنے کے طریقے بھی ہیں بلکہ بچوں کی تربیت کا بیان بھی اس میں آتا ہے حقوق کا بیان بھی ہے۔ اس طرح حیوۃ المسلمین ہے اس میں دین کے شعبوں کو مختصر کر کے بیان کیا گیا ہے اور اگر آپ بار بار پڑھیں تو بیوی بچوں کے ذہن میں بات بیٹھ جائے گی کہ یہ باتیں ضروری ہیں ان کو کرنا چاہیے۔ اس طرح گناہوں سے بچنے کے لیے جزاء الاعمال ہے اس میں لکھا گیا ہے کہ گناہ کرنے سے دنیا کے یہ نقصان ہوتے ہیں اور آخرت میں یہ نقصان ہوتے ہیں۔ اگر بیوی بچوں کو علم ہو گا تو گناہ چھوڑیں گے جب ان کو علم ہی نہیں تو آپ اگر لٹھ لے کر کھڑے ہو جائیں کہ صاحب یہ کام مت کرو۔ ٹی وی کی عادت پڑی ہوتی ہے بیوی بچوں پر اگر لاٹھی لے کر کھڑے ہو جائیں تو وہ کیسے چھوڑیں گے۔ جب تک ان کے ذہن میں اس گناہ کی برائی نہ بیٹھ جائے وہ اس برائی کو برائی سمجھیں گے ہی نہیں۔ فرض کرو اگر لاٹھی کے ڈر سے آپ کی موجودگی میں نہ دیکھیں گے تو آپ کی عدم موجودگی میں دیکھ لیں گے۔ اگر دل کے اندر خدا کا خوف بیٹھ جائے گا تو وہ خود ہی چھوڑ دیں گے اس واسطے جن کاموں کی اہمیت ذہن نشین ہو جاتی ہے پھر یا تو آدمی اس کام کو کرتا ہے یا اس سے بچتا ہے تو جزاء الاعمال ایک ایسی کتاب ہے اس کے اندر تمام گناہوں کے نقصانات دنیاوی بھی اور اخروی بھی بیان کر دیے گئے ہیں۔ اگر علم ہو گا تو ہمارے بیوی بچے گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں گے اگر

بیوی کے دل میں دین کی اہمیت بیٹھ جائے تو وہ ہم سے بھی زیادہ مضبوط ہو جائے گی۔ عورتیں زیادہ مضبوط ہو جاتی ہیں ہاں سمجھانے کا طریقہ ہمارے اختیار میں ہوتا ہے اگر ہم صحیح طرح سمجھائیں لاٹھی لے کر نہیں بلکہ محبت سے پیار سے کہتے رہیں انشاء اللہ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ وہ ہم سے بھی زیادہ مضبوط ہو جائیں گی۔ اسی طرح ''تبلیغ دین'' ایک اور کتاب ہے اس میں جتنے برے اخلاق ہیں ان کا بیان کیا گیا ہے اور جتنے اچھے اخلاق ہیں ان کا بیان ہے اس کے پڑھنے سے ہمیں بھی فکر پیدا ہوگی کہ ہمیں بھی اچھے اخلاق پیدا کرنے چاہئیں برے اخلاق سے بچنا چاہیے۔ برے اخلاق میں کیا نقصان ہے سارا کچھ بیان کیا گیا ہے اور اگر کوئی خود نہ بچ سکے تو کسی بڑے سے پوچھ لینا چاہیے کہ یہ گناہ میرے اندر ہے اس کا کیا علاج کروں اسی طرح ایک اور کتاب ''تعلیم الدین'' ہے اس میں دین کی چھوٹی موٹی باتیں بیان کی گئی ہیں یہ چند کتابیں ہیں یا اور کسی کتاب کے متعلق اپنے کسی بڑے سے پوچھ لینا چاہیے اسی طرح انسان کچھ بزرگوں کے حالات سناتا رہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ بزرگوں نے کتنی محنت کر کے اپنے معاملات معاشرت اخلاق ٹھیک کیے اور دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب و کامران ہوئے تو حاصل یہ ہوا کہ تبلیغ پہلے اپنے بیوی بچوں شاگردوں مریدوں کو کرنی چاہیے اس کے لیے بہشتی زیور، حیوۃ المسلمین، جزاء الاعمال، تبلیغ دین، تعلیم دین یا اس قسم کی کتابیں بزرگوں سے پوچھ پوچھ کر گھر میں تھوڑا سا ٹائم نکال کر سناتے رہیں آہستہ آہستہ آپ دیکھیں گے کہ اس کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے۔ ان کے اندر تبدیلی پیدا ہونا شروع ہو جائے گی گناہوں سے بچنے لگیں گے۔ نیکیوں کی طرف راغب ہونے لگیں گے۔ دنیا بھی منور ہو جائے گی۔ آخرت بھی منور ہو جائے گی اور کامیاب و کامران ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ)

☆☆☆

گناہوں سے اجتناب اور اس کا حکم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا خَيْرًا كَثِيْرًا كَثِيْرًاo

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ط اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَo (سورۃ الانعام آیت ۱۲۰)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ہمیں ایک بہت نقصان دہ چیز سے متنبہ فرمایا ہے اور یہ نقصان دہ چیز چھوڑنے میں ہمارا ہی نفع ہے، سراسر ہمارا ہی نفع ہے، ہمارا ہی فائدہ ہے حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر دنیا کی ساری مخلوق نیک کام شروع کر دے۔ انبیاء علیہم السلام جیسے کام کرنا شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ کی شان میں ذرہ برابر اضافہ نہیں ہوتا اور اگر ساری دنیا مل کر اللہ کی نافرمانی شروع کر دے تو بھی اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں کچھ کمی نہیں ہو سکتی۔ اس کی ذات گرامی جیسی ہے ہمیشہ ویسی ہی رہے گی اُس میں کچھ کمی نہیں ہو سکتی۔ تو معلوم ہوا جس نقصان کے بارے میں اللہ جل شانہ تنبیہ فرما رہے ہیں اس سے بچنے

میں سراسر ہمارا ہی نفع ہے، ہمارا ہی فائدہ ہے کہ ہم اپنے نقصان کی چیز سے بچ جائیں ارشاد فرماتے ہیں:

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ O ظاہری گناہوں کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہوں کو بھی چھوڑ دو۔

ظاہری اور باطنی گناہوں کو چھوڑ دو:

ظاہری گناہ تو ہم شمار کر لیتے ہیں چوری کرنا، زنا کرنا، ڈاکہ ڈالنا، اغواء کرنا، سود کھانا شراب پینا۔ اس قسم کے گناہوں کو ہم تصور کرتے ہیں۔ لیکن باطنی گناہوں کو جیسے تکبر ہے، حسد ہے، بغض ہے، ریا ہے، کینہ ہے، جھوٹ ہے، غیبت ہے، جاہ کی محبت ہے، مال کی محبت ہے، ان چیزوں کو ہم گناہ ہی تصور نہیں کرتے اور ان کا حکم یہ ہے کہ دونوں کو چھوڑ دو۔ ظاہری گناہوں کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہوں کو بھی چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ O (سورۃ لقمٰن آیت ۱۸) کسی بھی متکبر آدمی کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے۔

غیبت ہے جہاں ہم دو چار آدمی بیٹھ جاتے ہیں قرآن مجید پڑھنے والے، نفلیں پڑھنے والے، ذکر کرنے والے یہ لوگ بھی غیبت کے گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ فلاں ایسا ہے، فلاں ایسا ہے، فلاں ایسا ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ غیبت کی تعریف یہ ہے کہ جب آپ کا کوئی مسلمان بھائی موجود نہ ہو اس کی عدم موجودگی میں ایسی بات کی جائے کہ اس کو معلوم ہونے کے بعد ناگوار ہو اس کو غیبت کہا جاتا ہے اس بات سے آپ اندازہ لگا لیجیے کہ ہم غیبت میں کتنے مبتلا ہیں۔ پھر حکم یہ ہے کہ:

اَلْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا O غیبت کا گناہ زنا سے بھی زیادہ ہے۔

اس کو ہم اور آپ کیوں نہیں سمجھتے۔ ہم لوگ ریا میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔ دکھاوے کے لیے بھی کام کرتے ہیں۔ کھانا ہے تو دکھاوے کے لیے اور بیشمار باتیں

دکھاوے کے لیے کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلطَّعَامُ الْبَارِيْن O جو کھانا دکھاوے کے لیے بنائے اس کھانے سے منع فرما دیا۔ کھانا نہ کھاؤ۔ ولیمہ ہے اور آج ہمارے ولیمے کس طرح ناجائز اُصول اختیار کر گئے ہیں۔ غریبوں کو ہم بھلا دیتے ہیں۔ غریبوں کو ہم پاس نہیں آنے دیتے، بڑے بڑے اُمراء کو دوستوں کو بلا کر کھانا کھلا دیتے ہیں ایسے کھانے کو تو: شَرُّ الطَّعَامِ كَانَ الْوَلِيْمَةُ O یہ سب سے بُرا کھانا ہے۔ فرماتے ہیں: ظاہری گناہوں کو بھی چھوڑو اور باطنی گناہوں کو بھی چھوڑو تب جا کر کامیابی ہو سکتی ہے۔

دیکھ لیجیے گانے سننے میں ہم کتنے مبتلا ہیں۔ کئی کئی کیسٹیں گانوں سے بھری ہوئی ہم اپنے گھروں میں رکھ لیتے ہیں، دکانوں میں رکھ لیتے ہیں، کپڑوں میں رکھ لیتے ہیں۔ سمجھتے ہیں ظاہری طور پر تو ہم تفریح کرتے ہیں محظوظ ہوتے ہیں یہ معلوم نہیں اس کے اندر کتنا نقصان ہوتا ہے۔ جیسے: ٹی وی ہے، وی سی آر ہے۔ اس قدر فحش پروگرام آتے ہیں جس میں گانے ہوتے ہیں اور طرح طرح کی فحش حرکات ہوتی ہیں اور ہم ایک تفریح کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ہم شریعت کے معیار کو تو سوچتے نہیں اور تفریح کے معیار کو سوچتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زنا صرف ایک اس چیز ہی کا نام نہیں جس کو تم زنا سمجھتے ہو بلکہ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں۔ کیونکہ کسی گناہ کی چیز کو دیکھنا بھی زنا ہے کسی غیر محرم کو دیکھنا، کسی بری چیز کو دیکھنا بھی زنا ہے۔ زبان بھی زنا کرتی ہے۔ جب کوئی کسی سے فحش کلامی کرتا ہے زبان کا زنا ہے۔ کان بھی زنا کرتے ہیں۔ بُری باتیں سننا۔ زنا کے متعلق غلط باتیں سننا یہ بھی زنا ہے۔ اس کے علاوہ ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں، پاؤں بھی زنا کرتے ہیں اور اصل زنا تو زنا ہے ہی۔ جب انسان آنکھ کو کسی بُری جگہ استعمال کرتا ہے تو آنکھ کا زانی ہے اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جائے گا۔ زبان سے بُری حرکات کرنے سے سب لکھ دیا جائے گا، زبان کا زانی ہے، کان کا زانی ہے، آنکھ کا زانی ہے کون کس کا زانی ہے۔ جب

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تو کیوں نہیں لکھا جائے گا۔ ہم نے کتنا ان کو چھوڑنے کا اہتمام کیا ہے جب دل میں آتا ہے تو پاؤں سے چل کر جا کر بیٹھتے ہیں، کانوں سے سنتے ہیں، آنکھوں سے دیکھتے ہیں، زبان سے اظہار کرتے ہیں، سارے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور پھر حواس کے اندر فحش حرکات فحش خیالات اور فحش باتیں ہوتی ہیں ان کو سن کر ذہن اور دماغ ایسا بن جاتا ہے کہ بُری حرکات پر خود مائل ہو جاتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بُری چیز بُری چیز ہے۔ حقیقت میں مخرب اخلاق ہے۔ شریعت کی نظر میں اور اللہ کے مقبولین کی نظر میں۔ لیکن ہم اس کو معمولی سمجھتے ہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؀ ظاہری گناہوں کو بھی چھوڑو اور باطنی گناہوں کو بھی چھوڑو، گناہ کی نحوست ایسی ہوتی ہے کہ بعض دفعہ دنیا میں اس کی سزا مل جاتی ہے۔ قبر میں تو اس کی سزا ملتی ہی ہے۔ پھر حشر اور قیامت کے دن ضرور ملے گی۔ بعض دفعہ انسان کو دنیا میں اللہ تعالیٰ دکھا دیتے ہیں۔

ایک اللہ والے فرماتے تھے کہ جب مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو میری بیوی میرا کہنا نہیں مانتی۔ میری اولاد میری نافرمان ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ میری سواری میری تابعداری نہیں کرتی اور میں فوراً بھانپ جاتا ہوں کہ آج مجھ سے ضرور کوئی گناہ ہوا ہے۔ فوراً اللہ سے رجوع کرتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں۔ ایسے لوگوں کو جن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ ذرا سی لغزش پر بھی، ذرا سی بات پر بھی پکڑ لیا جاتا ہے۔ اللہ کے بعض بندے عام طور پر بڑی بڑی تسبیحات کرتے ہیں، ذکر کرتے ہیں مگر بعض دفعہ تادیباً اللہ تعالیٰ ذکر سے بھی محروم فرما دیتے ہیں۔

ایک اللہ والے کا واقعہ:

ایک اللہ والے جو ہمیشہ اللہ کا نام لیا کرتے تھے ایک دفعہ حسب معمول تہجد کے وقت اُٹھے اور نوافل پڑھنے کے بعد تسبیحات میں اللہ اللہ کرنا چاہا۔ آج اللہ اللہ کرنا چاہتے ہیں زبان سے اللہ کا لفظ نہیں نکل رہا۔ اب انہی سے پوچھو جن پر پڑی ہے ہم آپ تو ذکر کے

عادی ہیں نہ ذکر سے مناسبت ہے نہ ذکر کرتے ہیں ہمیں کیا پتہ اُن پر کیا گزرتی ہے۔

بر دل سالک ہزاراں غم بود
گرزِ باغ دل خلالے کم بود

جنہوں نے دل کا باغ آباد کیا ہوا ہوتا ہے اگر ایک تنکا بھی کم ہو جاتا ہے تو اُن پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں، وہ رونے لگتے ہیں، گڑگڑانے لگتے ہیں۔ تو انہوں نے عرض کیا یا اللہ ضرور مجھ سے کوئی گناہ ہوا ہے مہربانی فرما کر میرے گناہوں کو معاف فرما دیجئے، مجھے اپنا نام لینے کی توفیق عطا فرما دیجئے۔ رو رہے ہیں، گڑگڑا رہے ہیں، عاجزی کر رہے ہیں، آہ و زاری کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے الہام فرمایا آج سے اتنا عرصہ پہلے تم نے ایک بات کی تھی جس سے دین کا استخفاف ہوتا تھا، دین کا ہلکا ہونا ظاہر ہوتا تھا اس کے لیے ہم نے تم کو مہلت دی تھی آج توبہ کرلو، آج کرلو، اتنا عرصہ ہوا تم نے توبہ نہیں کی۔ آج اس کی پاداشت میں ہم نے تمہیں پکڑ لیا ہے۔ تمہاری زبان بند کر دی ہے۔ توبہ کرنے کے بعد گناہ معاف ہوا اور اللہ تعالیٰ کا نام مبارک لینے کی توفیق عطا فرمائی۔ ہمیں عادت نہیں ذکر کی۔ اس واسطے ہمیں اس وقت کچھ احساس نہیں ہے۔

پابندی سے ذکر اللہ کی محبت کا ذریعہ ہے:

جو انسان پابندی سے اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ سے تعلق صحیح پیدا ہو جاتا ہے۔ گناہ چھوٹنے لگ جاتے ہیں نیکی کی طرف رغبت ہو جاتی ہے اسی لیے فرمایا: مَنْ لَّا وِرْدَ لَهٗ لَا وَارِدَ لَهٗ جس کا کوئی ورد اور وظیفہ نہیں ہوتا اس کے دل میں اچھے خیالات نہیں ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کا نام مبارک بڑا میٹھا نام ہے اُس کا نام لینے والوں سے اس کا حال پوچھو کیا حال ہوتا ہے اسی طرح مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اللہ اللہ ایں چہ شیریں است نام
شیر و شکر می شود جان تمام

کیا پوچھتے ہو کہ اللہ کا نام کتنا میٹھا ہے کہ اللہ کا نام لیتا ہوں تو ساری جان شیر وشکر کی طرح میٹھی ہو جاتی ہے یہ صاحب ذوق حضرات کو معلوم ہوتا ہے، ہم تو ذکر کرنے کے عادی نہیں ہمیں کیا معلوم۔

ایک مثال دیتے ہیں مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صحبت ماہی کند شب را چوں شیر

کہتے ہیں اندھیری رات ہوتی ہے، چودھویں رات کا چاند نظر آتا ہے، ساری رات کی ظلمت کو روشنی سے بدل دیتا ہے، ارے اللہ کا نام صدق دل سے لو تو کیا اللہ کا نام تمہارے دل کے اندر روشنی پیدا نہیں کرے گا؟

مولانا فرماتے ہیں:

اللہ اللہ گو برو در وسط عرش

زیر معراج تو باشد چرخ فرش

کہتے ہیں تو اللہ اللہ جب کرے گا تیری روح پرواز کر کے عرش پر پہنچ جائے گی اور تو جب عرش پر ہوگا تو یہ آسمان جو ہے تیرے نیچے ہوگا، تیری معراج اوپر ہوگی اور آسمان تیرے نیچے ہوگا لیکن یہ تبھی ہوتا ہے جب انسان کے اندر ذوق وشوق ہو اللہ اللہ کرتا رہے اللہ اللہ کرتا رہے پھر جا کے ہوتا ہے اور ہم اگر اللہ اللہ کرتے بھی ہیں تو اوپری دل سے کرتے ہیں توجہ سے نہیں کرتے دھیان سے نہیں کرتے، انسان ذوق شوق سے کرے، توجہ سے کرے، دھیان سے کرے۔ یہ سمجھے کہ میرا اللہ یہاں موجود ہے میں جس کے سامنے ذکر کر رہا ہوں میرے اللہ جن کا میں نام لے رہا ہوں وہ میرا نام لے رہے ہیں۔ انسان حق تعالیٰ کی عظمت کو ذہن میں رکھے اس کی جلالت شان کو ذہن میں رکھے۔ اس کی محبت کو ذہن میں رکھے، اس کی ہیبت کو ذہن میں رکھے پھر دیکھو کیسے ذوق پیدا ہوتا ہے جتنا آدمی توجہ اور دھیان سے ذکر کرتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کا اثر ہوتا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ:

اے مے خاندہ ای ہر دمے نام پاک

اثر نہیں ہوتا، دردناک نہیں ہوتا، عشق ناک نہیں ہوتا، فکر نہیں ہوتا، دھیان نہیں ہوتا، توجہ نہیں ہوتی اسی لیے اثر نہیں ہوتا تو فرماتے ہیں جتنا بھی تم نام توجہ اور دھیان سے لو اتنا ہی زیادہ اثر کرے گا آپ توجہ اور دھیان سے اللہ تعالیٰ کا نام لیتے رہیے اس میں تسبیح بھی آجاتی ہے، نمازیں بھی آجاتی ہیں، اس میں تلاوت بھی آجاتی ہے، سارے اعمال جتنے بھی ہیں سب اس میں آجاتے ہیں آپ اللہ کا نام پابندی سے لیتے رہیں گے انشاء اللہ اللہ تعالیٰ جل شانہ سے محبت پیدا ہو جائے گی وہ محبت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روک دے گی اور فرمانبرداری پر تیار کر دے گی آخرت بن جائے گی، آخرت اچھی ہو جائے گی، قبر اچھی ہو جائے گی۔

گناہ پر دنیا میں بھی سزا ملتی ہے:

بات یہ چل رہی تھی کہ گناہ ایسی چیز ہے جس پر بعض دفعہ اللہ تعالیٰ دنیا میں سزا دے دیتے ہیں اللہ کا نام لینے والوں سے نام لینے کی توفیق سلب کر لیتے ہیں اور بعض دفعہ انسان گناہ کرتے کرتے رحمت حق سے مایوس ہو جاتا ہے ایک آدمی کا آخری وقت تھا، ساری عمر گناہوں میں گزاری تھی پاس ایسا شخص تھا جو حقیقت میں ہمدرد تھا کہا توبہ کر لو تمہارے چل چلاؤ کا وقت ہے شاید تمہاری توبہ قبول ہو جائے گناہوں سے معافی مانگ لو بیماری ایسی ہے بچنے کی اُمید نہیں ہے وہ کہنے لگا میں نے اتنے گناہ کیے ہیں اتنے گناہ کیے ہیں میری بخشش کا کوئی ذریعہ ہو ہی نہیں سکتا کہو کیا کہتے ہو۔ گناہ اس قدر زیادہ ہیں توبہ کیا کروں میں۔ بس انہی گناہوں کی وجہ سے مایوسی میں آ کر اسی نافرمانی کی حالت میں انتقال کر گیا توبہ کی توفیق نہیں ہوئی۔ بعض دفعہ شیطان ہمیں سمجھا دیتا ہے کہ صاحب اگر ایک دفعہ دل بھر کے گناہ کر لو جوش نکل جائے اور پھر توبہ کر لیں گے یہ شیطانی وسوسہ ہے جتنا آپ گناہ کرتے چلے جائیں گے اتنی پختگی آتی جائے گی، جتنا آپ گناہ سے بچتے جائیں گے اتنی ہی

کی آتی جائے گی انسان یہ کہے کہ گناہ کر کے جوش مٹ جائے گا میں توبہ کرلوں گا یہ نہیں ہو سکتا آپ درخت کو جتنا پانی دیتے چلے جائیں گے اس کی جڑیں اتنی ہی مضبوط ہوتی چلی جائیں گی جتنا پانی نہیں دیں گے جڑیں خشک ہو جائیں گی۔ درخت کو شروع سے پانی دیتے رہو جڑیں اتنی مضبوط ہو جاتی ہیں کہ آپ اکھیڑ نہیں سکتے اور شروع شروع میں آپ ایسے ہی ہاتھ سے اکھیڑ لیتے ہو۔ اس طرح گناہ کرتے کرتے اس طرح پختہ ہو جائے گا کہ تم کو چھوڑنا مشکل ہو جائے گا اس کا طریقہ یہی ہے کہ انسان فوراً کوشش کرے اور اس گناہ کو چھوڑ دے پتہ نہیں کہ توبہ کی توفیق ہوتی ہے کہ نہیں ہوتی۔ ایک شخص کا زنا کرتے کرتے انتقال ہو گیا اسے توبہ کی توفیق نہیں ہوئی کل قیامت کے دن یہی برائی کرتے ہوئے اُٹھایا جائے گا۔ اسی واسطے فرماتے ہیں:

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ٥ ظاہری گناہوں کو بھی چھوڑنا ہے اور باطنی گناہوں کو بھی چھوڑنا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ جلدی توبہ کرے گناہوں کی زندگی سے باز آ جائے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والی زندگی سے بچ جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر رہا ہے جس اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا جو آج تک ہمیں روزی پہنچا رہا ہے ربوبیت فرما رہا ہے آنکھیں انہوں نے دیں، کان انہوں نے دیئے، دل و دماغ انہوں نے دیئے، ہاتھ پاؤں انہوں نے دیئے اگر آج ہماری ایک آنکھ سلب کر لیں ہم کیا کر سکتے ہیں۔ آن کی آن فالج ہو جائے کیا کر سکتے ہیں انسان کو چاہیے کہ جلدی توبہ کرلے ورنہ پھر پشیمانی ہوگی۔

ایک شخص کا واقعہ:

ایک شخص کو دیکھا گیا۔ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا (بیت اللہ شریف کے طواف کے دوران کئی دعائیں مانگی جاتی ہیں) وہ شخص ایک ہی دعا مانگ رہا تھا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ غَضَبِکَ ٥ یا اللہ میں آپ کے غصے سے آپ ہی کی پناہ میں آتا ہوں۔ بار بار یہی دعا، بار بار یہی دعا۔ کسی نے پوچھا بھئی یہ تم ایک ہی دعا کی رٹ لگا رہے ہو کیا بات ہے

اس نے اپنی آنکھ کھول کر دکھائی دیکھو میری آنکھ نہیں ہے ایک دن میں نے بدنظری کی تھی اور بدنظری کی وجہ سے اسی وقت غیب سے ایک ایسا طمانچہ لگا کہ میری آنکھ پھوٹ کر باہر نکل پڑی اور آواز آئی: وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ٥ (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۸) اگر دوبارہ کرو گے تو تمہاری دوسری آنکھ کا بھی یہی حشر ہوگا۔ تو میں یہی دعا کر رہا ہوں کہ یا اللہ مجھے اپنے غصے سے اپنی پناہ میں رکھنا مہربانی فرما کر مجھے اپنے غصے سے بچا کر رکھنا۔ آپ دیکھیں جب پکڑنے پر آتے ہیں پھر کوئی چھڑا نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ تحمل فرماتے ہیں تم مغرور ہو اور دھوکے میں آ رہے ہو پکڑیں گے تو ایسا پکڑیں گے کہ کوئی چھڑا نہیں سکے گا۔ یہ بدنظری کا گناہ بھی ایسا برا گناہ ہے کہ ہم اسے معمولی سمجھتے ہیں نہ پیسہ خرچ ہوتا ہے، نہ کوئی اور بات ہوتی ہے، نہ بدنامی ہوتی ہے، کوئی قاری صاحب ہیں تو قاری صاحب رہتے ہیں، کوئی عالم صاحب ہیں تو عالم صاحب رہتے ہیں، کوئی وکیل صاحب ہیں تو وکیل صاحب رہتے ہیں، تاجر ہیں تو تاجر رہتے ہیں کوئی فرق نہیں پڑتا، وہ سمجھتا ہے کہ میرا گناہ کوئی دیکھ نہیں رہا مگر ایک بڑی ہستی نے دیکھ لیا: يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ٥ (سورۃ المومن آیت نمبر ۱۹) جس نے آنکھیں دی ہیں وہ جانتے ہیں۔ اسی واسطے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ ٥ یہ بدنظری جو شیطان کے زہر بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جہاں لگے گا تمہارے دل و دماغ کو تباہ کر دے گا۔ ہوش سے رہو اور بچاؤ اپنے آپ کو۔

سیدنا عثمان غنیؓ کا واقعہ:

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما تھے کچھ صحابہؓ بیٹھے ہوئے باتیں سن رہے تھے کہ ایک شخص آیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی فراست صادقہ سے پہچان گئے کہ یہ بدنظری کر کے آیا ہے جو متقی شخص ہوتا ہے اس کی آنکھیں بارونق ہوتی ہیں اور جو بدنظری کرنے والا ہوتا ہے اس کی آنکھوں کی رونق جاتی رہتی ہے بصیرت والے

دیکھ لیتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھانپ گئے کہ یہ بدنظری کر کے آیا ہے آتے ہی کوئی ذکر نہیں کیا کوئی بات نہیں کی کیونکہ اللہ والے کسی کو ذلیل نہیں کرتے نہ کسی کے سامنے اُن کا عیب بیان کرتے ہیں، نہ اُن کو حقیر سمجھتے ہیں وہ سب سے زیادہ اپنے آپ کو حقیر سمجھتے ہیں وہ تو یوں سمجھتے ہیں کہ جیسے بیمار کی بیماری تو قابل نفرت ہے، بیمار قابل رحم ہے۔ اسی طرح گناہ گار کا گناہ قابل نفرت ہے گنہگار قابل رحم ہے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ دیر کے بعد باتیں کرتے کرتے بیچ میں فرماتے ہیں: مَابَالُ اَقْوَامٍ یَتَرَشَّحُ الزِّنَا مِنْ اَعْیُنِهِمْ o اُن لوگوں کا کیا حال ہے جن کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے۔ سمجھنے والا سمجھ گیا اُس نے توبہ کر لی اور باز آ گیا لیکن دوسرے لوگوں سے عیب چھپا رہا تو اللہ والوں کو بعض دفعہ نظر آ جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کا واقعہ

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ بیٹھے نہر کے کنارے وضو فرما رہے تھے اوپر کی طرف ایک شخص غسل کر رہا تھا پانی آ رہا تھا فرماتے ہیں وہ شخص زانی ہے جو اوپر غسل کر رہا ہے کسی نے کہا آپ کو کیسے معلوم ہوا فرمایا پانی کے ایک ایک قطرے میں مجھے زنا کی تصویر نظر آ رہی ہے۔ آپ نے دیکھا یہ گناہ کس قدر بُری بلا ہے کہ اللہ والوں کی نظر میں بھی انسان حقیر و ذلیل بن جاتا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا واقعہ:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ تشریف لے جا رہے تھے اُن کے ساتھ اُن کا ایک نوجوان مرید بھی تھا سامنے ایک نصرانی لڑکا آ رہا تھا بڑا خوبصورت تھا یہ نوجوان جو حضرت بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا اُس کی نظر اُس لڑکے پر پڑی اُس کی باتیں دل و دماغ میں سما گئیں اس کی باتیں ساری اس قدر سمائیں کہ کہنے لگا حضرت، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو کہتا ہے حضرت! کیا ایسی صورتوں کو بھی اللہ تعالیٰ جہنم میں ڈالیں

گے، وہ لڑکا عیسائی تھا۔ حضرت نے فرمایا کمبخت نہ تو نے مجھ سے حیا کی نہ اللہ تعالیٰ سے جو سمیع و بصیر ہے وہ دیکھ رہے ہیں ہماری باتیں سن رہے ہیں نہ تم نے اُن سے حیا کی۔ عنقریب تو اس کا وبال دیکھے گا تو نے شہوت کی نظر سے اُس کو دیکھا ہے بے چارہ ایک مہینے میں سارا قرآن مجید بھول گیا یہ اُس سے پوچھو جو قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد اس کو بھول جائے تو اس پر کیا مصیبت پڑتی ہے بعض دفعہ انسان اسی بدنظری سے جو زنا کی پہلی منزل ہوتی ہے ہوتے ہوتے عشق مجازی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ پھر انسان سارا ایمان تباہ کر بیٹھتا ہے اس واسطے غیر محرم کو دیکھنا اُس سے ملنا، باتیں کرنا، اُس کی باتیں سننا ہر چیز سے بدنظری ہوتی ہے ہر چیز سے رُک جانا چاہیے اسی طرح لڑکوں کے ساتھ ایسا تعلق رکھنا حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنی درگاہ سے مردود کرنا چاہتے ہیں اس کو لڑکوں کے عشق میں مبتلا کر دیتے ہیں ہم آپ سمجھتے ہیں کہ معمولی باتیں ہیں۔

ایک شخص کا واقعہ:

حافظ محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بیان فرمایا۔ ایک شخص تھا وہ کسی لڑکے کے عشق میں گرفتار ہو گیا ہر وقت لڑکے کا تصور، لڑکے کی باتیں ہوتے ہوتے مرنے کے قریب ہو گیا اس نے لوگوں سے کہا کسی بھی طرح ہو مجھے ایک دفعہ اس کی شکل تو دکھا دو کسی نے جا کر اس کو کہا کہ میرے بھائی ایک دفعہ تو چلا جا وہ کہتا ہے کہ مجھے تسلی ہو جائے گی وہ آ رہا تھا کہ راستے میں کسی نے غیرت جگائی اور کہا! بے شرم بے حیا تجھے غیرت نہیں آتی کہاں جا رہا ہے وہ بری نظروں سے تجھے دیکھنا چاہتا ہے وہ غیرت کی وجہ سے واپس چلا گیا اس شخص کو جب معلوم ہوا کہ میرا محبوب آ رہا تھا اور وہ واپس چلا گیا اسی حالت میں بُرے اشعار پڑھتے پڑھتے انتقال کر گیا اشعار یہ پڑھ رہا تھا (جن کا ترجمہ یہ ہے) اے میرے محبوب تری رضا مجھے اللہ کی رضا سے بھی زیادہ پسند ہے (العیاذ باللّٰہ) اب بتاؤ کیا حالت ہوئی ایمان پر خاتمہ ہوا کہ کفر پر خاتمہ ہوا ایمان ختم ہو گیا، اور کفر پر خاتمہ ہوا۔ کہاں سے کہاں تک بات پہنچ جاتی ہے اسی

طرح ایک واقعہ لکھا ہے کہ کسی مسجد کے موذن مسجد کے مینار پر چڑھ کر اذان دیا کرتے تھے پڑوس میں ایک عیسائی کا گھر تھا اس کی نوجوان لڑکی تھی اس پر نظر پڑتی تھی روزانہ دیکھتے دیکھتے اس کے ساتھ محبت کا تعلق پیدا ہو گیا یہاں تک ہوا کہ انکے ہاں پیغام بھیجا کہ میں تیرے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہوں اس لڑکی نے کہا کہ میرے ماں باپ عیسائی ہیں تو مسلمان ہے میرے ماں باپ کبھی بھی نہیں مانیں گے اس بات پر اس نے کہا کہ یہ کون سی بڑی بات ہے میں عیسائی ہو جاتا ہوں اب بتایئے کہ عیسائیت کا ارادہ ظاہر کرنے کے بعد عیسائی ہو گیا کہ نہیں ہو گیا دل سے ایمان گیا کہ نہیں گیا کافر ہوا یا نہیں ہوا ادھر سے یہ بات، ادھر سے اذان دینے کے بعد نیچے اتر رہا تھا پاؤں پھسلا زمین پر گرا فوراً جان بھی نکل گئی ایمان بھی گیا جان بھی گئی تو ایک نظر نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اس نظر کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے۔ بدنظری بڑی بُری بلا ہے اس واسطے حکم ہے کہ شادی جلدی کرنا چاہیے ورنہ گناہوں کا صدور ہوتا ہے اور آج کل شادی کرنا بھی بڑا مہنگا کر دیا ہے، بڑی مصیبت کر دی ہے، طرح طرح کا سامان جب تک نہ ہو تو شادی نہیں ہوتی حالانکہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَعْظَمُ النِّكَاحِ بَرَكَةً اَيْسَرُهُ مَؤُنَةً ٥ سب سے زیادہ اس نکاح میں برکت ہوتی ہے جس میں سب سے کم خرچ ہوتا ہے۔ آج ہم زیادہ سے زیادہ خرچ کر کے کم سے کم برکت لیتے ہیں کل کو ساری چیز نا اتفاقی کا ذریعہ بن جاتی ہے، طلاقیں ہو جاتی ہیں، جھگڑے ہو جاتے ہیں، دونوں کنبوں کے جھگڑے، میاں بیوی کے جھگڑے، دونوں خاندانوں کے جھگڑے، کسی دکھاوے کے بغیر سادگی کے ساتھ نکاح کرے تو کونسا مشکل کام ہے ہمارے یہاں مولوی عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ جن کا یہیں کراچی میں انتقال ہوا حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے مجازین میں سے تھے بڑے اونچے درجے کے تھے فرماتے ہیں ریواڑی میں، میں مٹھائی کی دکان پر بیٹھا ہوا تھا میرے والد صاحب تشریف لائے اور فرمایا چلو تمہارا نکاح ہے انہی کپڑوں میں نکاح ہوا واپس اسی طرح مٹھائی کی دکان پر بیٹھ گیا۔

بدنظری کے مرض سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جس طرح ہیضے کی بیماری، فالج کی بیماری، آنکھوں کی بیماری، دل و دماغ کی بیماری کے ماہرین موجود ہیں اسی طرح باطنی امراض کے ماہرین بھی الحمدللہ موجود ہیں۔ ہمارے اخلاص میں کمی ہوتی ہے ورنہ باطنی امراض کے ماہرین موجود ہیں اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا کہ محروم کر دیں کتنا بڑا مدرسہ ہے یہاں بھی بہت سے اللہ والے موجود ہیں ہماری کوتاہ نظر ان کو دیکھتی نہیں ہاں ہم ان کے پاس جاتے نہیں ورنہ بہت سے معالج یہاں پر موجود ہیں بدنظری ایسی بڑی بیماری ہے کہ قبر تک ساتھ لے جاتی ہے۔

حضرت تھانویؒ کا واقعہ:

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک ستر سالہ شخص آیا اور کہنے لگا کہ حضرت یہ بیماری مجھے تو جوانی سے لگی ہے لیکن میں آج تک شفا حاصل نہیں کر سکا ہوں مہربانی فرمایئے مجھے کوئی علاج تجویز فرما دیجئے۔ قبر کے کنارے میرے پاؤں پہنچ چکے ہیں لیکن آج تک میں اس بیماری کو چھوڑ نہیں سکا ہوں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تجویز بتائی وہ بھی سچا طالب تھا تجویز پر عمل کیا الحمدللہ اس کی بیماری دور ہو گئی آج ہم اپنی بیماریوں کو چھپاتے ہیں ظاہر نہیں کرتے علاج ہوتا ہے پر یقین نہیں ہوتا یا یقین بھی ہو تو علاج نہیں کرتے۔ کر کے اطلاع بھی نہیں دیتے پھر شفا ہمیں کیسے ہو اس شخص نے ستر سال کی عمر میں آ کر بیماری کا علاج کیا الحمدللہ شفایاب ہو گیا۔ اللہ والوں کی صحبت بڑی اکسیر ہوتی ہے اب اللہ والے کون ہوتے ہیں جب آپ اُن کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ کی یاد آ جاتی ہے جب آپ اُن کے پاس جاؤ اچھی اچھی باتیں سننے میں آتی ہیں اُن کی برکت سے سمجھ آ جاتی ہے علاج آسان ہو جاتا ہے گناہ کا گناہ ہونا دل کے اندر بیٹھ جاتا ہے دنیا سے رغبت کم ہوتی چلی جاتی ہے اور آخرت کی رغبت زیادہ ہو جاتی ہے آج ہمیں توبہ کی فکر نہیں آج ہمیں گناہوں کی فکر نہیں کل کو گناہوں کا فکر بھی پیدا ہو جائے گا قبر کا بھی فکر پیدا ہو جائے گا۔ گناہ چھوٹ جائیں

گے، قبر کو جنت کے باغیچوں میں سے باغیچہ بنانے کی فکر پیدا ہو جائے گی اسی کو فرماتے ہیں:

سالہا تو سنگ بودی دلخراش
آزموں را یک زمانے خاک باش

ارے برسیں گزر گئیں۔ سالہا تو سنگ بودی دلخراش۔ اپنے آپ کو تو نے پتھر کی طرح بنا کر رکھا ہے سالہا سال گزر گئے ارے کبھی کچھ تو ہوش کر کب تک اس حال میں رہے گا۔ آزموں را یک زمانے خاک باش۔ آزمانے کے لیے اپنے آپ کو مٹی بنا کر پیش کر خس بنا کے دیکھ مٹا کے دیکھ کیا بنتا ہے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیشہ نصیحت کر کے مثال بھی ساتھ دیتے تھے۔

در بہاراں کے شود سر سبز رنگ
خاک شود تا گل بروید رنگ رنگ

ارے! کبھی پہاڑ پتھر کو گل وگلزار ہوتے دیکھا ہے گل وگلزار جب نکلیں گے مٹی کے اندر سے نکلیں گے برسات ہو رہی ہو، پہاڑ پتھر کے اندر سے کچھ نہیں نکلے گا۔ جب نکلے گا مٹی کے اندر سے نکلے گا فرماتے ہیں اپنے آپ کو مٹاؤ اللہ والوں کے سامنے جیسے وہ کہیں ویسے کرتے چلے جاؤ انشاء اللہ ایک دن آئے گا تمہارا یہ کام بن جائے گا۔ اللہ والوں کا حال یہ ہے پتھر کو گوہر بنا دیتے ہیں پتھر کو موتی بنا دیتے ہیں۔ موتی بنانے کا کیا مطلب ہے پہلے گناہوں کی طرف میلان تھا اب گناہوں سے نفرت ہوگئی پہلے اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں تھی اب اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگئی پہلے آخرت کی فکر نہیں تھی اب آخرت کی فکر پیدا ہوگئی یہی تو ہے اور کیا تبدیلی چاہتے ہو یہی تو تبدیلی ہوتی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ مثال بیان فرمائی (آج کل تو کیمیکل سے خوشبوئیں بنا لیتے ہیں) پہلے زمانے میں تو روغن گل بنانے کے لیے (تل کا تیل ہوتا ہے) پہلے تل کو خوب صاف کرتے تھے رگڑتے تھے رگڑتے رگڑتے جب اس کا چھلکا بالکل باریک ہو جاتا تھا تو پھر اس کے اوپر پھول ڈال دیتے تھے پھول ڈالنے کے بعد کافی عرصے بعد ان کو اتنا تجربہ ہو جاتا کہ کتنے پھول ڈالیں

گے تو خوشبو ان تلوں کے اندر آ جائے گی اب ان تلوں کا تیل نکال دیتے تو روغن گل ہوتا تھا روغن کجل نہیں ہوتا تھا پھول کی صحبت نے ایسا اثر ڈالا کہ اس کی ماہیت بدل گئی۔ اسی طرح جو ماہیت اللہ والوں کی صحبت میں ہوتی ہے وہ انسان کی ماہیت کو بدل دیتی ہے فسق وفجور سے نکال کر نیکی میں ڈال دیتی ہے دنیا کی بے فکری اور عالم آخرت کی فکر لگا دیتی ہے گناہ کا شوق تھا اب گناہ سے نفرت ہو جاتی ہے قبر کا بالکل خیال نہیں ہوتا اب قبر کی فکر پیدا ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی پرواہ نہیں ہوتی تھی اب اللہ کو راضی کرنے کی فکر لگی رہتی ہے۔ تبدیلی ہونا تو یہی ہوتا ہے۔ اسی طرح شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے مثال دی ہے فرماتے ہیں میں ایک دن حمام میں گیا۔ پہلے زمانے میں صابن تو ہوتے نہیں تھے بدن مٹی سے دھویا کرتے تھے صاف کیا کرتے تھے شیخ سعدی فرماتے ہیں میں نے مٹی لی میرے دوست کے حمام میں جو مٹی تھی میں نے دیکھا اس سے بڑی خوشبو آ رہی ہے فرماتے ہیں میں نے اس سے پوچھا۔ اے مٹی! تیرے اندر سے بڑی عجیب خوشبو آ رہی ہے مشک ہے یا عنبر ہے یا کیا چیز ہے تو مٹی نے حال کی زبان سے جواب دیا بھئی میں تو مٹی کی مٹی ہوں۔

من بگل ناچیز بودم لیکن صحبت با گل نشستم
جمال ہم نشیں درمن اثر کرد وگرنہ من ہما خاکم کہ ہستم

کچھ عرصے سے پھول کی صحبت رہی ہے۔ ہم نشین کے جمال نے میرے اندر اثر کر دیا ورنہ میں تو مٹی کی مٹی ہوں تو کیا طریقہ تھا کہ مٹی کے اوپر پھول رکھ دیتے تھے پھول کی خوشبو مٹی کے اندر آ جاتی تھی ملتے تھے تو خوشبو بھی لگ جاتی تھی اور صفائی بھی ہو جاتی تھی تو مٹی نے کہا:

جمال ہم نشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہما خاکم کہ ہستم

کہ ہم نشین کے جمال نے میرے اوپر اثر کر دیا ورنہ میں تو مٹی کی مٹی ہوں اللہ والے اس مثال کو بیان کر کے فرماتے ہیں کہ نہ پھول کا قصد تھا مٹی کو خوشبو دینے کا اور نہ مٹی کا

قصد تھا پھول سے خوشبو لینے کا۔ یہ تو پاس رہنے سے خوشبو غیر شعوری طور پر آ گئی۔ اگر اللہ والوں کے پاس انسان اس طریقے سے جائے کہ ہمیں فیض حاصل ہو اور اللہ والے اپنی شفقت سے متوجہ ہوں تو کیوں فیض حاصل نہیں ہوگا اسی واسطے فرماتے ہیں:

سالہا تو سنگ بودی دلخراش
آزمودں را یک زمانے خاک باش

آزمانے کے لیے کچھ دن اپنے آپ کو مٹی بنا کر تو دیکھو۔

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ
خاک شو تا گل بروید رنگ برنگ

تو بھئی گناہ جو ہیں ہمیں بڑی بُری طرف لے جا رہے ہیں ہمیں گناہوں سے توبہ کر کے نیکی کی طرف آنا چاہیے۔ آپ نیکی کی طرف لگے رہیں تو اللہ تعالیٰ نیکی کی برکت سے بڑی بڑی مصیبتیں دور کر دیتے ہیں، نیکیوں سے دعائیں قبول ہو جاتی ہیں حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب کوئی دعا مانگنی ہو تو آپ ایسا کریں دو رکعت نفل پڑھ لیں پھر سورۃ یٰسین پڑھیں چاہے سورۃ یٰسین نفلوں کے اندر پڑھ لیں۔ پھر دعا کریں۔ یہ تو ایک مثال ہے۔ نیکی سے دعائیں قبول ہوتی ہیں گناہوں سے دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

پہلے زمانے کا ایک واقعہ:

ایک واقعہ ہے پہلے زمانے کا حضور اقدس ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ تین آدمی جا رہے تھے کہ بارش ہو گئی پہاڑی سفر تھا اب کہا کہ اس بارش میں ہم پہاڑ پر سفر کیسے کریں کہیں پھسل نہ جائیں پہاڑی پانی بھی زوردار ہوتا ہے کہیں پناہ لینی چاہیے۔ ایک غار نظر آیا سوچا کہ اُس کے اندر جا کر چھپ جائیں جب بارش ختم ہو جائے گی تو پھر چلے جائیں گے۔ اگلا سفر جاری رکھیں گے چنانچہ اس غار میں بیٹھ گئے تھوڑی دیر میں کیا دیکھتے ہیں کہ اُسی برسات کی وجہ سے پہاڑی کا ایک تودا گرا اور عین غار کے منہ پر آ کر اٹک

گیا۔ دروازہ بند کر دیا۔ اب وہاں کہیں فون کی تار ہے نہ کوئی تار کا ذریعہ ہے نہ کوئی آواز سن سکتا ہے غار کے اندر بند ہیں اب آپ اندازہ لگائیے کیا حال ہوا ہوگا اُن کا اب سوائے اس کے کہ موت کا انتظار کریں اور کیا ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالا اپنی اپنی نیکی کا حوالہ دے کر ہم سے دعا کرو ہم قبول کرنے والے ہیں تینوں نے آپس میں مشورہ کیا بھئی جو کچھ بھی نیکی کی بات اُلٹی سیدھی ہو اس کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے درخواست کرو سوائے اس کے کوئی علاج نہیں اللہ تعالیٰ ہی سرکا سکتے ہیں اس پہاڑی تودے کو ورنہ کوئی طریقہ نہیں ہے ہم یہیں مر جائیں گے چنانچہ سب سے پہلے ایک شخص نے دعا شروع کی کہ یا اللہ آپ جانتے ہیں میں بکریوں کے ریوڑ چرایا کرتا تھا اور جب شام کو لے کر آتا بکریوں کا دودھ نکالتا پہلے میں اپنے ماں باپ کو پلاتا اور پھر اپنے بال بچوں کو دیتا یا اللہ آپ جانتے ہیں کہ ایک دن ایسا ہوا کہ مجھے بہت دیر لگ گئی میں واپس گھر جب آیا تو میرے ماں باپ سو چکے تھے حسب معمول میں نے دودھ نکالا اور ماں باپ کے سرہانے کھڑا رہا کہ ابھی اُٹھتے ہیں پلاتا ہوں ابھی اُٹھتے ہیں پلاتا ہوں اور میرے بچے بلبلا رہے تھے لیکن میں نے سوچا کہ معمول کے مطابق پہلے ماں باپ کو پلاؤں گا انتظار کرتا رہا کرتا رہا کہ ابھی اٹھتے ہیں ابھی اٹھتے ہیں حتیٰ کہ صبح ہو گئی صبح کے لیے جب اٹھے تو میں نے اُن کو دودھ پلایا پھر اپنے بچوں کو پلایا۔ یا اللہ یہ ماں باپ کی خدمت اگر آپ کے نزدیک مقبول ہے تو مہربانی فرما کر اس آڑے وقت میں ہماری مدد کیجیے اس پتھر کو ہٹا دیجیے اس کی دعا ختم ہوئی کہ پتھر تھوڑا سا سرک گیا لیکن ابھی اتنا نہیں سرکا تھا کہ نکل سکتے پھر دوسرے شخص نے دعا شروع کی یا اللہ آپ کو معلوم ہے کہ ایک مزدور میرے پاس کام کرتا تھا ایک دن وہ ناراض ہو کے بغیر مزدوری لیے چلا گیا میں نے اس کی مزدوری کی رقم کو امانت میں رکھ کر اس کی کاشت کی اسی کاشت سے غلہ پیدا ہوا پھر میں نے دوبارہ کاشت کی پھر اور زیادہ غلہ پیدا ہوا پھر میں نے کچھ جانور خرید لیے اس میں آپ نے بڑی برکت ڈالی ہوتے ہوتے

بڑا ریوڑ بن گیا ساتھ کھیتی باڑی بھی کرتا رہا بہت سا اناج اکٹھا ہو گیا کافی مدت بعد وہ مزدور آیا اس نے کہا اللہ کے بندے تیرے پاس میری مزدوری باقی ہے میری مزدوری تو ادا کر اس نے کہا تیری مزدوری میرے پاس ہے دیکھو یہ سارا ریوڑ بھی تمہارا ہے یہ غلہ بھی تمہارا ہے اس نے کہا تم میرے ساتھ مذاق کرتے ہو کہتا ہے میں مذاق نہیں کرتا ہوں تیرے بعد میں نے تیری امانت کو خوب سنبھالا اس سے کھیتی کرتا رہا، ریوڑ بھی بڑھتا رہا اس سے غلہ پیدا ہوا پھر میں نے ریوڑ خریدا پھر کھیتی کرتا رہا سارا ریوڑ اسی تمہاری مزدوری کی بدولت ہے لے جاؤ اس کو۔ یا اللہ یہ نیکی آپ کے نزدیک قابل قبول ہے تو مہربانی فرما کر آج ہماری مدد کیجیے ہمیں راستہ مل جائے اس کی دعا کا ختم کرنا تھا کہ پہاڑ کا تودا اور سرکا کہ راستہ تھوڑا سا اور کھل گیا لیکن اب بھی اس سے آدمی نہیں نکل سکتا تھا۔ اب تیسرے آدمی نے دعا شروع کی کہ یا اللہ آپ جانتے ہیں کہ میری ایک چچازاد بہن تھی اور اس کے اوپر میری بری نظر تھی میں نے بہت دفعہ برے ارادے کا اظہار کیا لیکن وہ بڑی عفیف اور باحیا تھی وہ کبھی بھی میرے ہم خیال نہ ہوئی۔ ایک دفعہ اس کو فقر و فاقہ کی نوبت آ گئی مجھ سے کچھ پیسے مانگنے آئی میں نے وہی شرط ٹھہرائی وہ بیچاری مجبور تھی رات کا وقت تھا وہ تھر تھر کانپ رہی تھی میں نے کہا تم کیوں کانپ رہی ہو کہنے لگی اللہ کے خوف سے کانپ رہی ہوں میرے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ عورت ہو کر اللہ کے خوف سے کانپ رہی ہے میں مرد ہو کے گناہ کی ایسی صورت کر رہا ہوں۔ تف ہے میرے اوپر تو میں نے اے اللہ آپ سے توبہ کی میں نے اس کو پیسے بھی دے دیئے میں گناہ سے بھی باز آ گیا یا اللہ اگر یہ عمل آپ کے نزدیک قابل قبول ہے تو ہماری مدد فرمایئے۔ پتھر فوراً سرکا اور اتنا راستہ ہو گیا کہ ہم سب کے سب نکل گئے۔ آپ نے دیکھا کہ نیکی کی برکت کیا ہوتی ہے نیکیوں کا ذخیرہ جمع کر لو کل کو نیکیاں دوزخ کی آگ کو ہٹا دیں گی ورنہ یہ دوزخ میں لے جانے والے گناہ ہیں ہر گناہ سیدھا جہنم میں لے جانے والا ہے آج ہمیں اس چیز کی وقعت نہیں قدر نہیں

ہماری صحبتیں اچھی نہیں ہمارے علوم اچھے نہیں ہمارے دوست اچھے نہیں اس واسطے ہمیں گناہوں کی فکر نہیں دوست اچھے بنا لو صحبت اچھی بنا لو، لٹریچر اچھا پڑھو کتابیں اچھی پڑھو انشاء اللہ گناہوں کی قباحت دلوں میں بیٹھ جائے گی۔

ایک طالبعلم کا واقعہ:

آج نیکی کا وقت ہے آج عمل کا وقت ہے نیکی کی کل توفیق نہیں ہو گی حساب کا دن آج نہیں کل ایک دن آنے والا ہے کہ حساب کا وقت ہو گا، ہمیں وقت کی قدر نہیں فکر کر لینی چاہیے ورنہ کل کو پچھتاوا ہو گا اسی طرح ایک اور واقعہ لکھا گیا ہے ایک طالب علم تھا بہت خوبصورت تھا وہ پڑھنے کے لیے جایا کرتا تھا راستے میں ایک عورت ہمیشہ اس کو دیکھتی تھی اس کا بڑا بُرا ارادہ اس کے متعلق ہو گیا بہانے سے اس کو اندر بلایا اس کی دعوت کی وہ دین کا طالب علم تھا دعوت قبول کرنا سنت ہے۔ اندر چلا گیا جا کے اس عورت نے برے ارادے کا اظہار کیا اس نے انکار کیا اس نے کہا کہ دیکھو اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں تمہارے اوپر الزام لگا کر بدنام کروں گی تم کو پکڑوا دوں گی۔ اب وہ اللہ کا بندہ حیران ہے کہ میں اب کیا کروں دل ہی دل میں اللہ سے رجوع کر رہا ہے یا اللہ اس آڑے وقت میں میری مدد کیجیے یا اللہ اس وقت نکلنے کی کوئی گنجائش نہیں مہربانی فرما کر آپ میری مدد کریں گے تو میں کامیاب ہو سکوں گا نہیں تو نہیں ہو سکوں گا۔ اللہ نے فوراً دل میں ڈالا کہ پاخانے میں جاؤ جتنی بھی غلاظت پڑی ہے ساری اپنے اوپر مل لو غلاظت تو پاک ہو سکتی ہے لیکن یہ جو گناہ ہو گا یہ پاک نہیں ہو سکتا فوراً گیا اس نے کہا مجھے پاخانے کی حاجت ہے اس عورت نے کہا اچھی بات ہے جاؤ فارغ ہو کر آ جاؤ۔ وہاں گیا اور ساری غلاظت اپنے اوپر مل لی جب باہر نکلا تو عورت کے دل میں اتنی نفرت پیدا ہو گئی اس کا دل اللہ نے فوراً بدل دیا اس کو دھکے دے کر باہر نکال دیا دین کی کتاب پڑھنے جاتا تھا اس نے کہا اس گندی حالت میں جانا ٹھیک نہیں سیدھا دریا پر چلا گیا جا کر خوب غسل کیا نہایا دھویا کپڑوں کو صاف کیا اور پھر استاد

صاحب کے پاس جا کر کہا کتاب پڑھا دیجیے حضرت نے فرمایا بھئی تمہارے اندر سے بڑی اچھی خوشبو آ رہی ہے ایسی خوشبو تو ہم نے زندگی میں کبھی سنی بھی نہیں کبھی سونگھی بھی نہیں۔ وہ فوراً اٹھ کر چلا گیا وہ سمجھا کہ اصل بات یہ ہے کہ میرے استاد صاحب جو ہیں بدبو کو خوشبو کا نام دے رہے ہیں اصل میں یہ غلاظت کی بدبو ہے۔ بدبو کی وجہ سے پھر اُٹھ کر چلا گیا جا کر پھر خوب مل مل کر نہایا دوبارہ کپڑے دھوئے پھر آیا استاد صاحب کہنے لگے کہ اب تو پہلے سے بھی زیادہ خوشبو آ رہی ہے پھر چلا گیا تیسری دفعہ پھر آیا نہا دھو کے کپڑے بدل کے کپڑوں کو صاف کر کے آیا استاد صاحب پھر کہنے لگے کہ اب تو پہلے سے بھی زیادہ خوشبو آ رہی ہے۔ بات کیا ہے، راز کیا ہے اس نے کہا کہ بات تو کوئی نہیں ہے میں سمجھتا ہوں بدبو ہے آپ فرماتے ہیں خوشبو ہے آپ میرے استاد ہیں آپ سچ بولتے ہیں خوشبو ہوگی لیکن میرے ساتھ قصہ یہ ہوا ہے فرمایا یہ ساری اسی کی تو برکت ہے آپ نے دیکھا کہ نیکی کی کیا کیا برکات ہوتی ہیں رات کو حضرت یوسف علیہ السلام خواب میں ملے فرمانے لگے خوب اچھا کیا خوب اللہ تعالیٰ نے تم کو بچایا اب انشاء اللہ اس کی برکت سے جس طرح مجھے اللہ تعالیٰ نے خواب کی تعبیر کی نعمت دی تم کو بھی تعبیر خواب کی نعمت نصیب ہوگی تو نیکی کی برکت سے انسان کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتا ہے اور برائی کی نحوست سے کہاں سے کہاں رہ جاتا ہے۔ گناہوں سے بچنے کی بڑی ضرورت ہے ان سے بچنے کا خیال کرنا چاہیے اسی واسطے پردے کا حکم دیا گیا ہے کہ پردے کا بہت اہتمام کرنا چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ

عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَا بِيْبِهِنَّ. (سورۃ احزاب آیت نمبر ۵۹)

فرماتے ہیں اے نبی ﷺ آپ اپنی عورتوں کو اپنی بیٹیوں کو اور تمام مسلمان عورتوں کو سمجھا دو کہ جب بھی نکلیں پردہ کر کے نکلا کریں پردے کا حکم اللہ تعالیٰ دے رہے ہیں کہیں آتا ہے: وَقَرْنَ فِىْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ ٥ اپنے گھروں میں

دوپٹے میں بیٹھی جمی رہو اور جاہلیت والے بناؤ سنگھار مت کرو اور حدیث شریف میں آتا ہے اور حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اَلْمَرْئَةُ عَوْرَةٌ اِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ ٥ عورت جو ہے پردے کی چیز ہے چھپنے کی چھپانے کی چیز ہے جب نکلتی ہے تو شیطان سیدھا اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ اب ایک طرف تو یہ معیار ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ:

ہم کس معیار کو ترجیح دیتے ہیں آپ خود اس کو چسپاں کر لیجیے یہ واقعہ مشہور آپ نے سنا ہوگا کہ ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس حضور ﷺ کی ازدواج مطہرات میں سے دو بیویاں حضرت ام سلمیٰؓ اور حضرت میمونہؓ تشریف فرما تھیں۔ بات ہو رہی تھی اتنے میں حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ نابینا صحابی تھے تشریف لائے حضور اقدس ﷺ نے ازدواج مطہرات سے فرمایا تم پردے میں ہو جاؤ ان بیویوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ تو اندھا ہے وہ تو ہمیں نہیں دیکھ سکتا تو حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم بھی اندھی ہو۔ جیسے مرد کا غیر عورت کو دیکھنا حرام ہے اسی طرح عورت کا غیر مرد کو دیکھنا بھی حرام ہے۔ پردہ دونوں طرف سے ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب پردے کے اندر بھی گناہ ہوتا ہے پردے کے اندر بھی زنا کی باتیں ہو جاتی ہیں فرماتے ہیں وہاں جو پردہ ہوتا ہے وہ مصنوعی پردہ ہوگا حقیقی پردہ نہیں ہوگا حقیقی پردہ یہ ہے کہ عورت کسی غیر محرم کو دیکھے نہیں اس سے بات نہ کرے اس کی بات سنے نہیں۔ بات لمبی ہو جائے گی۔

ایک اور واقعہ:

ایک واقعہ یاد آیا ایک نوجوان ایک نہر کے کنارے بیٹھا وضو کر رہا تھا اوپر سے ایک سیب بہتا ہوا آیا انہوں نے وہ سیب اٹھایا اور کھا لیا اور کھانے کے بعد خیال آیا کہ جس کا سیب ہے نہ تو اس کے مالک سے اجازت لی ہے نہ میں نے اس کو خریدا ہے تو میرے لیے حلال کیسے ہوگا اب یہ فکر پیدا ہو گئی کہ میں اس کو معاف کیسے کراؤں اس کی قیمت کیسے ادا ہو

گی۔ سوچ رہے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالا جس طرف سے پانی آ رہا ہے ہوسکتا ہے اس کے کنارے پر کوئی باغ ہو اس باغ سے سیب گرا ہو اس باغ والے سے جا کر معافی کراؤ یہ چل رہے ہیں چلتے چلتے دو تین میل پر جا کر دیکھا تو واقعی باغ ہے واقعی سیب کے درخت لگے ہوئے ہیں اور ایک سیب کے درخت کی ٹہنیاں نہر کے اوپر جھک رہی ہیں سمجھ گئے اسی باغ کا سیب گرا ہے اس باغبان کے پاس گئے اور کہا کہ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی میں نے ایک سیب اندازہ یہی ہے کہ آپ ہی کا کھایا ہے مجھے معاف کر دو یا مجھ سے اس کی قیمت لے لو۔ اس باغ کے مالک نے دو چار دفعہ اوپر نیچے دیکھا کہنے لگا میں تو معاف نہیں کروں گا یہ بڑی منتیں سماجتیں کرنے لگا کہ مہربانی کرو تمہاری بڑی مہربانی ہوگی جب خوب پختہ کر لیا تو کہنے لگا میری شرط مانو گے جب معاف کروں گا کہنے لگا بتاؤ۔ ایک شرط تو یہ ہے کہ ایک سال تک تمہیں میرے باغ کی باغبانی کرنی ہوگی اب جس کو آخرت کی فکر لگی ہوئی ہو اندازہ کیجیے ایک سیب کے عوض ایک سال کی مزدوری برداشت کر لی کہا کہ بہت اچھا مجھے منظور ہے آپ کا خادم بن جاؤں گا مجھے منظور ہے دوسری شرط یہ ہے کہ میری ایک بیٹی ہے وہ آنکھوں سے اندھی ہے زبان سے گونگی ہے کانوں سے بہری ہے ہاتھوں سے لنجی ہے پاؤں سے لنگڑی ہے اس سے تمہیں نکاح کرنا ہوگا اب بڑے حیران کہ میں اس کو لے کر کیا کروں گا میری کس مصرف کی ہوگی لیکن وہی فکرِ آخرت لگی ہوئی ہے آخر کار کہا مجھے منظور ہے بس باغبان کے پاس رہ گئے یہ شرط پوری ہونے کے بعد باغبان نے کہا اچھا دوسری شرط پوری کر لو کہا بہت اچھا نکاح پڑھ دیا۔ اس باغ کے مالک نے کہا کہ دیکھو فلاں مکان ہے اس میں تمہاری بیوی ہے وہاں چلے جاؤ اور وہیں رہو یہ وہاں گئے تو وہاں جا کے دیکھا کہ صحیح سالم عورت بیٹھی ہے ہاتھ پاؤں والی ہے آنکھوں سے دیکھ رہی ہے، زبان سے بولنے والی، کانوں سے سننے والی۔ فوراً اُلٹے پاؤں واپس بھاگے کہ آپ نے مجھے کہاں بھیج دیا وہ تو غیر عورت ہے وہ میری بیوی کہاں ہے۔ کہنے لگے وہ تمہاری بیوی ہے کہنے لگے آپ نے جو صفتیں بیان کی تھیں ان میں سے تو اس میں ایک بھی نہیں ہے آپ نے کہا تھا

ہاتھوں سے لنجی ہے، پاؤں سے لنگڑی ہے، کانوں سے بہری ہے، زبان سے گونگی ہے، آنکھوں سے اندھی ہے وہاں تو صحیح سالم عورت بیٹھی ہے باغ کا مالک کہنے لگا وہ میری بیٹی ہے میں نے تمہارا نکاح کیا ہے وہی تمہاری عورت ہے۔ کہنے لگے پھر بات کیا ہے کہنے لگا کہ بات یہ ہے کہ ساری عمر اس عورت نے کسی غیر محرم سے بات نہیں کی ساری عمر کسی غیر محرم کو ہاتھ نہیں لگایا، ساری عمر کسی غیر محرم کو نہیں دیکھا۔ ساری عمر کسی غیر محرم کی آواز کان میں نہیں پڑی۔ ساری عمر کسی غیر محرم کے پاس چل کر نہیں گئی۔ اس واسطے میں نے کہا پاؤں سے لنگڑی ہے، آنکھوں سے اندھی ہے، کانوں سے بہری ہے، زبان سے گونگی ہے۔ پھر آپ جانتے ہیں کہ انہی کی اولاد سے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے آپ نے اندازہ لگایا نیکی کی برکت کہاں تک پہنچتی ہے، پردے کی وجہ سے کیا کیا باتیں ہوتیں ہیں۔ انسان عفیف ہو جاتا ہے، باحیا ہو جاتا ہے، کیا کیا برکتیں ہوتی ہیں آج سارے گناہ ہمارے اندر حلول کر گئے ہیں ہمیں چاہیے کہ یہ زندگی ہے کب تک، کب تک ہمیں جینا ہے ہر شخص سوچ لے۔ حادثاتِ وقت ہمیں بتلا رہے ہیں کوئی ٹریفک کے حادثے میں مارا جا رہا ہے، کسی کو ڈاکو مار رہے ہیں، کسی کو بیماری مار رہی ہے، کسی کا ہارٹ فیل ہو رہا ہے، ہمارے سامنے ہماری مسجد میں نماز پڑھنے والے جا رہے ہیں ہمارے محلّہ میں رہنے والے جا رہے ہیں، بازار والے جا رہے ہیں، شہر والے جا رہے ہیں۔ کیا انسان کو سبق نہیں ملتا کہ ہمیں بھی جانا ہے تو نافرمانی والی زندگی میں انسان کب تک مبتلا رہے گا اس واسطے نافرمانی والی زندگی سے توبہ کر لینی چاہیے اور فرمانبرداری کا عہد کرنا چاہیے تا کہ انسان اپنے ایمان کو سلامت لے کر قبر میں پہنچ جائے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سرخرو ہو جائے پھر مرنے کے بعد ہر منزل ہمارے لیے آسان ہو جائے گی اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ)

☆☆☆

اللہ کی محبت اور اُس کے ثمرات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا خَيْرًا كَثِيْرًا كَثِيْرًاo

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِo (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۶۵)

اہل ایمان کی صفات:

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی صفت بیان کرتے ہیں جن کے دلوں میں ایمان رچ بس جاتا ہے۔ ایمان کے ساتھ عمل پختہ ہو جاتا ہے جو پکا ایمان رکھنے والے ہیں ان کی شان یہ ہوتی ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ o ایمان کامل کی نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت میں بڑے مضبوط ہو جاتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ o جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے (اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا مطلب یہی ہے کہ اس کے دل کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت بڑی شدت سے آجاتی ہے۔ تڑپ ہوتی ہے کہ میری اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو

جائے اس شدت محبت کا تقاضا یہ ہے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شائق ہو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ترس رہا ہو دل سے چاہتا ہو کہ کسی طرح بھی ملاقات ہو جائے)۔ تو اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ o اللہ تعالیٰ بھی اُس کی ملاقات کو پسند فرماتے ہیں تو معلوم ہوا کہ محبت ہر چیز کی جڑ ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِo

کسی چیز کی طرف دل کا میلان ہو اور اس میلان میں لذت محسوس ہو تو اس کو محبت کہتے ہیں۔ اگر یہ میلان قوی ہو جائے جس میں لذت محسوس ہوتی ہو تو اس کو عشق کہا جاتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ o ایمان والوں کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں بڑے پکے ہوتے ہیں اور بڑے مضبوط ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی محبت ہے بھی ضروری چیز کیونکہ دنیا کے اندر اگر آپ کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو اس کی تین وجوہات ہوتی ہیں۔

محبت کے تین اسباب:

(پہلی وجہ) یا تو وہ بڑا صاحب کمال ہوتا ہے کوئی فن ہے یا ہنر ہے علم ہے کوئی کمال اس کے اندر ہے تو سوچنا یہ ہے کہ دنیا میں جتنے بھی صاحب کمال ہوئے جن کو کمال حاصل ہوا ہے وہ کہاں سے ہوا ہے۔ ہر صاحب کمال کے پیدا کرنے والے ان کو فن دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں تو جو کمال دینے والی ذات ہے وہ خود کتنی صاحب کمال ہوگی۔ (دوسری وجہ احسان ہے) اسی طرح کوئی ہمارے ساتھ احسان کرتا ہے تو اس کے احسانات کی وجہ سے ہمیں اس سے بڑی محبت ہوتی ہے کہ یہ ہمارا محسن ہے۔ دنیا میں جتنے بھی احسان کرنے والے ہیں ان سب کے پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔ جن کے اندر احسان کی صفت پیدا فرمائی ہے وہ خود کتنے صاحب احسان ہوں گے۔ وہ کتنے احسان کرنے والے ہوں گے۔ جب سے مخلوق بنی ہے ساری دنیا پر احسان کرتے چلے آرہے ہیں ابھی تک ان کی صفت احسان میں کمی نہیں آئی اور نہ ہی آئے گی۔ اس لیے اگر احسان کی وجہ سے محبت پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ احسان کرنے والے ہیں۔

(تیسری وجہ جمال ہے) اگر کوئی شخص خوبصورت ہے یا حسین ہے یا کوئی چیز خوبصورت ہے تو اسی کے جمال کی وجہ ہے سے دنیا میں جتنے بھی خوبصورت انسان ہیں جاندار ہیں یا چیزیں ہیں ان سب کے بنانے والے اللہ تعالیٰ ہیں تو خوبصورتی اور جمال کی وجہ سے محبت ہے تو جو سب سے زیادہ صاحب جمال ہو اس سے محبت ہونی چاہیے۔ مخلوق بھی ان کی پیدا کی ہوئی ہے وہ صاحب کمال بھی ہیں اور صاحب جمال بھی ہیں تو اگر اس محبت کے مادے کو استعمال کرنا ہے تو ان کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اگر سارے پردے ہٹا کر اپنی زیارت کرادیں تو اس زیارت کرنے کے بعد دنیا میں کوئی حسین حسین معلوم نہیں ہوگا۔ ایسی ذات گرامی جو کہ ہم پر احسان کرنے والی بھی ہے۔ صاحب کمال بھی ہے صاحب جمال بھی ہے اگر محبت کا مادہ استعمال کرنا ہے تو ان کے لیے استعمال کرنا چاہیے نہ کہ ان حقیر چیزوں کے لیے استعمال کرے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا طریقہ بزرگوں سے سیکھنا چاہیے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کہ جس کے اندر تین چیزیں ہوں اس کو ایمان کی حلاوت محسوس ہوگی ایمان کو پسند کرے گا۔

(۱) اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے سب سے زیادہ محبت ہو سب سے زیادہ احترام ہو۔

(۲) اگر کسی سے محبت ہو تو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو۔

(۳) اسلام لانے کے بعد کفر میں جانا اتنا ناپسند ہو جیسے آگ میں جانا ناپسند ہوتا ہے۔

جس کے اندر یہ تین چیزیں ہوں اس کو دل کے اندر ایمان کی حلاوت محسوس ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی محبت بڑی چیز ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی محبت دل کے اندر سما جاتی ہے رچ بس جاتی ہے تو پھر ان کی عظمت بھی ذہن کے اندر آتی ہے اور جب ان کی عظمت ان کی بڑائی ان کی کبریائی محسوس ہوتی ہے تو وہ اپنے آپ کو ذلیل سمجھتا ہے اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے یہ سب محبت کی وجہ سے ہے۔ محبت آتی ہے تو محبوب کی شان معلوم ہوتی ہے ان کی شان بہت بڑی ہے بہت عظمت والی ہے بہت ہیبت والی ہے اور جتنے بھی نیک کام ہوتے ہیں

ان سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے کہ میرے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ توفیق عطا فرمائی ہے اپنی طرف منسوب کرنے سے شرم آتی ہے کہ میں کیا چیز ہوں میں کیا کرسکتا ہوں رات کو سویا ہوا تھا وہ نہ اٹھاتے تو میں کیا کرسکتا تھا۔ صبح کی نماز بھی قضا ہو جاتی۔ یہ تو سب ان کی مہربانی ہے کہ مجھ کو اٹھا دیا اپنے دربار میں کھڑا ہونے کی اجازت دے دی ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہے کبھی جھک گیا کبھی سجدہ کر رہا ہے کبھی ان کے نام کے گن گا رہا ہے کبھی ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہا ہے وہ محسوس کرتا ہے کہ میرے اللہ نے مجھ کو توفیق عطا فرمائی ہے ورنہ میں کیا کرسکتا تھا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کتنی اونچی ہستی ہیں لاکھوں کو وہ صاحب ایمان بنا گئے جب خود جاتے ہیں حج کو تو بیت اللہ کا غلاف پکڑ کر رو رو کر یہ کہتے ہیں کہ: من نہ گویم طاعتم بپذیر۔ اے اللہ میری نیکیاں آپ کی شان کے مطابق ہوں تو بات ہے۔ میں اپنی نیکیوں کو نیکیاں سمجھتا ہی نہیں ہوں میں یہ نہیں کہتا کہ میری نیکی قبول کرلیجیے بلکہ میری صرف یہ درخواست ہے کہ معافی کا قلم میرے گناہوں پر پھیر دیجیے۔ تو یہ محبت کا کرشمہ تھا کہ ان کی عظمت دل کے اندر آ گئی ان کی بڑائی ذہن میں آ گئی ان کا جلال سامنے آ گیا پھر اپنی طرف عمل کو منسوب کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ بلکہ حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تو اپنی حسنات بھی سیئات معلوم ہوتی ہیں مجھے اپنی نیکیاں گناہ معلوم ہوتی ہیں اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہؒ نے تریسٹھ حج کیے آخری حج میں بیت اللہ شریف میں اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ کوئی نیکی نہیں جو آپ کے سامنے پیش کرسکوں میں تو دوزخ سے بچنا چاہتا ہوں بس میرے گناہ معاف کردیجیے اس لیے دوزخ میں لے جانے والی چیز گناہ ہوتے ہیں اگر گناہ معاف ہوگئے تو جنت مل جائے گی تو ان کی کبریائی کے سامنے اپنے اعمال ہیچ معلوم ہوتے ہیں ایسا شخص یوں سمجھتا ہے جو بھی نیکی کرائی ہے میرے اللہ نے کرائی ہے میں کیا کرسکتا ہوں میں نے تو نیکی کو خراب کردیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ تابعین میں سے ہیں بہت بڑے محدث تھے بغداد شہر گئے تو اتنے لوگ استقبال کے لیے آئے کہ

بہت بڑا ہجوم ہوگیا سب کو حدیث سیکھنے کا اتنا شوق تھا اس وقت لاؤڈ اسپیکر تو تھے نہیں کچھ بڑے محدثین کھڑے ہو کر پیچھے تک حدیث پہنچاتے جاتے تھے۔ لاکھوں کا مجمع تھا مجمع برخاست ہوا لوگ چلے گئے تو کئی ہزار دواتیں تو وہ تھیں جو لوگ بھول گئے تھے اور جو ساتھ لے گئے ہوں گے وہ کتنی ہوں گی۔

ایک سید کا واقعہ:

ایک سید تھے انہوں نے دل میں محسوس کیا کہ میں سید ہوں میری اتنی عزت نہیں ہے یہ عبداللہ بن مبارکؒ سید نہیں ان کی اتنی عزت کی جارہی ہے یہ خیال اتنا زیادہ بڑھا کہ حضرت عبداللہؒ کو کہا کہ حضرت میں یہ عجیب بات دیکھ رہا ہوں کہ میں سید ہوں میری اتنی عزت نہیں ہوتی جتنی کہ آپ کی تو آپ نے فرمایا کہ میری کیا ہستی ہے یہ ساری عزت اس علم کی وجہ سے ہے جو مجھ کو آپ کے نانا کی وجہ سے ملا ہے یہ میرا ادب نہیں بلکہ آپ کے نانا کا ادب ہے میں کیا چیز ہوں میں اتنے بڑے علم کو اپنے اوپر کس طرح منسوب کرلوں اور آپ کے تو گھر کی دولت تھی۔ آپ نے اس دولت کو حاصل نہیں کیا اس واسطے آپ کی عزت نہیں ہوتی مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ دولت نصیب فرمائی میری عزت نہیں بلکہ آپ کے نانا کی عزت ہے رات کو دونوں کو رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی حضرت عبداللہ بن مبارک کو فرمایا کہ تم نے میری اولاد کی توہین کی ہے اس کو جاہل کہا ہے یہ خواب میں بڑے رنجیدہ ہوئے کہ حضور ﷺ کی اولاد کی میں نے بڑی بے عزتی کی ہے اور ادھر حضور ﷺ نے ان سید صاحب کو فرمایا کہ دیکھا میرا علم حاصل نہ کرکے بے قدری کروائی۔ کیوں بے قدری کروائی تم نے۔ اب یہ اپنی جگہ رنجیدہ ہیں اور وہ اپنی جگہ دونوں نے رات کو یہ ارادہ کیا کہ میں صبح کو معافی مانگوں گا چنانچہ راستے میں ملاقات ہوئی دونوں نے روتے روتے معافی مانگی۔ تو جب اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں آجاتی ہے تو ان کی عظمت بھی آجاتی ہے اور جب عظمت آجاتی ہے تو اعمال کو اپنی طرف منسوب کرتے وقت شرم محسوس ہوتی ہے اسی طرح

اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک کرشمہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی پہچان بڑھتی ہے جوں جوں محبت بڑھتی ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی چلی جاتی ہے نئی نئی شانیں اُن کی مستحضر ہوتی چلی جاتی ہیں ڈر بھی اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے اور معافی مانگتے ہیں گڑگڑاتے بھی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے۔

حضرت رابعہ بصریہؒ کا واقعہ:

حضرت رابعہ بصریہؒ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک رات قلب پر اتنی ندامت طاری ہوئی کہ رونا شروع کردیا اور روتے روتے اتنے آنسو آئے کہ چند قطرے اوپر سے نیچے گرے نیچے سے ایک آدمی گزر رہا تھا اس نے اوپر آواز دی کہ یہ ناپاک پانی ہے تو مجھ کو بتلا دیا جائے تاکہ میں اس کو پاک کرلوں تو اوپر سے آواز آئی یہ ایک گناہ گار کے آنسو ہیں ضرور پاک کرلیجیے گا۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ:

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ آخری زمانے میں پاؤں پھیلا کر نہیں سو سکتے تھے اللہ تعالیٰ کا اتنا استحضار تھا کہ پاؤں پھیلا کر نہیں سو سکتے تھے۔ پاؤں سکیڑ کر سوتے تھے۔ اسی طرح حضرت تھانویؒ کا بھی آخری عمر میں یہ حال ہوگیا تھا۔ اسی محبت کا کرشمہ یہ ہے کہ ان کو صرف اللہ تعالیٰ ہی مطلوب ہوتے ہیں اللہ ہی سب سے بڑھ کر ہیں۔

میرٹھ کے ایک حاجی صاحب کا واقعہ:

میرٹھ کے ایک حاجی صاحب کا واقعہ ہے کہ وہ اتنے غریب تھے کہ ان کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا ایک صاحب نے ان کو چار پیسے دیئے انہوں نے ان پیسوں کے چنے لیے وہ بیچے آٹھ پیسے ہوگئے اس طرح کرتے کرتے امیر ہوگئے میرٹھ میں ایک جگہ تھی ہندو کہتے تھے کہ یہ ہمارے مندر کی جگہ ہے اور مسلمان کہتے تھے کہ یہ ہماری مسجد کی جگہ ہے عدالت میں معاملہ پیش ہوا صحیح ثبوت نہ تو ہندوؤں کے پاس تھے اور نہ مسلمان پیش کرسکے۔ لہٰذا

یہ فیصلہ ہوا کہ بولی لگائی جائے جو سب سے زیادہ قیمت دے گا زمین اسی کی ہوگی۔ اب ہندو بڑے خوش کہ آج ہمارا معاملہ بہت اچھا ہوگا کیونکہ مسلمان بہت غریب تھے۔ حکومت نے بولی لگانا شروع کی۔ ہزار سے شروع ہوئی حتیٰ کہ نوے ہزار تک بولی پہنچ گئی بنیا بھی بڑھتا چلا جارہا تھا اور حاجی صاحب بھی۔ جب ایک لاکھ تک معاملہ پہنچا تو بنیئے نے سوچا کہ تھوڑی سی زمین کے پیچھے ایک لاکھ روپے کیوں ضائع کروں چنانچہ مسلمانوں کے حق میں فیصلہ ہوگیا اور ایک لاکھ پچیس ہزار میں یہ جگہ حاجی صاحب نے لے لی طالب حق تھے دولت کی پرواہ نہیں کی کہ میرے اللہ کا گھر بن جائے گا ساری دولت قربان کردی اللہ کا گھر کیا بنا حاجی صاحب کا گھر جنت میں بن گیا۔

مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا قَدْ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ۔

جو محبت والا ہوتا ہے اس کو صرف اللہ تعالیٰ ہی مطلوب ہوتے ہیں اور کوئی مطلوب نہیں ہوتا اور محبت والے کی ایک نشانی یہ ہوتی ہے ہر وقت ہر جگہ اللہ ہی کو یاد کرتا ہے چاہے زبان سے یاد کرتا ہو چاہے دل سے یاد کرتا ہو چاہے یار کی باتیں کر رہا ہو یا ان کے کسی حکم میں لگا ہوا ہو یہ سب یاد ہی ہوتا ہے۔ ذکر کی طرف توجہ ہو مذکور کی طرف توجہ ہو یہ سب اللہ کی یاد ہے غافل کوئی نہیں ہے اللہ کو یاد کر رہا ہے زبان سے۔ اللہ کو یاد کر رہا ہے دل سے۔ اللہ کے کسی حکم میں لگا ہوا ہے اللہ کی باتیں کر رہا ہے یہ سب اللہ کی یاد ہے۔ کُلُّ مُطِیْعٍ ذَاکِرٌ۔ ہر فرمانبردار اللہ کا ذاکر ہے اس لیے کہ اگر اللہ کی یاد دل میں نہ ہو تو تابعداری کیسے کرے گا۔ ان کا کہا کیسے مانے گا۔

مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ۔ جب کسی سے محبت ہوتی ہے تو کثرت سے اس کا ذکر کرتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ محبت تھی اٹھتے، بیٹھتے، سوتے جاگتے حتیٰ کہ پیشاب کرنے جا رہے ہیں تو اللہ کی یاد کر رہے ہیں واپسی پر اللہ کو یاد کر رہے ہیں ہر وقت اللہ کو یاد کرتے تھے ایک بزرگ حجام کے پاس گئے لبوں کو برابر

کرنے کے لیے حجام قینچی کو مونچھ کی جگہ لگاتا اس ڈر سے رک جاتا کہ ہونٹ کٹ نہ جائے کیونکہ یہ بزرگ برابر ذکر کر رہے تھے اور ذکر کے دوران ہونٹ ہلا رہے تھے اس وقت حجام نے درخواست کی کہ حضرت تھوڑی دیر کے لیے رک جائیں تاکہ میں لبوں کو برابر کردوں اللہ کی یاد کرنے والے لوگ کچھ ایسے ہوتے ہیں وہ کب یہ برداشت کر سکتے ہیں کہ کوئی لمحہ اللہ کی یاد سے غافل رہ جائے بزرگ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا ہونٹ کٹ جائے تو کٹ جائے میں اللہ کا ذکر نہیں روک سکتا۔ یہ محبت کا کرشمہ ہے کہ ہر وقت اللہ کی یاد میں مست ہیں انبالہ میں سائیں توکل شاہ صاحب تھے بڑا اللہ کا ذکر کرتے تھے حضرت تھانویؒ کو وہ فرماتے تھے کہ مولوی جی جب میں اللہ کا نام لیتا ہوں تو میرا منہ میٹھا ہو جاتا ہے اس کو یونہی نہ سمجھنا سچ مچ ایسا میٹھا ہو جاتا ہے جیسے گڑ اور چینی ہوتی ہے۔

اللہ اللہ ایں چہ شیریں است نام
شیر و شکرمی شود جانم تمام

یہ اللہ کی یاد کا اثر ہے۔ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کا پنجابی میں ایک شعر ہے۔

اُٹھ فریدا سویرے من دا دیوا بال
تو ستا تیرا رب جاگدا یاری کدے نال

اے فرید سویرے اٹھ ایسا نہ ہو کہ مرغ تجھ سے پہلے اذان دینا شروع کردے اس سے پہلے اٹھ جا اٹھے گا تو اللہ کو یاد کرے گا، اور یاد کرے گا تو نور پیدا ہوگا دل کا چراغ تیرا روشن ہو جائے گا اللہ تعالیٰ جل شانہ جاگ رہے ہیں تو کیوں سو رہا ہے ان سے دوستی بھی ہے اور سو بھی رہا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ ہر ایک کا اپنا حال ہوتا ہے تو محبت کی وجہ سے ان کا یہ حال تھا اللہ کی محبت کا ایک کرشمہ یہ بھی ہے کہ اللہ کی مرضی کے سامنے اپنی تمام خواہشات مٹا دیتا ہے اپنی تمام مرضیات کو فنا کر دیتا ہے جیسا ان کا حکم ہے ویسا ہی کرتا ہے یہ بھی محبت کا کرشمہ ہے یہ بھی محبت کی علامت ہے اپنی مرضی ختم ان کی مرضی غالب جو وہ چاہیں وہ ہم چاہیں جو ان کی مرضی وہ ہماری مرضی جو ان کی چاہت وہ ہماری چاہت۔

ابوعبیدہ بن الجراحؓ کا واقعہ :

ابوعبیداللہ بن الجراحؓ نے شہر فتح کیا۔ عیسائی لوگ بڑے حیران تھے کہ ایسا تو ہو نہیں سکتا تھا انہوں نے شہر کیسے فتح کرلیا انہوں نے سوچا کہ اب ہمارے سارے حربے ناکام ہوگئے ہیں ایک حربہ شاید کامیاب ہوجائے۔ اس وقت جب شہر فتح ہوتا تھا تو شہر کے بازار سے گزر کر آگے جاتے تھے عیسائیوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ جوان لڑکیوں کو بہترین لباس پہنا کر خوب بنا سنوار کر بازار کے دونوں کناروں پر کھڑا کردیا اور ان کو کہا کہ کوئی بھی تم کو طلب کرے ان کے ساتھ ہوجانا تمہاری وجہ سے ہمارا شہر بچ سکتا ہے اس طرح تم کو یہ قربانی دینی پڑے گی۔ چنانچہ تمام عورتیں بن ٹھن کر آراستہ ہوکر بازار میں کھڑی ہوگئیں۔ جب سپہ سالار حضرت ابوعبیدہؓ بازار کے کنارے پر آئے تو یہ منظر دیکھا کہ عورتیں اس طرح کھڑی ہیں تو اپنے لشکر کو پکار کر کہا اے ایمان والو آج تمہارے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کا سامان ہوگیا ہے خبردار اپنے ایمان کو خراب نہ کرنا اور سنبھال کرلے جانا۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ (سورۃ نور آیت نمبر ۳۰) اللہ کا حکم یاد کر نظریں نیچی کرکے ایمان کو بحفاظت لے جانا ہے۔ خبردار جو نظر اوپر اٹھائی وہ بھی بڑے اچھے لوگ تھے کچھ صحابہ تھے کچھ تابعین تھے ساری کی ساری فوج نکل گئی۔ کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا عیسائی حیران رہ گئے کہ فرشتے آگئے ہیں ان کے ساتھ ہم مقابلہ نہیں کرسکتے یہ دین پر عمل کرنے کا نتیجہ ہے یہ محبت کے آثار ہیں کہ ایک اپنی چاہت ہوتی ہے اور ایک اللہ کا حکم کہ اپنی مرضی کو مٹا دیا فنا کردیا ہم اپنی مرضی نہیں کریں گے اللہ کا حکم مانیں گے ساری فوج نکل گئی۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں شریعت کے حقوق ہوتے ہیں شریعت کی حدود ہوتی ہیں کہ سارے حقوق کو حدود کے ساتھ ادا کرنا یہی شریعت ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں الحمدللہ جن حدود و قیود کے ساتھ اللہ کی مہربانی سے ساری زندگی گزاردی ہے کوئی ایک مہینہ تو گزار کے دیکھے کہ نفس پر آرے چلانے پڑتے ہیں اپنی خواہشات کو ملیا میٹ کرنا پڑتا ہے جب جاکر یہ دولت

حاصل ہوتی ہے ہم چاہتے ہیں کہ ہماری مرضی بھی پوری ہوجائے اور اللہ بھی مل جائے یہ خیال غلط ہے اور محبت کا ایک کرشمہ، محبت کی ایک علامت یہ بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر تصرف پر راضی رہتے ہیں اللہ تعالیٰ جیسی حالت میں رکھیں غم ہو خوشی ہو ہر حال میں راضی رہتے ہیں جو بھی اللہ تعالیٰ بندے پر تصرف فرمائیں دل سے راضی رہتے ہیں۔ ایک بزرگ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ حضرت تھانویؒ کے بڑے پسندیدہ لوگوں میں تھے اور خلیفہ مجاز بھی تھے ان کا ایک نوجوان صاحبزادہ فوت ہوگیا خواجہ صاحب کو بڑا غم تھا۔ حضرت تھانویؒ کا خط ملاحظ کھولا تو دیکھا کہ حضرت نے تحریر فرمایا کہ حق تعالیٰ اپنے بندے پر چاہے کیسا ہی ناگوار تصرف کیوں نہ فرمائیں بندے کو اس پر دل سے راضی رہنا فرض ہوتا ہے۔ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ جیسا بھی تقدیر میں لکھا ہو اس پر راضی رہنا ایمان کی نشانیوں میں سے ہے تو دل وجان سے ایسا آدمی اللہ تعالیٰ کے ہر تصرف پر راضی رہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت ان میں کامل ہوجاتی ہے آپ نے سنا ہوگا کہ

ایک اللہ والے کا واقعہ :

ایک اللہ والے ایک شہر میں داخل ہونا چاہتے تھے اس زمانے میں شہر کے چاروں طرف فصیل ہوتی تھی چاروں طرف دیوار ہوتی تھی دیکھا کہ تمام دروازے بند ہیں پوچھا کہ دروازے کیوں بند ہیں بتایا گیا کہ بادشاہ کا باز اُڑ گیا ہے اس واسطے دروازے بند کرائے ہیں تاکہ باز دروازہ سے نکل نہ جائے اس بزرگ نے کہا کیسا احمق بادشاہ ہے کہ باز تو اوپر اڑتا ہے۔ دروازے سے اس کا کیا تعلق ہے ایسا احمق اور اس کو بادشاہی دے رکھی ہے اور ہم ہیں کہ نہ پاؤں میں جوتا ہے اور نہ ہی سر پر ٹوپی ہے ایک تہبند ہی ہے بس۔ ایک ہم ہیں اور ایک یہ ہے ایسا احمق بادشاہ۔ اب اللہ والوں کے ساتھ معاملہ بھی الگ ہوتا ہے لہٰذا اللہ کی طرف سے الہام ہوا کہ یہ جو عشق اور محبت کی دولت لیے لیے پھر رہے ہو اگر تم چاہو تو ہم تم کو بادشاہی دیتے ہیں اور یہ دولت لے لیتے ہیں بس چیخ نکل گئی کہ یا اللہ میں نے غلطی کی مجھے

معاف فرما دیجیے۔ مجھے یہی حالت پسند ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہر تصرف پر اللہ والے راضی رہتے ہیں۔ خان پور میں ایک طالب علم تھا اس کو بوستان پڑھائی جارہی تھی۔

نہ دوری دلیل صبوری بود
کہ بسیار دوری ضروری بود

یہ محبت کی بات بیان کی گئی تھی ایسا محبت نے جوش مارا کہ آپے سے باہر ہو کر بھاگا اور لا الہ الا اللہ پڑھتے ہوئے بھاگا اتنا اس پر اثر ہوا کہ جو ہندو بھی سنتا تھا لا الہ الا اللہ پڑھتا چلا جاتا تھا تو روحانیت میں قوت آجاتی ہے۔ ہمت بلند ہو جاتی ہے اور محبت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ایسا شخص مخلوق سے بے نیاز ہو جاتا ہے سب کچھ اللہ سے وابستہ کرتا ہے مخلوق سے کچھ اُمیدیں نہیں رکھتا اگر ہے تو بس اللہ سے حضرت ثابت بن عبداللہؒ تابعی ہیں یہ اسوقت کے بڑے لوگوں میں شمار ہوتے تھے اس وقت بادشاہ تھا ابن ہشام۔ دیکھا کہ حضرت ثابت بن عبداللہؒ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اور بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے ہیں انہوں نے طواف ختم کیا اور مقام ابراہیم پر نوافل ادا کیے یہ انتظار کر رہا تھا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو ان سے جا کر یہ درخواست کی۔ (یہ بادشاہ ہے اور درخواست ان بزرگوں سے کر رہا ہے اب آپ یہ سمجھئے کہ اصل بادشاہ کون ہے) میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کی خدمت کروں انہوں نے جواب دیا کہ مجھ کو حیا آتی ہے۔ ابن ہشام بیچارہ خاموش رہ گیا۔ لیکن دل چاہتا تھا کہ اللہ والوں کی کچھ خدمت کروں۔ دل مجبور کر رہا تھا اس کے بعد انہوں نے سعی کرنی تھی۔ (طواف کے بعد سعی کی جاتی ہے)۔ وہاں پر پہاڑی ہے صفا۔ اس پر جا کر پھر درخواست کی کہ حضور میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کی کچھ خدمت کروں اب دیکھئے کہ کتنے بے نیاز ہیں۔ فرمایا تجھ سے دین مانگوں یا دنیا مانگوں۔ اب یہ پریشان کہ میں کیا جواب دوں۔ کہا کہ حضور دین تو آپ ہی کے پاس ہے اور اُس کے ہم بھکاری ہیں میرے پاس تو دنیا ہے میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں کچھ پیش کروں فرمایا سنو میں نے دنیا تو

آج تک خدا سے نہیں مانگی تجھ سے کیا مانگوں مجھے اللہ تعالیٰ بغیر مانگے دے رہے ہیں۔ اب دیکھئے کہ تعلق کتنا ہے۔ محبت ہوتی ہے تو ایسی باتیں آجاتی ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی ہی محبت نصیب فرمائے۔ (آمین)۔ کوشش کرنی چاہیے، محنت کرنی چاہیے۔ مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ۔ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ بھی اس کے ہو جاتے ہیں۔ اس واسطے کوشش کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ)

☆☆☆

حضور ﷺ کی شانِ رحمت، شفقت اور محبت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۝

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝

بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتا نہ تھا جب کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ کے حکم سے فرشتے حاضر ہو کر حضور اقدس ﷺ سے عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ اگر آپ فرمائیں تو آپ کے لیے پہاڑ سونے کے بنا دیے جائیں اور وہ پہاڑ سونے کے ہمیشہ آپ کے ساتھ رہا کریں جتنا چاہے آپ خرچ کرتے رہیں جہاں چاہیں خرچ کرتے رہیں مگر رسول اللہ ﷺ نے قبول نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ الٰہی میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک روز پیٹ بھر کر کھایا کروں تو آپ کا شکر ادا کروں دوسرے روز بھوکا رہوں تو صبر کروں۔ اب آپ بتایئے کہ یہ فاقہ حضور اکرم ﷺ نے خود اختیار فرمایا تھا یا آپ کو ملتا ہی نہیں تھا اب یہ بات رہ گئی کہ باوجود ملنے کے کیوں نہ لیا؟ کیا اس کی وجہ سے کہ آپ ﷺ کے باطن کو نقصان پہنچتا تھا ہمیں تو منع فرماتے ہیں کہ زیادہ مال کے اندر مرو کھپو نہیں ورنہ تم مال کے اندر مشغول ہو جاؤ گے دنیا کے اندر مشغول ہو جاؤ

گے اللہ سے رہ جاؤ گے تو کیا دنیا آپ کے باطن پر آپ کے دل پر برا اثر کرنے والی تھی۔ جس کی وجہ سے فاقہ اختیار کیا۔ دنیا مردار تو آپ کے دل کو کیا مشغول کر سکتی تھی جبکہ آپ ﷺ کے غلامانِ غلام ایسے ہوئے ہیں کہ ان کے دل کو باوجود کثرتِ مال دنیا سے ذرا بھی لگاؤ نہیں تھا ایسے اللہ کے بندے گزرے ہیں کہ مال بے شمار لیکن مال سے لگاؤ نہیں جب اللہ کے بندے حضور اکرم ﷺ کے اُمتی غلاموں کے غلام ایسے گزرے ہیں تو حضور اقدس ﷺ کی شان تو بہت اونچی ہے اُن کے دل کے اندر دنیا کی وقعت و عظمت کیسے آ سکتی تھی، دنیا اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی یاد سے کیسے غافل کر سکتی تھی؟ اس کے علاوہ انبیاء علیہم السلام میں سے بعضوں نے سلطنت کی خواہش کی تھی بادشاہی مانگی تھی جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ ہے۔ تو کیا معاذ اللہ انہوں نے ایک نقصان والی چیز کی درخواست کی تھی۔ ہرگز نہیں انبیاء علیہم السلام کے دل میں دنیا کی ذرا بھی گنجائش نہیں ہو سکتی تو پھر حضور اکرم ﷺ کے پاس مال و دولت کثرت سے رہتا تب بھی حضور اکرم ﷺ کو نقصان نہ دیتا۔ اچھا سونے کے پہاڑ بھی نہیں لیے مال کا نقصان بھی نہیں دیکھا پھر فاقہ کیوں اختیار کیا سوچنے والی بات ہے کہ نہیں پھر جو رسول اللہ ﷺ نے فاقہ کشی اختیار فرمائی وجہ کیا تھی صرف امت کا خیال کہ اگر ذرا بھی میں دنیا کی طرف ہاتھ بڑھاؤں گا میری امت اس کو بھی سنت سمجھ کر مال و دولت جمع کرنے کی طرف جھک جائے گی اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو بھول جائے گی۔ غفلت میں پڑ جائے گی صرف اس لیے کہ میری امت بچ جائے تو محض ہماری خاطر حضور اکرم ﷺ نے ساری عمر فاقہ کشی اختیار فرمائی۔

شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین برتن پیش کیے گئے:

شب معراج میں حضور اکرم ﷺ کے سامنے تین برتن پیش کیے گئے ایک شہد کا، ایک شراب کا، ایک دودھ کا تو حضور اکرم ﷺ نے دودھ کو اختیار فرمایا یہ بھی امت کے حال پر رحمت تھی۔ اگر آپ شراب پی لیتے تو دنیا کی شراب تو نہیں تھی کہ مست کر دے غافل کر دے یہ تو جنت کی شراب تھی حلال تھی پاک تھی آپ ﷺ کو کوئی نقصان اس سے نہ

ہوتا۔ نہ آپ ﷺ کو گناہ ہوتا اسی طرح اگر شہد کو لے لیتے تو امت لذات کی طرف جھک جاتی اور امت کا میلان لذات کی طرف ہوتا لذت والی چیز کی طرف زیادہ ہو جاتا وہ امت کے لیے نقصان دہ ہوتا۔ اس لیے جناب رسول اللہ ﷺ نے دودھ کو اختیار فرمایا کتنی گہری باتیں ہیں حضور اکرم ﷺ کی۔ جب دودھ پیا حضور اکرم ﷺ نے تو جبرائیل علیہ السلام نے خوش ہو کر عرض کیا۔ اِخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ وَلَوِ اخْتَرْتَ الْخَمْرَ لَغَوَتِ الْاُمَّةُ یعنی آپ نے دین کو اختیار فرمایا اگر آپ شراب کو اختیار فرماتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ عالم برزخ میں دین کی صورت دودھ جیسی ہوتی ہے۔ اگر کوئی دودھ پیے یا کوئی دودھ دے یا کسی سے ملے تو یہ دین کی نشانی ہے اس کی تعبیر دین اور علم کا حصول ہوتا ہے۔ خود رسول اکرم ﷺ نے بھی تعبیر اپنے اس خواب کی فرمائی جس میں خود دودھ نوش فرما کر بچا ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ میں دودھ پی رہا ہوں اور جو بچ گیا ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا ہے تو خود تعبیر فرمائی یہ دین ہی ہے اسی واسطے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے ایسے ہی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خواب دیکھا تھا ایک بڑا مجمع ہے اس میں لوگوں کو چھاچھ تقسیم ہو رہی تھی چھاچھ سمجھتے ہو لسی حضرت فرماتے ہیں میرے سامنے بھی پیش کی گئی تو میں نے انکار کر دیا میں نے نہیں پی جب میں بیدار ہوا تو خود بخود یہ تعبیر میرے دل میں آئی کہ جس طرح دودھ کے معنی علم دین کے ہیں چھاچھ کی تعبیر دین کی صورت تو ہے اس کی حقیقت نہیں ہے۔ چھاچھ دودھ کی صورت تو ہے دودھ نہیں ہے۔ تو تعبیر یہ ہوئی کہ یہ مجمع جس میں چھاچھ تقسیم کی گئی ہے اس میں دین کی صورت ہے دین کے معنی نہیں ہیں دین کی حقیقت نہیں ہے ان کے اندر۔ یہ مجمع عمل بالحدیث کے مدعیوں کا تھا۔ گویا اس جواب میں بتلا دیا گیا کہ ان لوگوں میں دین کی صورت ہی صورت ہے دین کی روح نہیں ہے۔ غرض حضور اکرم ﷺ نے جو شب معراج میں دودھ کو اختیار فرمایا اس کی برکت یہ ہوئی کہ امت

محمدیہ ﷺ کو دین کا خیال بہت ہے۔ اب ہم دیکھیں گے کہ صاحب فلانے کی حالت بڑی ناقص ہے فلانے کی اچھی ہے تو کاملین کے سامنے ناقصین چاہے کیسے ہی معلوم ہوتے ہوں مگر مجموعی طور پر حضور اکرم ﷺ کی امت دیگر قوموں سے یہود و نصاریٰ کے مقابلے میں دین کے اہتمام میں بہت بڑھے ہوئے ہیں دوسری قوموں کا جو دین ہے اس کے مقابلے میں مسلمانوں کا دین بہت بڑھا ہوا ہے چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ کے لیے جان دینے کا موقع آتا ہے تو سب کھڑے ہوتے ہیں۔ جان کی مال کی عزت کی پرواہ نہیں کرتے رسول اکرم ﷺ کے لیے جان دینے کے لیے تیار رہتے ہیں۔

ایک سرجن کا واقعہ :

ایک بہت بڑے ڈاکٹر ہیں سرجن ہیں اسلام آباد میں، دیکھنے میں مونچھیں بھی نہیں ہیں داڑھی بھی نہیں ہے نماز بھی کبھی پڑھتے ہیں کبھی نہیں پڑھتے کوئی شخص آیا اس نے آ کے یہ کہا کہ قادیانیوں کا جو بڑا امیر ہے اس کا انتقال ہو گیا ہے شاید اس نے ان کے سامنے افسوس کا اظہار کیا وہ کہتے ہیں کہ بھئی میرے سامنے افسوس کے اظہار کا کیا مطلب ہے تو اس آنے والے نے ان کے خسر کی طرف اشارہ کیا کہ ان کی وجہ سے افسوس کا اظہار کر رہا ہوں کیونکہ ان کے ساتھ آپ کا تعلق ہے اس لیے میں نے افسوس کا اظہار کیا اور آپ کے خسر اس قادیانی سربراہ کے معتقد ہیں۔ ان ڈاکٹر صاحب کے دل میں خیال آیا جو سرجن ہیں کہ اگر میرے خسر قادیانی سربراہ کے معتقد ہیں تو بیوی بھی ایسی ہی ہو گی فوراً بیوی کو گھر واپس بھیج دیا۔ یہ دین کی بات تھی کتنی دین داری ہے کہتے ہیں میں نکما ہوں نماز نہیں پڑھتا گناہ گار ہوں سب کچھ ہوں لیکن میں اتنا بھی بے غیرت نہیں ہوں کہ ایک کافر عورت کو اپنے گھر میں رکھوں۔ اس نے بہتیری منت سماجت کی۔ اس نے کہا کہ نہیں میں خود آؤں گا تمہارے گھر اور معلوم کروں گا کہ تمہارے باپ کا کیا عقیدہ ہے تمہارا کیا عقیدہ ہے۔ یہ گئے انہوں نے کہا کہ میں پہلے تو قادیانی تھا مگر اب کئی سال ہو گئے توبہ کر چکا ہوں

اور اس کی بیوی نے کہا کہ میں تو سرے سے قادیانی ہوں ہی نہیں میرا تو قادیانی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تمہارے نکاح میں آئی ہوں مسلمان ہوں اس کو پھر بھی تسلی نہیں ہوئی اور عالموں کے پیچھے پھرتا رہا کہ مجھے بتاؤ عالموں نے کہا بھئی اگر اول تو تمہارا خسر کہہ رہا ہے میں قادیانی ہوں ہی نہیں اور اگر ہو بھی تو تمہارا تعلق بیوی سے ہے بیوی اگر مسلمان ہے تو نکاح برقرار ہے لیکن اس کی غیرت دینی کا اندازہ کریں کتنی اونچی غیرت ہے صرف اس لیے بیوی کو گھر سے نکال دیا۔ یہی فرماتے ہیں چاہے دوسرے کاملین کے مقابلے میں مسلمان ناقص ہی ہوں پھر بھی مسلمانوں کے اندر دین زیادہ ہے تو حضور اکرم ﷺ نے دودھ کو اختیار فرمایا فاقے کو اختیار فرمایا تو دیکھا کہ آپ ﷺ نے امت پر کیا کیا عنایتیں کیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسی محبت ہم سے کریں تو ہم کیسے محبت نہ کریں ہمیں بھی چاہیے کہ بہت محبت کریں ان سے اور بھئی ہم تو کیا ہیں حضور اکرم ﷺ کی محبوبیت کی شان تو یہ ہے کہ جانوروں اور درختوں تک نے آپ ﷺ کو سجدہ کیا ہے اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ آخری حج حجۃ الوداع جب کیا جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے قربانی کی تو سو اونٹوں کی قربانی فرمائی فقر و فاقہ کے بارے یہ فاقہ اختیاری تھا، بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آپ کو بہت کچھ دیا تھا ساری کائنات حضور اکرم ﷺ کے لیے تھی مگر آپ جمع نہیں فرماتے تھے آپ کا فاقہ اپنے اختیار میں تھا۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تھا ایسے ہی امتحان لینے کے لیے کہ زکوٰۃ کیسے فرض ہوتی ہے انہوں نے فرمایا کہ تمہاری زکوٰۃ جو ہے وہ تو ایسی ہے کہ جب مال زیادہ (بقدر نصاب) جمع ہو جائے اور ایک سال پورا ہو جائے تو چالیسواں حصہ نکالنا چاہیے اور ہماری زکوٰۃ یہ ہے کہ اتنا مال ہی جمع نہ ہو کہ زکوٰۃ فرض ہو جائے تو حضور اکرم ﷺ کا فاقہ اختیاری تھا آپ دیکھتے ہیں کتنا مال جمع ہو جاتا ڈھیروں ڈھیر لگ جاتے لیکن حضور اکرم ﷺ رات سے پہلے ختم کر دیتے ایک دفعہ ایک بکری ذبح ہوگئی رات کو حضور اکرم ﷺ تشریف لائے فرمایا کچھ باقی ہے سب کہنے لگے سارا دے دیا ایک ران باقی ہے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

کہ جو دے دیا وہ تو باقی ہے اور یہ بچ گیا یہ فانی ہے یہ بھی دے دینا چاہیے تھا کیوں رکھا تم نے جب میں نے کہا تھا کل کے لیے گھر میں کوئی چیز نہ رکھنا۔ تو حضور اکرم ﷺ کا فاقہ اختیاری تھا۔ تو خیر سو اونٹ کی قربانی فرمائی۔ اب ایک نحر کرنے کا طریقہ کیا ہے کہ (حضور اکرم ﷺ میں طاقت کتنی تھی) کہ اونٹ کا جو پاؤں ہے وہ موڑ کے ران کے ساتھ ساتھ باندھ دیتے اور تین پاؤں پر اونٹ کھڑا ہوتا ہے تین پاؤں سے بھاگ نہیں سکتا پھر شہ رگ پر برچھ زور سے مارتے ہیں اس سے خون نکلنا شروع ہو جاتا ہے تو پھر ذبح ہوتا ہے تو حضور اکرم ﷺ نے ان سو میں سے تریسٹھ اونٹ خاص اپنے دست مبارک سے ذبح کیے تھے اس سے رسول اکرم ﷺ کی قوت کا حال بھی معلوم ہوتا ہے کہ ماشاء اللہ بہت ہی قوی ہاتھ تھا کہ تریسٹھ اونٹ کھڑے کھڑے ذبح کر دیئے غرض حدیثوں میں ایک قصہ مذکور ہے یہ تو ویسے ہی ایک بات سنا دی بات تو یہ چل رہی تھی (کہ شانِ محبوبیت کا ادراک جانوروں تک میں تھا) جب حضور اکرم ﷺ قربانی کے ایک جانور کو ذبح کر لیتے ہیں تو ہر اونٹ بڑھ کر خود آتا تھا کہ پہلے مجھے ذبح کیا جائے (کُلُّهُنَّ يَزْدَلِفْنَ اِلَيْهِ) ہر ایک اونٹ آگے بڑھتا تھا کہ پہلے میں ذبح ہوں حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک سے۔ یہ کتنی خوش قسمتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے ذبح ہوں۔ کیونکہ محبت تھی سرکار کی، جب جانوروں کو محبت ہے حضور ﷺ سے تو ہم انسانوں کو کیوں نہیں ہونی چاہیے تو ہر طرح سے معلوم ہو گیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا فرض ہے اچھا جناب جب محبت ہو گئی تو پھر (مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ) جو کسی سے محبت کرتا ہے اس کا ذکر کثرت سے کیا کرتا ہے اس کی نشانی پھر کیا ہوگی۔ کثرت سے ذکر کرنا۔

حضورؐ سے محبت کی نشانی:

حضور اکرم ﷺ کا ذکر کثرت سے کرنا ذکر کا ایک بہت اچھا طریقہ ہے اور مقبول طریقہ اور محبوب طریقہ ہے درود شریف پڑھنا یہ ہے ذکر کا بہت اچھا طریقہ بہت

مقبول طریقہ بہت محبوب طریقہ درود شریف پڑھنا پھر خاص طور پر یہ کہ جب اس میں نفع بھی ہمارا ہی ہوا سی لیے حضور ﷺ نے درود شریف کی بہت فضیلت بیان فرمائی ہے تا کہ اس کے ذریعے امت کو بہت کچھ برکات اور درجاتِ عالیہ اور ثواب مل جائے اب کوئی احمق شاید یہ سمجھے کہ ہم جو درود پڑھیں گے تو حضور ﷺ کو بڑے بڑے درجے مل جائیں گے ہماری وجہ سے بھئی بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کو ہمارے درود کی ضرورت نہیں ہے حضور ﷺ کے لیے تو اللہ خود درود بھیجتے رہتے ہیں (اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ) (سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۵۶) اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہمیشہ رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں رحمت کے لیے متوجہ ہوتے رہتے ہیں تو حضور ﷺ کو ہماری کیا ضرورت رہے گی بات یہ ہے کہ جب ہم حضور ﷺ کے لیے عرض کرتے ہیں تو ہم نوازے جاتے ہیں اس کی برکت سے۔ آپ کے بیٹے کے ساتھ کوئی محبت کرتا ہو تو آپ کو اس سے محبت ہو جاتی ہے آپ کے بیٹے کو کوئی چیز دیتا ہو تو آپ کو اس سے محبت ہو جاتی ہے آپ کے بیٹے کے لیے کوئی فرمائش کرے کہ آپ صاحب اس کو یہ دے دیجیے آپ کو اس کے ساتھ محبت ہو جائے گی اسی طرح جو ہم درخواست کرتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ کے لیے تو اللہ تعالیٰ کو ہم سے محبت ہو جاتی ہے حضور ﷺ کو کچھ آپ کی ضرورت نہیں وہ درجات تو حق تعالیٰ خود حضور ﷺ کو عطا فرماتے رہتے ہیں البتہ یہ رحمت ہے کہ ہمیں اس وساطت سے مشرف فرما دیا کہ اس واسطے سے بھی ہم کو حضور ﷺ کی برکت سے قرب حاصل ہو جاتا ہے تو معلوم ہوا حق تعالیٰ جل شانہ، حضور ﷺ پر ہمیشہ درود بھیجتے رہتے ہیں چاہے کوئی درود بھیجے یا نہ بھیجے اور ظاہر ہے حق تعالیٰ سے بڑھ کر درود اور کس کا ہو سکتا ہے اور حق تعالیٰ ہمیشہ درود نازل فرماتے رہتے ہیں تو حضور ﷺ کو جو درجاتِ عالیہ عطا ہونے والے ہیں وہ تو حق تعالیٰ خود ہی عطا فرمائیں گے اگر تم بھی حضور ﷺ پر درود پڑھو گے تو اس سے تم کو بھی نفع ہو جائے گا باقی حضور اکرم ﷺ کو خود اس کی کوئی ضرورت نہیں تمہاری محبت کا

مقتضاء یہ ہے کہ ذکر کیا کرو حضور ﷺ کا اور ذکر میں بہترین ذکر اور مقبول ذکر جو اچھا ذکر ہے وہ درود شریف ہے اور اس کی فضیلتیں بیان فرماتے ہیں۔ (مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا) جو میرے اوپر ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم نے میرے محبوب کے لیے مجھ سے رحمت کی درخواست کی میں تمہارے اوپر دس رحمتیں نازل کروں گا تم نے ایک رحمت مانگی میں دس رحمتیں تمہارے اوپر نازل کروں گا تو درود شریف ہے بھی ایسی چیز۔ اس میں اللہ کا نام بھی آ جاتا ہے حضور ﷺ کا نام بھی آ جاتا ہے درخواست کس سے کر رہے ہو (اَللّٰھُمَّ) اے ہمارے اللہ رحمت خاص بھیج دیجیے حضور ﷺ پر تو حضور کا نام مبارک بھی آ جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا نام مبارک بھی آ جاتا ہے تو اب ایک ہے یاد کرنا تنہائی میں ایک ہے یاد کرنا سب کے سامنے تو تنہائی کی یاد تو یہ ہے کہ درود شریف کثرت سے پڑھتے رہو اور جب اکٹھے کبھی ہو جائیں تو حضور ﷺ کے فضائل بیان کرنے شروع کر دو حضور ﷺ کے کمالات بیان کرنے شروع کر دو حضور ﷺ کے اخلاق بیان کرنے شروع کر دو یہ جو کمالات کا بیان کرنا ہے اخلاق کا بیان کرنا ہے یہ ولادت کے ذکر سے افضل ہے۔ اچھا بات یہ ہے حضرت فرماتے ہیں ولادت سے مقصود کیا ہے پیدا کرنے سے کیا مقصد ہے حضور کے کمالات دکھانے ہیں۔ پیدائش سے مقصود کمالات ہیں تو جو مقصود ہے اس کا بیان کرنا افضل ہو گا کہ نہیں ہو گا؟ یہ ہم نہیں کہتے کہ ولادت کا بیان کرنا گناہ ہے (مَعَاذَ اللّٰہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ) وہ بھی اپنی جگہ پر ہے لیکن اس سے زیادہ افضل یہ چیز ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے کمالات بیان کیے جائیں فضائل بیان کیے جائیں اخلاق بیان کیے جائیں عادات بیان کی جائیں جس سے حضور ﷺ کی عادت مبارکہ معلوم ہو گی تو ہم سنت کی پابندی کریں گے کہ نہیں کریں گے؟ ولادت پر تو پابندی کیا کر سکتے ہیں لیکن اس کا مطلب کوئی یہ نہ سمجھے ذکر ولادت سے منع کر دیا ہے ولادت کا ذکر منع نہیں ہے وہ بھی ثواب کی چیز ہے لیکن زیادہ ثواب اس میں ہے تو

ایک تو فضیلت یہ ہے کہ جو ایک دفعہ درود شریف پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ دس رحمتیں اس پر بھیج دیتے ہیں پھر درود کی ایک فضیلت یہ آتی ہے۔

ایک صحابی کا واقعہ:

ایک صحابی نے حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے پیش ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ اوراد ہیں ان میں سے درود شریف کا بھی وظیفہ کرتا ہوں درود شریف بھی پڑھتا ہوں اور درود شریف میرے سارے ذکر سے چوتھائی حصہ ہے مثال کے طور پر میں چار گھنٹے وظیفہ کرتا ہوں تو اس میں سے ایک گھنٹہ میرا اور درود شریف کا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اگر تو زیادہ کرے تو تیرے لیے بہتر ہو گا درود شریف زیادہ پڑھے گا تو تیرے لیے بہتر ہو گا۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ تو میں چار گھنٹے میں ایک گھنٹے کی بجائے دو گھنٹے یعنی نصف کر لوں حضور اکرم ﷺ نے پھر فرمایا اور بڑھاؤ گے تو اور بہتر ہو جائے گا تو اب وہ یہ سمجھے کہ سرکار کا مطلب یہ ہے کہ درود شریف بہت ہی پڑھنا چاہیے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنا سارا وظیفہ درود شریف ہی رکھتا ہوں اور کچھ نہیں پڑھوں گا اس پر سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا اگر تم نے یہ کیا تو اللہ تعالیٰ جل شانہ تیرے سارے غموں اور فکروں کو دور کر دیں گے اور گناہ بخش دیں گے تو اندازہ کیجیے درود شریف کی کتنی فضیلت ہے اب کوئی شخص یہ سمجھے کہ اچھا اب تو ہم سارے ذکر چھوڑ کر وظیفے چھوڑ کر درود شریف ہی پڑھا کریں گے فرماتے ہیں نہیں اپنی مرضی سے بند نہ کرو اپنے بزرگوں سے پوچھ کر کرو اور اس کے متعلق حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا اچھا قول ہے ان سے پوچھا گیا استغفار افضل ہے یا درود شریف، انھوں نے فرمایا اُجلے کپڑوں میں تو عطر اچھا ہوا کرتا ہے اور میلے کپڑوں میں صابن۔ گنہگار کے لیے استغفار افضل ہے اور جو گناہ بخشوا لے اس کے لیے درود شریف افضل ہے تو ہر ایک کی حالت کا جدا مقتضا ہے اس لیے کوئی یہ نہ کرے کہ تمام اوراد چھوڑ دے صرف درود شریف اختیار کرے۔ یہ اپنے شیخ سے بزرگوں سے پوچھ کر کرے تو ایک حق تو محبت کا یہ ہوا کہ ذکر کرنا چاہیے دل سے۔

محبت کا ایک حق قبر شریف کی زیارت:

ایک حق آپ کی محبت کا یہ ہے کہ قبر شریف کی زیارت سے مشرف ہو۔ اب ہم لوگ زندگی میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف نہیں ہو سکتے تاہم روضۂ اطہر سے ہی برکات حاصل کر لیں جہاں پہنچ سکتے ہیں۔ وہ برکات اگرچہ زیارتِ حیاتی کے برکات کے برابر نہ ہوں مگر ان کے قریب قریب ضرور ہو جاتی ہیں۔ یہ قریب قریب ہونا تھوڑی بات نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔ (مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ) جس شخص نے میرے مرنے کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ اچھا پھر اس سے بھی معلوم ہو گیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ خود بھی قابلِ توجہ ہے۔ اگر تعلق صرف مبلغ ہونے کی حیثیت سے ہوتا تو قبر کی زیارت سنت نہ ہوتی کیونکہ وہاں حضور اکرم ﷺ تبلیغ تو نہیں کر رہے ہیں جیسے زندگی میں کیا کرتے تھے ویسے تو نہیں کر رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کی ذات خود بھی قابلِ توجہ ہے مگر افسوس یہ ہے کہ بعض لوگ ایسے خشک ہیں کہ وہ قبر شریف کی زیارت کی فضیلت کو نہیں مانتے مگر اسے بڑھ کر اتنی جسارت کرتے ہیں کہ اس کے ناجائز ہونے کے متعلق کہہ جاتے ہیں۔ کانپور میں بچوں کا امتحان تھا اور امتحان میں ایک ایسے شخص بھی تھے جو قبر شریف کی زیارت کو ناجائز سمجھتے تھے ایک بچے کا امتحان شروع ہوا اس نے اتفاق سے یہ حدیث پڑھی (مَنْ حَجَّ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ) جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے میرے ساتھ ظلم کیا۔ محبت کا اندازہ کیجیے جو حج کے لیے آیا اور مدینہ شریف آ سکتا ہے میری قبر کی زیارت کرنے کے لیے اس کے پاس پیسے ہیں اور پھر اس نے نہیں کیا تو میرے اوپر ظلم کیا۔ کتنی محبت ہے ان کو۔ تمہارے والدین انتقال کر جائیں تو یہ نہیں کہتے تو کیوں نہیں آیا ہمارے پاس۔ محبت کا کلمہ ہوتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میرا تیرے ساتھ اتنا تعلق ہے میں تیرے لیے اتنی دعائیں مانگوں میں تیری طرف اتنا متوجہ

ہوں تو میری طرف کیوں نہیں آیا تو نے میرے اوپر ظلم کیا تو آ جاتا میں آنکھوں سے دیکھ لیتا تجھے تو نے میرے اوپر ظلم کیا کتنی محبت ہے وہ جو قبر شریف کی زیارت کے قائل نہیں تھے اس کو ناجائز کہتے تھے انہوں نے اعتراض کیا کہنے لگے جو بات ہے یہ زندگی کے ساتھ خاص ہے بعد وفات کے زیارت ثابت نہیں غالباً وہ چھوٹا بچہ تھا اس بات کو سمجھا نہیں اور نہ اس کو جواب معلوم تھا وہ سادگی سے آگے بڑھنے لگا ایک حدیث سُن کے تو اگلی حدیث جو آئی تھی وہ یہ تھی۔ (مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ) جس نے میرے مرنے کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی جتنے علماء اس وقت موجود تھے سب نے ان صاحب سے کہا لیجیے صاحب آپ کے اعتراض کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے خود بخود ہی ہو گیا ہم تو شاید نہ دیتے اللہ تعالیٰ نے خود ہی دلا دیا ہے اس بچے سے۔ اگلی حدیث پڑھ لو یہ بھی تو حدیث ہے جو پہلے حدیث سے لے رہے تھے بس وہ خاموش رہ گئے کیا جواب دیتے حدیث کے آگے کیا جواب دیتے اچھا پھر ایک اور شبہ ہوتا ہے کہ بعض لوگ قبر شریف کی زیارت پر ایک شبہ کرتے ہیں کہ اب تو قبر کی بھی زیارت نہیں ہوتی کیونکہ قبر شریف نظر نہیں آتی وہاں تو سامنے دیواریں ہیں اور حدیث کے الفاظ ہیں قبر کی زیارت کے۔ قبر نظر نہیں آتی تو پھر زیارت تو نہ ہوئی قبر شریف کے گرد پتھر کی دیوار قائم ہے جس کا دروازہ بھی نہیں ہے۔ حضرت فرماتے ہیں یہ عجیب لغو اشکال ہے میں کہتا ہوں کہ اگر زیارت قبر کے لیے قبر کا دیکھنا ضروری ہے تو حضور اکرم ﷺ کی زیارت کے لیے بھی شرط ہوگی کہ حضور اکرم ﷺ کو آنکھوں سے دیکھا جائے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم صحابی ہیں اور نابینا تھے انہوں نے آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن ہیں صحابی کیا کہو گے صحابی نہیں ہیں۔ مستورات۔ انہوں نے آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن صحابیہ کے حکم میں ہیں تو حکمی زیارت کافی مانی گئی ہے اسی طرح زیارت قبر شریف کو بھی حکمی زیارت ماننا چاہیے یعنی ایسی جگہ پہنچ جانا کہ اگر بیچ میں کوئی چیز حائل نہ ہو تو قبر شریف کو دیکھ لیتے یہ بھی حکماً زیارت قبر

شریف کی ہے۔ اب ایک تیسرا شبہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول ہے (یُکْرَہُ قَوْلُ رَجُلٍ زُرْتُ قَبْرَ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ) یعنی امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ بات کہنی مکروہ ہے کہ میں نے قبر شریف کی زیارت کی۔ یہ ایک قول ہے اگرچہ تشریح آ جاتی ہے مگر بعض لوگ اس اشکال سے شبہ کر لیتے ہیں قول ان کا یہ ہے کہ یہ بات کہنی مکروہ ہے کہ میں نے قبر شریف کی زیارت کی تو جب زیارت قبر کا قول تک مکروہ ہے قبر کی زیارت کی بات کرنی مکروہ ہے تو زیارت کرنی مکروہ نہیں ہوگی؟ یہ شبہ اس قول پر کر رہے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں اس کا جواب میں دیتا ہوں ایک جواب تو یہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول اول تو ثابت ہی نہیں ہے ایک بات۔ اگر ثابت بھی ہو تو ان کا مطلب یہ نہیں جو تم کہتے ہو ورنہ اس قدر ہیر پھیر کی ضرورت کیا تھی ان کو صاف یہ فرماتے کہ قبر شریف کی زیارت مکروہ ہے صاف یہ کہہ دینے کے بجائے قول کا لفظ کیوں لائے کہ یہ بات کرنی مکروہ ہے۔ یہ بات کرنے کا لفظ کیوں لائے سیدھا کہہ دیتے قبر شریف کی زیارت مکروہ ہے تو فرماتے ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ قول کی کراہت بیان کرنا مقصود ہے قبر شریف کی زیارت مکروہ نہیں ہے۔ (لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝)

حضور ﷺ کی شانِ رحمت:

حضور اکرم ﷺ کے جتنے بھی ہمارے اوپر احسانات ہیں مسلمانوں کے اوپر مومنین کے اوپر اس کا بیان چل رہا تھا اور یہ رحمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عام ہے سب مومنین کے لیے۔ فرماتے ہیں کہ جب اس دنیا کے اندر کفار بھی حضور اقدس ﷺ کی رحمت میں شامل ہو گئے جیسے پہلی امتیں جو تھیں ان پر عذاب آتے تھے کبھی آسمان سے پتھر برسے کبھی زمین کا تختہ اُلٹ دیا گیا کبھی قومیں سور اور بندر بنا دی گئیں تو جب مومنین بچے تو اس طرح کفار بھی بچ گئے تو کفار جب دنیا کے اندر اس رحمت کے اندر شامل ہیں تو کیا آخرت میں بھی کفار کے لیے حضور اقدس ﷺ رحمت ثابت ہوں گے؟ کیونکہ یہ آیا ہے

روایات میں کہ کفار اللہ تعالیٰ جل شانہ کا جو انکار کرنے والے ہیں جو اللہ کے ساتھ شریک کرنے والے ہیں وہ تو ابدالآ باد جہنم میں رہیں گے تو کفار کے لیے پھر آپ کی رحمت کا ظہور کیسے ہوگیا یہ سوال ہے اسی طرح جب مومنین کے لیے حضور اقدس ﷺ رحمت ہیں تو پھر جہنم میں جائیں گے تو رحمت کیسے ہوگی مومنین کے لیے؟ یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ مومنین بھی جہنم میں جائیں گے اور سزا بھگتنے کے بعد آ جائیں گے تو حضور ﷺ کی اگر رحمت پوری ہوتی تو جہنم میں نہ جاتے یا کفار ہیں تو ان کے لیے کیسے پتہ چلے گا کہ ان کے لیے حضور ﷺ رحمت ہیں اس کے لیے فرماتے ہیں کہ ایک بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اگر کوئی شخص بڑا سخت جرم کرے جس کی سزا میں وہ بیس سال کی سخت سزا کی قید کا مستحق ہو تو اگر حاکم اس میں سے دس سال کم کردے تو یہ رحمت ہوگی کہ نہیں اسی طرح اگر کوئی شخص بہت سخت سزا کا مستحق ہو اور اس میں کچھ تخفیف کر دی جائے تو یہ بھی رحمت ہوگی ظاہر ہے کہ یہ دونوں صورتیں رحمت میں داخل ہیں۔ لمبی قید کو چھوٹی قید میں تبدیل کرنا سخت قید کو نرم قید میں تبدیل کر دینا یہ دونوں رحمت ہوں گی اب سمجھ لینا چاہیے کہ قیامت کے دن حضور ﷺ جن گنہگار مسلمانوں کے لیے جو جہنم میں جائیں گے سفارش فرمائیں گے اگر یہ شفاعت نہ ہوتی تو ان کی معیاد میں اور زیادتی بھی ہوتی تو معیاد کی کمی رحمت ہوگی سرکارِ دو عالم ﷺ کی وجہ سے۔ مثال کے طور پر کوئی ہزار برس کے لیے جہنم میں بھیجا گیا اور سرکار سفارش فرمائیں گے اس میں کمی ہو کے پانچ سال باقی رہ گئے تو یہ رحمت ہے یا نہیں ہے اب ظاہر ہے کہ کفار کے حق میں تو یہ نہیں ہو سکتا کہ معیاد میں کمی ہو جائے عذاب تو ان کے لیے ابدالآ باد ہوگا اب یہاں ایک اشکال اور ہوتا ہے کہ صاحب ایک شخص کافر ہے یا مشرک ہے اس نے اللہ کا انکار کیا یا اللہ کے ساتھ شریک بنا لیے اس کی عمر ہے ساٹھ سال۔ اس کی عمر ہے پچاس سال اس کی عمر ہے ستر سال اس کی عمر ہے سو سال تو جس نے سو سال نافرمانی کی اور انکار کیا تو سزا بھی اسے زیادہ سے زیادہ سو سال دے دو یہ کیا ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہے۔

یہ کیا مطلب ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اس شخص کی عمر اگر کروڑ اور ارب برس بھی ہو جاتی اس کا ارادہ یہی تھا کہ کفر پر ہی قائم رہے گا اگر اس کی نیت یہ نہ ہوتی اگر یہ خیال ہوتا کہ میں دس سال کے بعد کفر سے لوٹ آؤں گا پھر تو بات اور ہے جب بھی لوٹ آیا کفر کی حالت سے اگر سو سال جیا اور ننانوے سال کفر کی حالت میں رہا اور ایک سال بلکہ سو سال سے ایک دن پہلے بھی کفر سے توبہ کر لی تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی لیکن جس کا کفر پر انتقال ہوا تو معلوم ہوا اس کی نیت یہی تھی کہ اگر کروڑوں برس بھی عمر مل جائے گی تو بھی کفر پر ہی قائم رہے گا اس لیے ابدالآ باد کی سزا اس کو ہوگی تو عذاب تو ان کو ہمیشہ ہمیشہ کا ہوگا مگر سرکارِ دو عالم ﷺ کی رحمت کی وجہ سے کفار کیلئے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی۔ چنانچہ بعض کفار کے لیے تو کتابوں میں بھی آتا ہے احادیث میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ابوطالب جو آپ کے چچا ہیں انہوں نے آپ کی بڑی خدمت کی ہے آپ کی وجہ سے خود تین سال تک جلاوطن رہے صرف آپ کی وجہ سے اور ہمیشہ آپ کی نگہبانی کی اور آپ کی کفالت کی تو کیا ان کو کچھ صلہ ملے گا کیونکہ خاتمہ تو کفر کی حالت میں ہوا جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں نہ ہوتا تو ابوطالب سر سے پاؤں تک آگ میں غرق ہوتے مگر میری وجہ سے اللہ کا یہ کرم ہوگا کہ ان کو صرف دو جوتیاں آگ کی پہنائی جائیں گی جس سے ان کا بھیجہ مثل ہانڈی کے پکے گا اور اس پر وہ یہ سمجھیں گے کہ جتنا عذاب مجھ پر ہے کسی اور پر نہیں ہے حالانکہ عذاب سب سے کم ہوگا تو یہ تخفیف بھی حضور اکرم ﷺ کی وجہ سے ہوئی۔ ابو لہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے بڑے دشمن تھے (تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝)۔ قرآن مجید میں آتا ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ کی ولادت ہوئی تو (ایک باندی تھی ایک ہوتا ہے غلام ایک ہوتی ہے باندی دونوں زرخرید ہوتے ہیں) ایک باندی نے آ کے خوشخبری دی کہ آج آپ کا بھتیجا پیدا ہوا ہے حضور اکرم ﷺ پیدا ہوئے تو ابولہب کو اتنی خوشی ہوئی اس بھتیجے کے پیدا ہونے کی اور اس کی خوشی کی بشارت سنانے کی کہ اس نے باندی کو آزاد کر

دیا بعد میں دشمنیاں بھی بہت کیں وہ حضور کے راستے میں کانٹے بچھاتا رہا اس کی بیوی بچھاتی رہی فرماتے ہیں اس وجہ سے ہر پیر کے دن ذرا سا ٹھنڈا پانی پینے کا اس کو مل جاتا ہے تو کفار کے حق میں بھی باعث رحمت ہوئے حضور اقدس ﷺ۔ باقی رہا عام کفار کے حق میں تخفیف۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ہمیں تو کسی حدیث سے معلوم نہیں ہوا مگر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک کتاب اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن حضور ﷺ کی شفاعت دس طریقے کی ہوگی دس طرح کی شفاعت ہوگی ان میں ایک شفاعت یہ بھی ہوگی کہ حضور اقدس ﷺ عام کفار کے لیے بھی شفاعت فرمائیں گے کہ یا اللہ یہ لوگ جس سخت عذاب کے مستحق ہیں اس میں کچھ کمی کر دیجئے چنانچہ آپ ﷺ کی برکت سے ان کے عذاب میں کمی کر دی جائے گی گو کم ہونے کے بعد بھی وہ اس قدر سخت ہوگا کہ وہ اس کو بھی بہت ہی زیادہ سمجھیں گے خدا محفوظ رکھے وہاں کا ذرا سا عذاب بھی ایسا ہوگا کہ ہر شخص یہ سمجھے گا کہ مجھ سے زیادہ سخت عذاب کسی کو نہیں ہے چنانچہ ابو طالب کو حالانکہ بہت ہی کم عذاب ہوگا مگر وہ یہی سمجھیں گے کہ مجھ سے زیادہ کسی کو بھی عذاب نہیں ہو رہا تو چاہے کفار کو اس کمی کا احساس ہو یا نہ ہو مگر حضور اکرم ﷺ کی طرف سے تو رحمت ہونے میں کوئی شک نہیں رہا۔ آپ کی رحمت ان کے ساتھ بھی پائی گئی ہے اسی واسطے فرمایا (وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ) (سورۃ انبیاء آیت نمبر ۱۰۷)۔ اب حضرت فرماتے ہیں کہ شاید کوئی اشکال کرے میں نے جو کہہ دیا ہے بھئی مجھے تو حدیث میں ملا نہیں ہے تو فرمایا لیکن حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث ہیں انہوں نے دس قسم کی شفاعت لکھی ہیں کسی حدیث سے معلوم کر کے لکھی ہوں گی چاہے وہ حدیث ہمیں ملے یا نہ ملے مگر چونکہ حضرت شیخ کی نظر حدیث میں بہت وسیع ہے اس لیے ان کا یہ قول قابل تسلیم ہے ہم ان کی بات مانتے ہیں اب حضرت اس میں ایک اور بات فرماتے ہیں کہ کفار جو بہت دردناک عذاب میں ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ بڑا سخت عذاب ہے

جو کم عذاب میں ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ بڑا سخت عذاب ہے جن کو صرف جوتیاں آگ کی پہنائیں وہ بھی کہتے ہیں کہ بڑا سخت عذاب ہے اسی طرح جنت پر قیاس کریں۔ فرمایا جنت کی طرف نظر کرنے میں یہاں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسی طرح جنتیوں کو اپنے درجے کی کمی کا احساس نہیں ہوگا ہر جنتی سمجھے گا کہ جتنی اللہ تعالیٰ نے مجھے نعمتیں دی ہیں کسی کے پاس نہیں ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنی ایسی رحمت فرمائیں گے کہ کسی کو ذرا بھی کینہ نہیں ہوگا ذرا خیال نہیں ہوگا مجھے کچھ کم کر دیا گیا ہے کلام پاک میں آتا ہے کفار کے متعلق (لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَO) (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۶۲) کافروں سے عذاب کو ہلکا بھی نہیں کیا جائے گا اور نہ وہ ڈھیل دی جائے گی اب اوپر کیا آیا ہے کہ حضور ﷺ کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ تخفیف ہوگی نہیں عذاب ہلکا نہیں ہوگا اس کا مطلب پھر کیا ہوا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اعتراض کا جواب دیتے ہیں حضرت فرماتے ہیں کہ جو عذاب ان کے لیے بنا دیا گیا جس عذاب کا اعلان کر دیا گیا اس عذاب کی وجہ سے دوزخ میں بھیج دیئے گئے اب حضور ﷺ نے شفاعت فرمائی اب جو طے ہو جائے گا اس میں کمی نہیں ہوگی یہ مطلب ہے۔ (لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَO) (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۶۲) اس میں کمی نہیں ہو سکتی اچھا اب ایک بات اور ہے کہ آپ آگ جلاتے ہیں لکڑیاں جلائیں کتنی زیادہ جلیں گی آگ جلتے جلتے کم ہو جائے گی۔ ہو جاتی ہے کہ نہیں؟ تو ہو سکتا ہے جہنم کی آگ بھی ایک ہزار سال بعد بجھ جائے دو ہزار سال بعد بجھ جائے ہو سکتا ہے تیزی میں کمی آ جائے حق تعالیٰ فرماتے ہیں وہاں کی آگ ایسی نہیں جیسی اول دن تیز ہوگی ویسی ہمیشہ رہے گی کبھی کمی نہیں آئے گی اس میں ہزار دو ہزار سال گزارنے کے بعد کمی واقع ہو جائے بالکل نہیں ہوگا تو زمانہ دراز گزر جانے کے بعد اگرچہ عذاب کم نہیں ہوگا بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان کا بدن تو سن ہو جائے گا عادت پڑ جائے تو پھر وہ چیز معلوم نہیں

ہوتی جن کو جیل میں جانے کی عادت نہ ہو ان کو حوالات میں لے جائیں تو ان پر پانی پڑ جاتا ہے بلکہ ایک کانسٹیبل آ کر کہے کہ تمہیں تھانے بلا رہے ہیں تو اس پر پانی پڑ جاتا ہے اور جس کو عادت ہو جائے جیلوں میں جانے کی وہ روز حوالات کیا سینکڑوں حوالاتی آئیں اس کو پرواہ نہیں ہوتی تو کہتے ہیں دوزخ میں جلتے جلتے سُن ہو جائیں گے تو ان کو عذاب معلوم ہی نہیں ہوگا کیونکہ جب ایک کیفیت کا انسان عادی ہو جاتا ہے تو اس کا احساس نہیں ہوتا بعض لوگ یہ عقلی دلیل دیتے ہیں جیسے حضرت فرماتے ہیں بعض جنٹلمین انگریزوں کی تقلید سے سخت سردی میں بھی ننگے سر رہتے ہیں اور اب تو عام ہو گیا ہے حضرت فرماتے ہیں مجھے بڑی حیرت تھی کہ یہ لوگ ننگے سر کس طرح رہتے ہیں ان کو تکلیف کیوں نہیں معلوم ہوتی تو پوچھنے پاچھنے سے تحقیق سے معلوم ہوا پہلے پہل تو تکلیف ہوتی ہے پھر بدن سن ہو جاتا ہے سردی کا احساس نہیں ہوتا۔

ایک جنٹلمین کا واقعہ:

اس طرح کے ایک نقل کرنے والے جنٹلمین ریل میں سوار تھے گرمیوں کا کوٹ پتلون پہنے ہوئے تھے اور ساتھ میں نہ رضائی تھی نہ چادر تھی سخت سردی کا موسم تھا تو ان کو بستر ساتھ لینا فیشن کے خلاف معلوم ہوا ایک اسٹیشن پر کسی انگریز نے برف منگوا کر پیا سردی کے موسم میں جنٹلمین صاحب نے کہا۔ کہ میں بھی تو جنٹلمین بنا ہوا ہوں میں بھی انگریزوں کی تقلید کر رہا ہوں تو یہ انگریز برف پی رہا ہے۔ میں برف کیوں نہ پیوں آپ نے بھی برف والے سے برف خرید کر پیا۔ انگریز لوگ گرم غذاؤں کے عادی ہیں شراب پینے کے عادی ہیں اس لیے ان پر برف اثر نہیں کرتی مگر صاحب اس جنٹلمین صاحب نے جب برف پی تو حال ایسا ہوا کہ لگے سر سے پیر تک تھر تھر کانپنے وہ شخص بیان کرتے تھے کہ جب وہ بہت ہی کانپنے لگے دوسرے شخص جو ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اپنی رضائی ان کو اوڑھائی جب ذرا ان کی کپکپی بند ہوئی اس وقت ان کو معلوم ہوا ہوگا کہ رضائی کمبل وغیرہ ساتھ لینے میں کتنی راحت ہوتی ہے اور غیر معقول تقلید کرنے میں کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح گرمی

کے زمانے میں یہ لوگ لوٹا وغیرہ ساتھ رکھنے کو بدتہذیبی سمجھتے ہیں۔ ایک بزرگ جو کہ بہاولپور کے کسی کالج میں پروفیسر تھے بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ گرمی کے زمانے میں میرا بہاولپور سے سفر ہوا میرے ساتھ ٹھنڈے پانی کی صراحی وغیرہ بھی تھی کیونکہ سفر لمبا تھا راستے میں پانی کہیں ملتا ہے کہیں نہیں ملتا اس گاڑی میں ایک جنٹلمین بھی سوار ہوئے صراحی کو دیکھ کر کہنے لگے کہ آپ نے یہ کیا بھنگیوں کا سا برتن لے رکھا ہے یہ پروفیسر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے جواب تو کچھ دیا نہیں چپکے سے میں بھی تختے پر لیٹ رہا اور وہ صاحب ایک اوپر کے تختے پر لیٹ گئے کوئی گھنٹے دو گھنٹے کے بعد ان صاحب کو جنہوں نے کہا تھا کہ یہ بھنگیوں جیسا برتن کیا لے لیا ہے ان کو پیاس لگی اور سخت لگی تھوڑی دیر صبر کیا آخر بے تاب ہو کر صراحی کی طرف دیکھنے لگے میں نے جب دیکھا کہ ان کا پیاس سے برا حال ہے اور صراحی پر ان کی نظر ہے مگر عار سے مانگتے نہیں تو میں تختے پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کرلیں تا کہ وہ سمجھیں کہ یہ سو گیا ہے اور پانی پی لیں چنانچہ جب ان کا خیال یہ ہوا کہ میں سو گیا ہوں تو وہ صاحب تختے پر سے آہستہ آہستہ دبے پاؤں اترے صراحی کے پاس آئے مگر بار بار مجھے دیکھتے بھی جاتے تھے کہ کہیں جاگ نہ گیا ہو آخر کو صراحی منہ سے لگائی جب خوب پانی پی چکے اٹھنے لگے تو میں نے فوراً ان کا ہاتھ پکڑ لیا کیوں صاحب آپ نے بھنگیوں کے برتن میں سے کیوں پانی پیا ہے ارے اب نہ پوچھیے مارے ندامت کیا حال ہوا ان کا۔ سیروں پانی ان کے اوپر پڑ گیا پھر میں نے ان کی خوب خبر لی اور پھر ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ پروفیسر ہیں تو بہت ہی معافی چاہی یہ اس پر بات چل رہی ہے کہ اندھا دھند تقلید جو کرتے ہیں تو تعجب ہے کہ یہ لوگ سر کو تو کھلا رکھتے ہیں اور پیروں کی بہت حفاظت کرتے ہیں ہر وقت موزے چڑھے رہتے ہیں کسی وقت بھی نہیں اترتے ہم لوگ اگر پہنتے بھی ہیں سخت سردی میں پہن لیتے ہیں جہاں زیادہ گرمی ہوئی وہاں نکال دیتے ہیں بغیر نکالے چین نہیں آتا مگر ان لوگوں کو اس نقالی سے مطلب ہوتا ہے تو بات یہ چل رہی تھی کہ سردی ہو یا گرمی ہو جب عادت ہو جاتی ہے تو بدن سن ہو جاتا ہے تو شبہ یہ ہو سکتا تھا کہ اگرچہ جہنم کا عذاب ہمیشہ ایک حال پر رہے گا مگر بدن سن ہو

جانے کے بعد احساس نہیں ہوگا لگاتار پڑے پڑے بدن سن ہو جائے گا ان کو پھر احساس نہیں ہوگا جب اس کا احساس نہیں ہوگا تو عذاب خود بخود کم ہوگا تو سمجھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا) (سورۃ نساء آیت نمبر ۵۶) جب ان کی ایک کھال گل جائے گی تو ہم اس کی جگہ دوسری کھال پہنا دیں گے۔ تا کہ اچھی طرح ہمیشہ عذاب کا احساس پورا ہوتا رہے تو اب یہ شبہ ختم ہوگیا۔ غرض شفاعت کے بعد جس قدر عذاب ان کے لیے طے ہو جائے گا اس میں تخفیف نہیں ہوگی تو جب یہ معلوم ہوگیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ سارے عالم کے لیے رحمت ہیں یہاں تک کفار کے لیے بھی رحمت ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی حضرت فرماتے ہیں اب پھر یہ کہنے کو جی چاہتا ہے۔

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ بادشمناں نظر داری

حضور اقدس ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ جب دشمنوں پر نظر رکھتے ہیں تو جو آپ کو ماننے والے ہیں ان کو کیسے محروم کریں گے مسلمان پھر کب ان کی رحمت سے محروم ہو جائیں گے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نہ مانند بہ عصیاں کسے درگ رو
کہ دارد چنیں سیدے پیش رو

جس کے سرکار دو عالم ﷺ جیسے پیشوا ہوں وہ جہنم میں کیسے رہ سکتا ہے ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ رحمت للعالمین ہیں اور عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ) ہیں۔ رحمت خاصہ مومنین کے ساتھ اور عام رحمت عام جہان والوں کے ساتھ ہوتی ہے رحمت خاصہ جب مومنوں کے ساتھ ہے تو اس کا کیا ثمرہ ہو گا حضور اکرم ﷺ جو خاص مہربان ہیں مسلمانوں پر کیا ثمرہ ہوگا حضور اکرم ﷺ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوگا اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہوگی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نجات نصیب ہوگی حضور ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ایسے

ہیں ہمیں توحید سے آشنا فرمایا اگر حضور ﷺ تشریف نہ لاتے تو ہمیں توحید کا کیسے پتہ چلتا ہمیں بتایا کہ اللہ پاک کس طرح راضی ہوتے ہیں کس طرح ناراض ہوتے ہیں کن باتوں سے راضی ہوتے ہیں کن باتوں سے ناراض ہوتے ہیں اگر ان کے راضی کرنے والی باتیں ہم کرتے رہیں تو وہ راضی ہو جائیں گے ناراض ہونے والی باتوں کے پیچھے لگیں تو ناراض ہو جائیں گے جب وہ راضی ہو جائیں گے تو ہمیں جہنم سے نجات مل جائے گی ناراض ہوں گے تو جہنم میں جانا پڑے گا تو فرماتے ہیں کہ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمُ یہ رحمت خاصہ جو مومنین کے ساتھ خاص ہے اس کا ثمرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب اللہ تعالیٰ کی رضا اور نجاتِ ابدی اس میں سے کفار کو حصہ نہیں ملے گا تو معلوم ہوگیا کہ حضور کو ہم ناکاروں سے کتنی محبت ہے تو اب تو طبعاً بھی آپ سے محبت کرنا لازمی ہو جائے گا بلکہ حضور ﷺ کے احسان کا مقتضا تو یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ کو بھی آپ لوگوں سے محبت نہ ہوتی تب بھی حضور ﷺ کی محبت آپ کے ذمہ فرض تھی کیونکہ حضور اکرم ﷺ ہمارے محسن ہیں تو جو محسن ہوتا ہے اس کے ساتھ محبت لازمی ہوتی ہے مگر باوجود اس کے کہ جتنی محبت حضور اکرم ﷺ کو ہم سے ہے ہمیں ان سے ویسی محبت نہیں ہے اور ہمیں ہو بھی نہیں سکتی جتنی محبت ہم کو ہے یہ حضور اکرم ﷺ کی محبت کا پرتو ہے۔ ہمیں وہ محبت کیوں نہیں ہو سکتی؟ آپ جانتے ہیں کہ آپ ﷺ تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل تھے۔ سب فرشتوں سے افضل، ساری مخلوق سے افضل۔ ان کی حقیقت کیسے معلوم ہو جائے گی۔ کسی سے محبت ہوتی ہے تو انسان اس کے کمالات کو پہچان لیتا ہے ہم کمالات ان کے پہچان ہی نہیں سکتے۔ اور حضور اکرم ﷺ ہمیں پہچان سکتے ہیں۔ اس واسطے یہ ماننا پڑے گا کہ ہماری محبت ہر حال میں ناقص رہے گی مگر جس طرح ہو ہمیں حضور اکرم ﷺ سے محبت کرنی چاہیے۔ حضور اقدس ﷺ کا حق ادا کرنا چاہیے۔ حضور اقدس ﷺ سے خصوصی تعلق ہونا چاہیے یہ بات اس پر چل رہی تھی کہ بعض لوگ حضور اقدس ﷺ کی عظمت تسلیم کرتے ہیں لیکن محبت اور اطاعت نہیں کرتے بعض لوگ محبت کرتے ہیں لیکن عظمت نہیں

کرتے بعض لوگ عظمت کرتے ہیں تو حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں کہیں اللہ جل شانہ کی شان کے اندر گستاخی ہو جاتی ہے کہیں انبیاء علیہم السلام کی توہین ہو جاتی ہے۔ جس کو رسول اللہ ﷺ بھی گوارا نہیں فرماتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے کہ ہمارا تعلق جناب ﷺ سے خاص نہیں ہے اور خاص تعلق کب ہو گا جب رسول اللہ ﷺ کے احسانات کو ہم سوچیں گے کتنے احسانات ہیں ہمارے اوپر، کیسے کمالات ہیں جناب رسول اللہ ﷺ کے کیسی عظمت ہے جناب رسول اللہ ﷺ کی۔ ان سب باتوں کا ہمیں علم ہو گا تو پھر ہمیں محبت ہو گی سرکار دو عالم ﷺ سے۔ ان سب باتوں کو سوچ کر جناب رسول ﷺ کے لیے ایک خاص تعلق پیدا ہو جانا چاہیے اور ایسا تعلق ہو کہ سارے تعلقات پر حاوی اور غالب ہو خود حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں (لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ) تم میں سے کوئی مؤمن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے دل میں میری محبت سب سے زیادہ نہ ہو ماں باپ سے بھی اولاد سے بھی اور تمام لوگوں سے زیادہ میری محبت نہ ہو۔ تو ہر شخص کو اپنے دل میں سوچ لینا چاہیے میری محبت حضور اکرم ﷺ کے لیے کتنی ہے اور محبت کا تقاضا کیا ہوتا ہے کہ محبت کرنے والا محبوب کو ناراض نہیں کرتا۔ محبت کرنے والا جس کے ساتھ محبت کرتا ہے اس کو ناراض نہیں کرتا اس کے اشاروں پر چلتا ہے اس کی بڑی اطاعت اور فرمانبرداری کرتا ہے اس کے اشارے پر چلتا ہے کہ کسی طریقے سے میرا محبوب مجھ سے ناراض نہ ہو جائے جب ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں محبت ہو حضور اکرم ﷺ سے تو ہمیں چاہیے کہ حضور اکرم ﷺ کی کمال فرمانبرداری کی جائے اسی واسطے تو فرماتے ہیں کہ جتنا بھی کوئی سنت کا زیادہ سے زیادہ پابند ہو گا حضور ﷺ جیسے کرتے تھے ویسے کرے، جیسے کھاتے تھے، پیتے تھے، پہنتے تھے، بیٹھتے تھے، جاتے تھے، آتے تھے، نمازیں پڑھتے تھے، وعظ کرتے، سودا خریدتے، معاملات کرتے۔ جتنی بھی زیادہ مشابہت ہو گی جناب رسول اللہ ﷺ کی اتنا ہی ولی زیادہ ہو گا۔ ولایت کی پہچان یہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے کتنا نقش قدم پر چلتا ہے۔ جتنا زیادہ نقش قدم پر چلے گا اتنا زیادہ ولی ہو گا۔ سارے

ولیوں کو فیض پہنچتا ہے جناب رسول اللہ ﷺ سے۔

خلاف پیغمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

اتباعِ سنت:

حضور اکرم ﷺ کے خلاف چل کر کوئی بھی منزل پر نہیں پہنچ سکتا۔ اس واسطے ہمیں چاہیے کہ کوشش یہ کریں زیادہ سے زیادہ سنت کے ساتھ تابعداری اختیار کریں۔ ہر بات میں سوچیں سرکار نے کیسے حکم دیا ہے کیسے کیا ہے ویسے ہی کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خصوصی تعلق ہونا چاہیے عمومی نہیں خاص تعلق ہونا چاہیے ایسا تعلق کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے بعد سارے تعلقات پر یہ تعلق غالب ہو جائے۔ جتنی محبت ہو حضور اکرم ﷺ کی اتنی کسی اور کے ساتھ محبت نہ ہو۔ جتنی عظمت یعنی بڑائی حضور اکرم ﷺ کی اپنے دل میں ہو اتنی کسی اور کی سوائے خداوند تعالیٰ کے نہ ہو۔ اسی طرح جتنی تابعداری فرمانبرداری اطاعت حضور اکرم ﷺ کی ہو اتنی کسی اور کی نہ ہو۔ پھر کہا جائے گا ہمیں خصوصی تعلق ہے۔ غرض ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت ان کے کمالات، احسانات اور عنایات کی وجہ سے ہونی چاہیے مگر حساب عجیب ہے کہ سرکار کو ہمارے ساتھ زیادہ محبت ہے۔ بات یہ ہے کہ اگر آپ کو کسی کے ساتھ محبت ہو تو آپ جانتے ہیں کہ اس کے اندر یہ کمال ہے اس کے اندر یہ خوبی ہے اس کے اندر یہ اچھائی ہے اس کے اندر ایسی باتیں ہیں وہ میرے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہے تو اس کے کمالات کی کنہ اور کمالات کی حقیقت معلوم ہو تو اس کے مطابق محبت ہوتی ہے اور حضور اکرم ﷺ کی صفات اور کمالات اتنے ہیں کہ ان کی حقیقت ہمیں معلوم نہیں ہو سکتی جو ذات گرامی فرشتوں سے بھی افضل انبیاء علیہم السلام سے بھی افضل عرش سے افضل کرسی سے افضل کعبہ سے افضل اس ذات گرامی کی حقیقت ہمیں کیسے معلوم ہو سکتی ہے جب حقیقت اور کنہ معلوم نہیں ہو سکتی تو

ہمیں کمال محبت بھی نہیں ہوسکتا بہر حال جس قدر بھی ہو سکے محبت حضور اکرم ﷺ سے رکھنا چاہیے لیکن چونکہ رسول اللہ ﷺ کو ہماری ساری باتوں کا پتہ چل جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا ہے۔ اس واسطے حضور اکرم ﷺ کو ہمارے ساتھ زیادہ محبت ہے اور یہ جو ہم محبت کا دم بھرتے ہیں۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی محبت کا پرتو ہے۔ جس کی وجہ سے ہم محبت کرتے ہیں اگر حضور اکرم ﷺ محبت نہ فرماتے ہمارے ساتھ تو ہمارا کوئی منہ نہیں تھا محبت کر سکیں۔

واقعات بھی شاہد ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے بیدار رہ کر راتیں گذاری ہیں ہر شخص خود سوچ لے کہ میں نے کتنی راتیں رسول اکرم ﷺ کے ذکر میں بیدار رہ کر گذاری ہیں اور ادھر دیکھئے حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کی خاطر ایک ایک آیت میں صبح کر دی تو اس واسطے ہمیں چاہیے کہ حضور ﷺ کی محبت کو سامنے رکھتے ہوئے جو ان کو اپنی اُمت سے ہے ہم اپنی زندگی میں، معاملات میں، معاشرت میں، اخلاق میں، سونے جاگنے میں، اُٹھنے بیٹھنے میں، شادی میں، غمی میں، کاروبار میں، لین دین میں، حقوق میں غرض یہ کہ زندگی کے تمام اُمور میں حضور ﷺ کی سنت کو متحضر رکھیں کیونکہ یہی تقاضا ہے محبت کا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ)

☆☆☆

اہتمام طلبِ مغفرت

(۲۹ رمضان المبارک بیان بعد عصر)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا خَیْرًا کَثِیْرًا کثیرا۝

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۝

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝ (المائدہ پ۶ آیت ۳۹)

کلام پاک میں حق تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے گناہ کر کے حق تعالیٰ جل شانہ کی نافرمانی کر کے اپنی جان پر ظلم کر لیا ہو اس کے بعد وہ اللہ کی طرف رجوع کرے توبہ کرے اور اپنے آپ کو سدھارے فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ ۝ بے شک اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بڑے بخشنے والے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ رمضان المبارک کا مہینہ ختم ہونے کے قریب ہے کچھ گھڑیاں

باقی ہیں اگر چاند نظر آ گیا تو غروب آفتاب کے وقت رمضان شریف ختم ہو جائے گا۔ رمضان شریف ختم ہونے والا ہوا تو یہ آخری گھڑیاں ہیں رمضان شریف کی۔ ہمارے اعمال نامے لپیٹے جا رہے ہوں گے، ختم کیے جا رہے ہوں گے۔ فلانے کا اعمال نامہ ختم ہو رہا ہے۔ اس کا ختم ہو رہا ہے۔ اس کا ختم ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ خاتمہ پر ہر طرح کی خیر فرماتے ہیں ہمارے گناہوں کو بخش دیں اور ہمارے اوپر مہربانی کی نظر فرما دیں۔ ہمارے دلوں میں یہ خیال ہوتا ہے ہم نے بڑے گناہ کیے ہیں ہمارے گناہ کیسے معاف ہوں گے اسی کو اللہ تعالیٰ جل شانہ کلام پاک کے اندر اس آیت میں فرماتے ہیں کہ اگر تم نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا ہے اگر نافرمانیاں اور سرکشیاں کر کے اب تمہیں ندامت ہو رہی ہے اور تم نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا شروع کر دیا ہے اللہ تعالیٰ ہی کو سب کچھ سمجھ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اپنے آپ کو عاجز محض بنا لیا ہے کہ میری کوئی طاقت نہیں ہے بہت غلطیاں کیں، بہت سرکشیاں کیں، بہت نافرمانیاں کیں اب مجھے بڑی پشیمانی ہے کہ میں نے کس مالک حقیقی کو ناراض کیا جب آپ اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں گے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ بڑے مہربان ہیں وہ توبہ کو قبول کر لیتے ہیں وہ تو خود ترغیب دیتے ہیں۔

تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ (النور: پ۱۸) سب کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لو، اللہ سے توبہ کر لو۔ اے مسلمانو سب کے سب توبہ کر لو تاکہ تمہاری نجات ہو جائے آپ جانتے ہیں کہ یہ گناہ جتنے ہیں ہماری آخرت کے لیے زہر ہیں انہیں اُخروی زندگی کے لیے سم قاتل سمجھنا چاہیے زہریلا مادہ سمجھنا چاہیے، اور ان کے چھوڑنے کا انسان کو مستحکم ارادہ کر لینا چاہیے۔ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ. اللہ تعالیٰ کہتے ہیں تم سب کے سب توبہ کر لو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لو گذشتہ گناہوں کی معافی مانگ لو یہ میں اس لیے کہتا ہوں کہ تمہیں دوزخ سے نجات مل جائے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (النور: پ۱۸ آیت نمبر ۲۲۲)

بے شک اللہ تعالیٰ جل شانہ جو توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتے ہیں اور جو پاکی حاصل کرنے والے ہیں (توبہ کر کے) ان کو بھی دوست رکھتے ہیں تو معلوام ہوا کہ ہمیں گھبرانا نہیں چاہیے کہ ہم سے گناہ ہو گئے جو ہو گئے وہ تو ہو گئے آئندہ کے لیے عزم کرنا چاہیے کہ ہم گناہ نہیں کریں گے اور جو ہو گئے ان کا علاج یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑائیں عاجزی کریں زاری کریں کہ یا اللہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے میں بڑا پشیماں ہوں مجھے بڑی ندامت ہے مہربانی فرمائیے گا میرے گناہ معاف فرما دیجئے گا۔ اللہ سے صلح کرنے کا طریقہ یہی ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ بڑی جلدی صلح فرما لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ اَلتَّائِبُ حَبِيْبُ اللّٰهِ. توبہ کرنے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے۔ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔ اور ایک حدیث قدسی میں آتا ہے کہ میرے بندے اگر زمین اور آسمان کے برابر بھی گناہ لے کر میرے پاس آئیں اور مجھ سے گناہوں کی بخشش اور گناہوں کی مغفرت طلب کریں تو میں سب کو بخش دوں گا۔ اور گناہوں کی کثرت کی طرف ذرا بھی نگاہ نہیں کروں گا۔ ایک حدیث شریف میں آتا ہے حدیث قدسی ہے کہ اے میرے بندے اگر تو زمین آسمان کے برابر مشرق سے لے کر مغرب تک شمال سے لے کر جنوب تک گناہ لے کر میرے پاس آئے تو اتنی ہی مغفرت لے کر تجھے ملوں گا۔ کتنے مہربان ہیں وہ مولا بخشنے کے لیے تیار ہیں۔ اصل میں ہمارے گناہوں کی نحوست ہمارے گناہوں کی ظلمت ہمارے گناہوں کی کدورت سامنے آ جاتی ہے اور گناہوں سے توبہ کرنے کے لیے آڑ بن جاتی ہے بڑا حجاب بن جاتا ہے کہ ہائے ہم کیسے توبہ کریں۔ نہیں یہ بڑا غلط طریقہ ہے شیطان بہکاتا ہے تم کس حال سے کس منہ سے توبہ کر رہے ہو یہ تو تمہارا حال ہے کہ پھر تم گناہ کرنا شروع کر دو گے تو یہ شیطان بہکاتا ہے۔ اس کے بہکانے میں نہیں آنا چاہیے جب کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ خود فرما رہے ہیں میں تمہیں معاف کرنے والا ہوں ایک جگہ آتا ہے۔

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ

رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ0﴾ (الزمر: ۳۹_۵۳)

اے ہمارے حبیب فرمادیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے بالکل ناامیدمت ہونا اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا. وہ تمام کے تمام گناہوں کو بخشنے والے ہیں بہت ہی مہربان ہیں۔

بنی اسرائیل میں ایک نوجوان تھا۔اس نے بیس برس تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی پھر کچھ بری صحبتیں مل گئیں۔ کچھ بہت روپیہ پیسہ اور مال و دولت مل گیا۔ یہ مال و دولت بھی دے اگر اللہ پاک تو صحیح طریقے سے خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمادیں صحیح طریقہ سے کمانے کی توفیق عطا فرمادیں اللہ تعالیٰ کا دل میں ڈر ہو اللہ تعالیٰ کی محبت ہو جبھی یہ پیسہ بھی ٹھیک رہتا ہے ورنہ یہ پیسہ بڑے الٹے راستے میں لگا دیتا ہے۔تو جب بری صحبتیں ملیں ادھر سے روپیہ پیسہ مل گیا مال و دولت مل گئی جوانی کا نشہ تھا۔ اللہ کو بھول گیا ساری عبادت بھی بھول گیا گناہوں کی زندگی میں مبتلا ہونا شروع ہو گیا۔ بالکل مذہب سے دین سے اللہ سے آزاد ہو گیا۔اس طرح بیس برس تک من مانی زندگی گزارتا رہا' اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہر طور پر کی۔ کھانے میں، پینے میں، پہننے میں، لباس میں، ہر چیز میں جو نافرمانی اس سے ہو سکتی تھی وہ چھوڑی نہیں۔ جب اس حال میں بیس برس اور گزر گئے ایک دن آئینہ دیکھتے ہوئے داڑھی کے بال سفید نظر آ گئے۔ وقت ہوتا ہے کبھی کبھی کوئی نیکی سامنے آجاتی ہے کسی اللہ والے کی بات دل کو کھا جاتی ہے حالانکہ وہ آئینہ روزانہ دیکھتا تھا آج کے دن دیکھا تو داڑھی کے سفید بال پر نظر پڑی دل کو ایک دھکا لگا کہ ہائے کیسی میری پاکیزہ زندگی تھی کیسے میں اچھے اچھے کام کیا کرتا تھا کیسے میں اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا کیسے میں رات کو رو رو کے گزارا کرتا تھا کیسے میں اللہ تعالیٰ سے مناجاتیں کیا کرتا تھا وہ ساری زندگی میں نے چھوڑ دی؟ بیس برس سے اللہ کی نافرمانی کر رہا ہوں۔ بڑا دل کو دھکا لگا، بڑی پشیمانی ہوئی، بڑا افسوس کرنے لگا اور

اسی گھبراہٹ میں، اسی پشیمانی میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوا اور عرض کرتا ہے اے خدا میں نے بیس برس تک آپ کی تابعداری کی اور پھر میں پھر گیا اسی واسطے فرماتے ہیں۔رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا. یا اللہ آپ نے جب ہمیں ہدایت دی تو مہربانی فرما کر ہمیں توفیق فرمانا کہ ہم ہٹ نہ جائیں سیدھے راستے سے۔تو کہنے لگا خدایا بیس برس تک آپ کی تابعداری کی اور اب بیس برس پھر ہو گئے نافرمانی میں لگا ہوا ہوں۔ نہ آپ کی مانتا ہوں نہ آپ کے رسول ﷺ کی مانتا ہوں اپنی من مانی زندگی گزار رہا ہوں۔ میرے دل میں اب چوٹ لگی ہے میرا دل پشیمان ہو گیا ہے اے اللہ اگر میں بری حرکات سے باز آ جاؤں یہ جو میری بری حرکات بیس برس سے چل رہی ہیں اگر میں باز آ جاؤں اور میں آپ کی طرف رجوع کروں تو کیا میری توبہ قبول ہو گی؟ بس یہ کہہ بیٹھا۔حق تعالیٰ جل شانہ بڑے مہربان ہیں اس کا دل سنبھالنے کے لئے اس کو غیب سے آواز آئی۔اے میرے بندے تو نے ہم سے دوستی رکھی تھی ہم نے تجھ سے محبت رکھی تو نے ہم کو چھوڑ دیا ہم نے تجھ کو مہلت دی اب اگر رجوع کرے گا تو ضروری شنوائی ہو گی تمہاری پذیرائی ہو گی تمہاری توبہ قبول ہو گی۔ میں تیری توبہ قبول کرنے کے لیے تیار ہوں۔اسی کو حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

اے میرے بندے میں نے تجھے بنایا ہے میں تجھے کہتا ہوں میں اعلان کرتا ہوں باز آ۔تو میری طرف لوٹ آ۔اے میرے بندے تو میری طرف آ جا۔باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ۔تو کیسا بھی ہو گیا ہے۔گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ؟ تو نے میرا انکار کرنا شروع کر دیا۔ میرے ساتھ شریک بنانے شروع کر دیئے تو نے آگ کی پوجا شروع کر دی۔تو نے بتوں کو پوجنا شروع کر دیا۔ پھر بھی میں تجھے قبول کرنے کے لیے تیار ہوں۔تو میرے پاس آ جا۔تو میرا بندہ ہے میرا بنایا ہوا ہے۔ مجھے تجھ سے بڑی محبت ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ خیال نہ کرنا کہ ہم تجھے مایوس کر دیں گے۔ناامید کر دیں گے۔نہیں۔

ایں درگہہ مادر گہہ ناامیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ......

کہ ہماری درگاہ ناامیدی کی درگاہ نہیں ہے سو دفعہ تو توبہ کرے گا ٹوٹ جائے گی، پھر توبہ کرے گا ٹوٹ جائے گی، پھر توبہ کرے گا ٹوٹ جائے گی، پھر توبہ کرے گا ٹوٹ جائے گی پھر بھی ہم توبہ قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ وہ بڑے مہربان مولا ہیں بڑے کریم آقا ہیں۔

ایک بت پرست تھا۔ برسوں سے بت کی پوجا کیا کرتا تھا۔ جو وقت متعین تھا اس وقت میں جا کر بت کے پاس بیٹھ جایا کرتا تھا اور یا صنم، یا صنم، یا صنم، یا صنم، اے بت، اے بت، اے بت کہا کرتا تھا اس کو یہی ایک بات سکھائی گئی تھی اسی کو وہ عبادت سمجھا کرتا تھا۔ برس ہا برس یا صنم کرتے کرتے گزر گئے ایک دن بھولے سے زبان سے صنم نہ نکل سکا۔ بجائے صنم کے یا صمد نکل گیا۔ فوراً آواز آئی اللہ جل شانہ کی طرف سے اے میرے بندے کہو کیا کہتے ہو۔ لَبَّیْکَ یَا عَبْدِیْ. اس کے دل پر بڑی چوٹ لگی آج بھولے سے میری زبان سے یا صمد اللہ کا نام نکل گیا تو فوراً جواب آیا اور بت کی طرف خیال آیا کہ اس کو پوجتے ہوئے برسا ہا برس گزر گئے ہیں۔ یا صنم، یا صنم کر رہا ہوں اس نے جھوٹے منہ ایک دفعہ بھی جواب نہیں دیا اس نے بت کو لات ماری، ٹانگ ماری پاؤں سے اس کو نیچے پھینک دیا اور کہا کہ میں تجھ سے بیزار ہو گیا ہوں میں اس اللہ کو پوجوں گا اس کی عبادت کروں گا۔ جو ایک دفعہ بلانے بھولے سے ایک دفعہ بلانے پر میری بات کا جواب دیا تو حق تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ. ہم تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں اسی کو فرماتے ہیں:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (التحریم:۸)

اے ایمان والو اللہ کی طرف خالص توبہ کرو۔ خالص توبہ کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے ہماری توبہ قبول ہوگی۔ ہم تو کیا چیز ہیں آپ جانتے ہیں کہ ایک آدمی کسی کا قصور کر

لیتا ہے سو منتیں کرتا ہے سو سماجتیں کرتا ہے وہ ناک منہ چڑھاتا رہتا ہے بڑی مشکلوں سے بات کرتا ہے بات کرنے کے بعد بھی اس کا حال سیدھا نہیں ہوتا ہمارے مہربان مولا مالک حقیقی کتنے مہربان ہیں وہ سارے گناہ معاف کرنے کے بعد مہربانی کا معاملہ بھی فرمادیتے ہیں آپ جانتے ہیں کہ آپ کا کوئی مقدمہ ہو عدالت میں اور کسی بڑے قصور میں آپ کو پکڑا گیا ہو اور آپ نے سفارشیں کیں آپ نے مقدمے کی پیروی کی اور آپ چھوٹ گئے بری ہو گئے۔ بری تو آپ ہو جائیں گے لیکن وہ آپ کی فائل وہ مثل عدالت میں مستقل طور پر رکھی جائے گی اس کو ضائع نہیں کیا جائے گا اللہ تعالیٰ جل شانہ ایسے مہربان ہیں کہ اگر کوئی بندہ توبہ کرتا ہے تو سارے گناہوں کی مثلوں کو ختم کر دیتے ہیں کوئی کسی قسم کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہتا۔ اسی کو فرماتے ہیں التائب من الذنب کمن لا ذنب له. گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ جیسے اس کا گناہ تھا ہی نہیں۔ فرماتے ہیں ہم یہ چاہتے ہیں۔ جب میرے بندے نے میرے ساتھ صلح کر لی۔ میرے بندے نے پشیمان ہو کر مجھے سب کچھ مان لیا جب میں نے اس سے صلح کر لی ہے اس سے راضی ہو گیا تو اگر اعمال نامے میں اس کے گناہ لکھے باقی رہ گئے تو فرشتے سمجھیں گے کہ یہ گنہگار ہے فرشتوں کی نظر میں بھی گنہگار ہونا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اس واسطے نامہ اعمال سے گناہوں کو بالکل مٹا دیتے ہیں فرشتے بھی سمجھیں بڑا مقرب ہے بڑا معزز ہے آپ جانتے ہیں کہ اگر کسی نے گناہ مسجد کے فلاں کونے میں کیا، گھر کے فلاں کونے میں کیا، فلاں بازار میں کیا، فلاں جنگل میں کیا تو قیامت کے دن یہ ساری جگہیں اور سارے کونے سارے درخت اور پہاڑ سب گواہی دیں گے یا اللہ اس نے فلاں جگہ بیٹھ کر میرے پاس بیٹھ کر گناہ کیا تھا درخت گواہی دیں گے، پہاڑ گواہی دے گا مکان گواہی دے گا بازار گواہی دے گا جس کونے میں کیا وہ گواہی دیں گے شجر حجر سب گواہی دیں گے۔ فرماتے ہیں جب میرے بندے سے میری صلح ہو جاتی ہے تو پھر ان جگہوں کو بھلا دیتا ہوں پہاڑ کو بھی یاد نہیں رہتا، درخت کو بھی یاد نہیں رہتا، زمین کو بھی یاد نہیں

رہتا، مکان کو بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کوئی گناہ کیا تھا کل گواہی بھی نہیں دے سکیں گے کتنے مہربان مولا ہیں کتنے شفیق ہیں بلکہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ کہ میرا بندہ میرے پاس آ گیا میرا پیدا کیا ہوا بندہ میرے پاس آ گیا۔ مجھے اس بندے سے بڑی شفقت ہے اور بڑی محبت ہے میری طرف آ گیا ہے میری طرف لوٹ آیا ہے۔ بڑے خوش ہوتے ہیں اور جناب نبی کریم ﷺ نے تو ایک مثال سے سمجھایا ہے کہ ایک آدمی جنگل صحرا میں چلا گیا سفر کر کے دور جا رہا ہے۔ اور اس کے پاس ایک ہی سواری ہے کوئی اور ساتھی نہیں ہے اکیلا جا رہا ہے اسی سواری پر اس کے کھانے کا سامان ہے اسی سواری پر اس کے پینے کا سامان بھی ہے ایک جگہ اس کو خیال آیا کہ میں تھک گیا ہوں جانور بھی تھک گیا ہوگا۔ تھوڑی دیر کے لیے میں یہاں آرام کر لوں اور پھر میں اپنا سفر جاری رکھوں گا تھکا ہوا تو تھا ہی جب نیچے اترا تھوڑی دیر بیٹھا تو آنکھ لگ گئی۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ سواری غائب ہے اب آپ تصور کریں لق ودق صحرا ہو اور دور دور تک کوئی پانی کا نام ونشان نہ ہو اور نہ اس کے پاس سواری ہو کہ اس کے ذریعہ جلدی کہیں پہنچ جائے۔ سواری پر پانی تھا وہ بھی نہیں ہے سواری پر کھانا تھا وہ بھی نہیں ہے ایسے میں انسان اگر پھنس جائے تو بتاؤ پھر اس کا کیا حال ہوگا۔ تھوڑی دیر اور دیکھ بھال کی کہیں سواری کا پتہ نہ لگا۔ حیران و پریشان تھا کہ اب کیا کروں وہ سمجھ گیا کہ اب سوائے مرنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہے اور اسی جنگل میں اور اسی صحرا میں مجھے موت آیا چاہتی ہے کیونکہ میرے پاس کھانا ہے نہ میرے پاس پانی ہے جو میں زندگی بچا سکوں اب بالکل مایوس ہو کر موت کے انتظار میں پڑ گیا تھوڑی دیر بعد آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہے کہ وہی سواری موجود ہے حیران ہو گیا خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا اس قدر خوشی ہوئی اس قدر خوشی ہوئی کہ آپ تصور نہیں کر سکتے کہ کتنی خوشی اس کو ہوئی ہوگی اور خوشی کے مارے اس کو ہوش نہیں رہا۔ اللہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے تو میرا بندہ ہے میں تیرا خدا تو نے کتنا میرے ساتھ احسان کیا ہے خوشی میں بھول گیا خدا کو اپنا بندہ کہہ رہا ہے اپنے آپ کو خدا کہہ رہا ہے

اسے خیال بھی نہیں خوشی کے اندر اتنا بھول گیا۔ تو فرماتے ہیں اندازہ لگاؤ اس کی خوشی کا اسی طرح جب گنہگار بندہ نافرمان بندہ باغی بندہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا بندہ۔ نافرمان سرکشی کرنے والا بندہ۔ جب اس کو ہوش آتا ہے ندامت ہوتی ہے پشیمانی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے اور صدق دل سے توبہ کرتا ہے یا اللہ جو ہو چکا سو ہو چکا۔ یا اللہ میں آئندہ کے لیے عہد کرتا ہوں میں آئندہ نہیں کروں گا گزشتہ گناہ میرے مہربانی کر کے معاف فرما دیجیے گا۔ فرماتے ہیں جب اسی طرح بندہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ جل شانہ کو وہ بندہ جو جنگل میں صحرا میں مرنے کے انتظار میں پڑ گیا تھا اور خوشی سے الٹے سیدھے الفاظ کہنے شروع کر دیئے تھے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے اللہ پاک کو۔ جب اس کا بندہ اس کی طرف رجوع کرتا ہے آپ اس سے اندازہ لگائیے اللہ تعالیٰ جل شانہ کتنے مہربان ہیں کتنے شفیق ہیں اور ہماری توبہ قبول کرنے کے لیے تیار ہیں اس واسطے ہمیں چاہیے توبہ کے اندر دیر نہ لگائیں غلطیاں ہو جاتی ہیں انسان سے قصور ہو جاتے ہیں لیکن انسان کو چاہیے کہ پھر اس روٹھے ہوئے مولا کو راضی کرنے کی کوشش بھی کرے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ تُوْبُوْا اِلٰی رَبِّکُمْ فَاِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ. اے بندو اے میرے امتیو میں تم کو مخاطب کر کے کہتا ہوں توبہ کیا کرو اللہ کی طرف رجوع کیا کرو اپنے گناہوں قصوروں کی معافی مانگتے رہا کرو۔ اس لیے کہ میں بھی فَاِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ. میں دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں اب حضور اکرم ﷺ کو تو توبہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی (وہ تو معصوم تھے) ہمیں سبق دینے کے لیے اللہ تعالیٰ کی ناشکری سے بچنے کے لیے توبہ استغفار کرتے تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ توبہ کیا کرتے تھے تو ہمیں پھر کیوں نہیں کرنا چاہیے اور ایک حدیث میں آتا ہے۔

جو شخص یہ چاہے جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کا اعمال نامہ جب اس کو ملے اس کو خوشی نصیب ہو اس کو چاہیے کہ کثرت سے استغفار کیا کرے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کی کیسی

مہربانی ہے فرماتے ہیں۔

مَامِنْ مُسْلِمٍ یَعْمَلُ ذَنْباً۔

جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے کوئی مسلمان گناہ کرتا ہے تو جو فرشتہ اس گناہ کو لکھنے والا ہے وہ تین ساعات انتظار کرتا ہے فوراً نہیں لکھ لیتا۔ اگر وہ گناہ سے معافی مانگ لیتا ہے تو وہ پھر لکھتا ہی نہیں ہے کتنی رعایت اللہ پاک دیتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اللہ کو راضی کرنے کی کوشش میں لگے رہیں اور فرماتے ہیں جب وہ توبہ کر لیتا ہے۔ اس کو اس گناہ کی وجہ سے قیامت میں عذاب بھی نہیں ہوگا یہ آپ جانتے ہیں کہ یہ شیطان جو ہے ابلیس اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جب اس کو مردود کیا اس نے کہا۔

بِعِزَّتِکَ وَجَلَالِکَ ....الخ ٥ کہ یا اللہ مجھے آپ کی عزت اور آپ کے جلال کی قسم جب تک لوگوں کے اندر جان ہے میں بنی آدم کو گمراہ کرتا رہوں گا۔ اس نے تو یہ کہا۔ ہمارے اللہ پاک نے قرآن کریم میں فرمایا۔ فَقَالَ لَهُ رَبُّهُ،

تم تو اے شیطان یہ کہتے ہو مجھے بھی اپنی عزت وجلال کی قسم جب تک میرے بندے معافی مانگتے رہیں گے میں بھی انہیں ضرور معاف کرتا رہوں گا میں بھی ہٹوں گا نہیں تو جتنا زور لگانا چاہتا ہے لگا لے جب تک میرے بندے میری طرف آتے رہیں گے گناہ کی معافی مانگتے رہیں گے میں معاف کرتا چلا جاؤں گا معاف کرتا چلا جاؤں گا۔

ایک شخص آیا جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو کیا ہوگا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کا گناہ لکھ دیا جائے گا فرشتہ تین گھڑی انتظار کرے گا اگر اس نے معافی نہیں مانگی تو لکھ دیا جائے گا تو پھر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ۔ ثُمَّ یَسْتَغْفِرُهُ ٥ پھر گناہ کی معافی مانگ لے۔ قَالَ یُغْفَرُ لَهُ ٥ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ پھر وہ گناہ اس کو بخش دیا جاتا ہے۔

حدیث قدسی ہے

یَا ابْنَ آدَمَ اِنَّکَ مَا دَعَوْتَنِیْ وَرَجَوْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ عَلٰی مَا کَانَ مِنْکَ وَلَا اُبَالِیْ یَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُکَ عَلٰی نَفْسِ مَاءٍ ثُمَّ لَسْتَغْفَرْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ ثُمَّ لَسْتَغْفَرْتَنِیْ ٥ فرماتے ہیں اے آدم کے بیٹے جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا جب تک تو میری طرف رجوع کرتا رہے گا۔ جب تک تو گناہوں کی معافی مانگتا رہے گا میں تیرے گناہ معاف کرتا رہوں گا اور مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ تیرے گناہ آسمان کی بلندی تک پہنچ جائیں تیرے گناہ مشرق سے مغرب تک پہنچ جائیں مجھے کچھ پرواہ نہیں میں سارے تیرے گناہ معاف کرتا رہوں گا تو فکر نہ کر ہاں تو مجھ سے معافی مانگتا رہ۔

اے میرے بندے اے آدم کے بیٹے اگر تو میرے پاس زمین بھر کر گناہ لائے پھر مجھے ملے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ لے اتنے گناہ ہوں ساری زمین مشرق سے مغرب تک بھر جائے شمال سے جنوب تک بھر جائے اور تو مجھے ملے اس حال میں اور تو گناہوں کی بخشش چاہتا ہو گناہوں کی معافی چاہتا ہو تو پھر میں بھی اتنی ہی زمین بھر کر بخشش کی تجھے ملوں گا سارے گناہ تیرے معاف کر دوں گا ایک حدیث میں آتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرا کوئی بندہ جب گناہ کر لیتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ اے میرے رب میرے پالنے والے خدا گناہ ہو گیا ہے مجھے معاف کر دے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا میرا بندہ جانتا ہے اس کا کوئی خدا ہے؟ کوئی اس کا رب ہے جو گناہ بخشنے والا ہے اس کا کوئی رب ہے جو مواخذہ کرنے والا ہے کیونکہ میرا بندہ جانتا ہے میں اس کے گناہ بخشنے والا ہوں اور میں ہی اس کے گناہ کی سزا دینے والا ہوں اور وہ مجھ سے معافی مانگ رہا ہے۔ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ ٥ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا پھر کرے گا پھر معاف کر دوں گا۔ فرماتے ہیں جب تک معافی مانگتا رہے گا میں معاف کرتا رہوں گا اس لیے چاہیے یہ کہ ہم اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیں اپنے اللہ کو راضی کر لیں۔

آپ جانتے ہیں کہ رمضان شریف کی آخری گھڑیاں ہیں اعمال نامے رمضان

شریف کے ختم کر دیے جائیں گے لپیٹ کر رکھ دیے جائیں گے۔ ان آخری گھڑیوں کی قدر کر لینا چاہیے۔

آپ جانتے ہیں ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ ممبر شریف پر چڑھے ایک سیڑھی پر چڑھے فرمایا آمین۔ دوسری سیڑھی پر چڑھے فرمایا آمین۔ تیسری سیڑھی پر چڑھے فرمایا آمین۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ آج آپ نے ایسے جملے فرمائے، جو پہلے ہم نے کبھی نہیں سنے تھے فرمایا نبی کریم ﷺ نے جب میں نے پہلی سیڑھی پر قدم مبارک رکھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ کے حکم سے میرے سامنے آ گئے اور انہوں نے فرمایا اے محمد ﷺ میں بد دعا کرتا ہوں آپ آمین کہیے اور انہوں نے بد دعا کی۔

بَعُدَ مَنْ اَدْرَکَ رَمَضَانَ فَلَمْ یُغْفَرْلَهٗ اَوْ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ ﷺ۔

فرمایا وہ شخص اللہ کی رحمت سے دور ہو جائے وہ ہلاک ہو جائے جس کے پاس رمضان کا مہینہ آیا اور اس کی بخشش نہ ہوئی۔ اس پر میں نے کہا تھا آمین۔ باقی دو دوسری باتیں ہیں۔ اس وقت متعلقہ بات یہی ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے آمین فرمایا ہے۔ آپ سوچیے اللہ تعالیٰ جل شانہ ہیں بھیجنے والے جبرائیل علیہ السلام کو جبرائیل علیہ السلام اللہ کے حکم سے تشریف لائے ہیں اور اللہ کے حکم سے بد دعا کر رہے ہیں ان لوگوں پر جنہوں نے رمضان شریف کا حق ادا نہیں کیا گناہوں کی معافی نہیں مانگی اور جناب رسول کریم ﷺ جو محبوب رب العالمین ہیں وہ آمین فرما رہے ہیں پھر اس بد دعا کا کتنا بڑا اثر ہو سکتا ہے تصور کر سکتے ہیں۔

آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزے بھی اسی لیے فرض کیے ہمارے گناہوں کی بخشش ہو جائے تراویح بھی اسی لیے متعین ہوئیں کہ ہمارے گناہوں کی بخشش ہو جائے جو کسی ملازم کے کام میں تخفیف کرتا ہے اس کو بھی اللہ تعالیٰ معاف کر دیتے ہیں اعتکاف کرنے والے کے بھی اللہ تعالیٰ گناہ معاف کر دیتے ہیں لیلۃ القدر جو تلاش کرتا ہے اس کے

بھی اللہ تعالیٰ گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ اب آپ اندزہ لگایئے کہ گناہ معاف کرنے کے کتنے ذرائع ہو رہے ہیں ان ذرائع میں سے کسی نمبر پر بھی کوئی شخص نہ آیا اور گناہ معاف نہ ہوئے تو اسی لیے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے آمین اور جبرائیل علیہ السلام نے بد دعا فرمائی ہے آپ جانتے ہیں کہ پہلا دھا کا آیا رحمتوں سے بھرا ہوا آیا رحمتوں کی بارشیں برساتا ہوا آیا اور رحمتیں برسا برسا کے رخصت ہو گیا خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس کی قدر کی اور جنہوں نے قدر نہ کی وہ محروم رہ گئے پھر اللہ تعالیٰ نے دوسرا دھا کا رمضان شریف کا بخشش سے بھر بھر کر بھیجا کہ میں بخشتا رہوں گا۔ بخشتا رہوں گا۔ گناہ معاف ہو رہے تھے۔ بڑے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس دھاکے کا حق ادا کیا وہ دھا کا بھی آیا اور رخصت ہو گیا اور اب دوزخ سے رہائی کا دھا کا آیا اور وہ بھی چند لمحات کے بعد رخصت ہونے والا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ روزانہ ہر افطاری کے وقت دس لاکھ وہ آدمی جن کے لیے دوزخ کا حکم ہو جاتا ہے جہنم کے مستحق ہو جاتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ جل شانہ بری فرماتے رہتے ہیں اور آخری دن میں ساری افطاری کے وقت کے بری کئے ہوؤں کا مجموعہ بری فرماتے ہیں جب یہ خود رمضان شریف کی خوشی میں رمضان شریف کی رحمتوں اور برکتوں اور فیوض کی وجہ سے وہ معاف فرماتے رہتے ہیں اگر ہم اس کے ناکارہ بندے گناہوں کی بخشش مانگ رہے ہیں اور دوزخ سے چھٹکارا مانگ رہے ہیں تو کیا ہمیں معاف نہیں فرمائیں گے یقیناً معاف فرمائیں گے ضرور معاف فرمائیں گے ہمیں تہیہ کر لینا چاہیے ہم ضرور معافی مانگیں گے آپ جانتے ہیں آخری وقت ہے اس وقت جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں دوزخ سے رہائی ہو رہی ہے کسی نے معاف کرائے کسی نہ کرائے بچ گیا جس نے کرا لیے اور پھنس گیا جس نے گناہ معاف نہ کرائے۔

جب آپ جانتے ہیں کہ رمضان رخصت ہو ہی رہا ہے اس کی قدر کرنا چاہیے افسوس کہ ہم نے قدر نہ کی اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے فرشتے مقرر فرمائے تھے اعلان پر

اعلان ہورہے تھے۔یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ یَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ نیکی کی تلاش کرنے والے بڑا اچھا زمانہ آ گیا ہے بڑا موسم سہانا ہوگیا ہے بڑا اچھا وقت آ گیا ہے بڑی بہار کا موسم آ گیا ہے بخشش کا موسم ہے نیکی کا موسم ہے ایک نیکی ایک نفل نیکی فرض کے برابر ہورہی ہے ایک فرض ستر فرض کے برابر ہورہا ہے اسی لیے جتنی نیکی کرلو اچھا ہے۔

یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ یَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ اے برائی کی تلاش کرنے والے اے برائی کرنے والے یہ بڑا خیر وبرکت کا زمانہ ہے تو برائیوں سے رک جا باز آ جا تو اب بھی بڑا بے حیا ہے اس زمانہ میں بھی باز نہیں آ تا۔اس کے بعد وہ فرشتہ اعلان کرتا ہے۔

هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَلَهٗ. ہے کوئی گناہوں کی بخشش چاہنے والا میں اس کے گناہ بخشوں۔

هَلْ مِنْ تَائِبٍ فَاَتُوْبُ اِلَيْهِ. ہے کوئی توبہ کرے والا میں اس کی توبہ قبول کروں۔هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَالْمُعْطٰى لَهٗ سُؤَالَهٗ. ہے کوئی سوال کرنے والا میں اس کا سوال پورا کروں۔اعلان برابر ہورہے تھے برابر ہورہے تھے اگر کل کی رات آخری تھی تو اعلان بھی ختم ہو چکے اگر آج رات نصیب ہوئی تو آج رات بھر اعلان ہوتا رہے گا لیکن رات گذر چکی ہے تو سمجھو کہ یہ رمضان شریف کے آخری لمحات ہیں۔افسوس کہ ہم نے قدر نہ کی تراویح ہم نے خراب کی جو تراویح کا حق تھا جو قرآن شریف اور نماز پڑھنے کا حق تھا جو قرآن مجید سننے کا حق تھا افسوس ہم سے ادا نہیں ہوا روزوں کا جو حق تھا افسوس کہ ہم ایسے روزے نہ رکھ سکے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے۔تمہارے لیے افسوس کہ ہم نے اس ڈھال کو پھاڑ ڈالا۔کسی نے روزے رکھے ہوں تو رکھے ہوں، کسی نے تراویح پڑھی ہو تو پڑھی ہو۔اب اندازہ فرمایئے کہ کس شان سے یہ مہینہ آیا تھا۔غضب کے دروازے، ناراضگی کے دروازے سب بند تھے رحمتیں برس رہی تھیں افسوس کہ یہ رحمتیں اب ہم سے رخصت ہورہی ہیں۔ابھی چند گھڑیاں باقی ہیں ابھی جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں سارا مہینہ کھلے ہوئے تھے۔ہم نے قدر نہ کی۔اللہ تعالیٰ نے تو مغفرت لٹا رکھی تھی تا کہ

میرا بندہ ہر طریقے سے باز آ جائے بخشش اس کی ہو ہی جائے لیکن افسوس ہم نے قدر نہ کی۔

جناب رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے لیے بڑے مہربان تھے بڑے کریم تھے بڑی مہربانی فرماتے رہے ہمارے ساتھ ہم نالائقوں کے ساتھ بڑی محبت تھی ساری ساری رات جاگتے رہے اور ہماری بخشش کے لیے دعائیں کرتے رہے پاؤں پر ورم آ جاتا تھا لیکن ہمارے گناہوں کی بخشش کی دعا کرتے رہے۔

یَارَبِّ اُمَّتِیْ یَارَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ. کرتے رہے کتنی شفقت ہے لیکن ہم قدر نہیں کرتے نہ روزہ صحیح رکھا نہ تراویح پڑھی نہ غور فکر کیا ان کی مغفرت تو عام ہورہی ہے اب آپ جانتے ہیں جنت کے دروازے بند ہونے والے ہیں گنہگاروں کے لیے ابھی بھی وقت ہے جنت کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور دوزخ کے دروازے ابھی بند ہیں اگر کسی نے دوزخ سے آزادی نہیں مانگی اگر مانگی بھی ہے تو پھر بھی بے نیاز تو نہیں ہوسکتے اب بھی مانگنے میں کمی نہیں کرنی چاہیے وہ بڑے کریم ہیں۔جب وہ خود معاف کرنے پر تلے ہوئے ہیں اتنی مہربانی فرمارہے ہیں تو ہمارے مانگنے پر بخشش کیوں نہیں فرمائیں گے ضرور فرمائیں گے اس لیے ان چند لمحات کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے اور پھر بات یہ ہے کہ بھاگ کر جا بھی کہاں سکتے ہو۔کوئی اور خدا ہے جو بچالے گا وہی ایک خدا ہے جس کے سامنے گڑگڑانا چاہیے عاجزی کرنی چاہیے زاری کرنی چاہیے آپ کو معلوم ہے کہ مرنا یقینی ہے آپ نے دیکھا ہماری مسجد میں آنے جانے والے فوت ہوگئے آپ نے دیکھا ہوگا گلی محلے میں رہنے والے فوت ہوگئے ہمارے بازار میں آنے جانے والے رہنے والے دوکاندار فوت ہوگئے ہمارے شہر کے بڑے بڑے آدمی فوت ہوگئے ان آنکھوں سے خود دیکھا ہے ان ہاتھوں سے خود دفن کیا ہے کیا یہ یقین ہے کہ ہم زندہ رہیں گے؟ مرنا یقینی ہے اور مرنے کے بعد حساب یقینی ہے تو تیاری کرنی چاہیے اگلے جہان سے چھٹکارا حاصل کرنے کا انتظام کرنا چاہیے کل کو قیامت کا بھی سامنا ہے قبر کی منزل سامنے ہے محشر کا ہولناک منظر سامنے ہے۔ایک ایک آدمی سے ایک ایک بات کا سوال ہونے والا ہے آج جو بھی مرضی ہے چھپ چھپ کے کرلو کل کو سامنے آئے گی بات ایک ایک بات پوچھی جائے گی اگر گناہوں کی

معافی نہ ہوئی تو زمین کی وہ جگہیں جہاں گناہ کیا تھا وہ بھی گواہی دیں گے ہمارے ہاتھ پاؤں بول بول کر ہمارے خلاف گواہی دیں گے انسان کہے گا اے میرے ہاتھ اے میرے پاؤں میرے خلاف کیوں ہو رہے ہو۔ وہ کہیں گے جس خدا نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت دی ہے آج وہ ہمیں بولنے کی طاقت دے رہا ہے اس لیے ہم بول رہے ہیں بلوائے جا رہے ہیں خود بول کیسے سکتے ہیں اس واسطے ہمارا کوئی گناہ چھپ نہیں سکتا ہے اگر چھپے گا تو گواہ موجود ہوں گے اگر انکار کرے گا تو گواہ موجود ہوں گے تو بھائی قبر سامنے ہے سوچ لو قیامت سامنے ہے محشر کا ہولناک نظر سامنے ہے۔ اور پھر میزان رکھی جائے گی جس میں ہمارے نیک کام اور برے کام رکھے جائیں گے نیکیاں ایک پلڑے میں رکھی جائیں گے اور برائیاں ایک پلڑے میں رکھی جائیں گے اور فرشتہ سامنے کانٹے کے پاس کھڑا ہوگا اور مجرم کو جس کے ترازو میں اعمال تولے جا رہے ہوں گے اس کو بھی سامنے کھڑا کر دیا جائے گا وہ بھی کانٹا دیکھ رہا ہے فرشتہ بھی کانٹا دیکھ رہا ہے جب نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا تو فرشتہ اعلان کرے گا یہ شخص فلاں ہے فلاں کا بیٹا ہے آج نیکیوں کا اعمال نامہ بھاری ہو گیا اس کو جنت میں بھیجا جا رہا ہے بڑی عزت سے بڑے احترام سے بڑے اکرام سے جا رہا ہے اور اگر خدانخواستہ برائیوں والا پلڑا بھاری ہو گیا تو مجرم سامنے دیکھ رہا ہے فرشتہ سامنے کانٹے پر کھڑا ہے اعلان کرے گا یہ شخص کھڑا ہے اس کا پلڑا گناہوں سے بھاری ہو گیا ہے یہ رسوا ہو گیا یہ آج ذلیل ہو گیا جہنم کے فرشتے گھسیٹ کر لے جائیں گے اور بڑی بے عزتی اور توہین کے ساتھ لے جایا جائے گا بھائی یہ میزان بھی سامنے آنے والی ہے پل صراط بھی سامنے آنے والی ہے وہ ایک پل ہے جو تلوار سے زیادہ تیز ہے بال سے زیادہ باریک ہے جہنم کے اوپر رکھا جائے گا اس پر ہر ایک کو چلنا پڑے گا اگر نیکیاں ٹھیک ہیں اپنے پاس موجود ہیں سامان نیکی کا موجود ہے تو انشاء اللہ پار ہو جائے گا اور اگر برائیاں ہی برائیاں ہیں برائیاں زیادہ ہیں تو کٹ کر گر جائیں گے تو بھائی یہ ساری منزلیں پیش آنے والی ہیں سب دنیا کی منزل کو چھوڑ گئے ہمیں بھی چھوڑنا پڑے گا جب چلنا ٹھہرا تو چین کیوں ہے قبر کی گھاٹی بڑی سخت ہے اس میں سانپ بھی ہیں بچھو بھی ہیں بدبو بھی ہے گرم ہوائیں بھی ہیں بڑے دردناک عذاب بھی ہیں اس واسطے کچھ سامان کر لینا چاہیے اگر ہم ایمان لائے ہیں تو ایمان

کو سنبھال کر رکھنا چاہیے بے فکری سے بچنا چاہیے۔

اب آپ سوچیں رمضان شریف کتنا رہ گیا ہے چند لمحات چند گھڑیاں رہ گئیں ہیں اس واسطے دعا کر لیجیے اللہ تعالیٰ جل شانہ ہمیں اور ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے ہمیں دوزخ سے رہا فرمادے اور جنت نصیب فرمادے۔ دعا کرنے سے پہلے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ سو مرتبہ پڑھ لیجیے اس واسطے کہ حدیث میں آتا ہے جو سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ. پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سمندر کی جھاگ کے برابر گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔

گناہوں کی بخشش کا کچھ سامان کر لیجیے اور ایک یہ آتا ہے کہ اگر کوئی جمعہ کے دن عصر کے بعد یہ دعا ۸۰ مرتبہ پڑھتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ نِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ. تو اس کے ۸۰ سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

☆☆☆

دعاء

(رمضان شریف کے آخری لمحات کے لیے)

﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ o سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ o سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ o لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ o﴾ (تین مرتبہ)

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ o اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ (تین مرتبہ)

﴿اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا رَادَّ لِمَا قَضَيْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

(تین مرتبہ)

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ o (آل عمران:۸) رَبَّنَا

لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (تین مرتبہ)

وَاعْفُ عَنَّا۔ یا اللہ معاف فرمادیجیے۔ وَاغْفِرْ لَنَا ہمیں بخش دیجیے۔ وَارْحَمْنَا. ہمارے ساتھ رحم کا معاملہ فرمائیے۔ اَنْتَ مَوْلٰنَا۔ آپ ہمارے والی وارث ہیں آپ ہمارے مالک ہیں۔ رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (آل عمران پ۴ آیت ۱۹۳) رَبَّنَا اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ o (آل عمران پ۴ آیت ۱۹۲) رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ o (آل عمران پ۴ آیت ۱۹۴) يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ. (تین مرتبہ) آپ ہمارے معبود ہیں ہم آپ کے بندے ہیں، آپ ہمیں دیکھ رہے ہیں، ہماری درخواستیں اور دعائیں سن رہے ہیں، آپ عالم الغیب ہیں یقیناً ہم سے خطائیں ہوئی ہیں یا اللہ۔ یا اللہ یقیناً ہم سے خطائیں ہوئی ہیں، یا اللہ روزے بھی پھاڑ ڈالے خراب کردیے، حق ادا نہیں ہوا، یا اللہ روزوں کا حق ادا نہیں ہوا، بڑی کوتاہیاں ہوں گئیں ہیں، اے مہربان مولا بڑی کوتاہیاں ہوگئیں ہیں، اپنی رحمت سے ڈھانپ لیجیے گا، یا اللہ تراویح بھی بگاڑ دیں، یا اللہ آپ کے سوا روزے اور تراویح کو کون ٹھیک کرسکتا ہے، مہربانی کرکے ہمارے روزے اور تراویح کو ٹھیک فرمادیجیے، ہمارے روزے اور تراویح کو ٹھیک فرمادیجیے۔ یا اللہ یا اللہ گناہوں کا بوجھ بہت بھاری ہے یا اللہ گناہوں کا بوجھ بہت بھاری ہے، یا اللہ ہم نے کسی اپنے عضو کو خالی نہیں چھوڑا گناہوں سے۔ آنکھوں کو بھی خراب کیا، کانوں کو بھی خراب کیا، زبان کو بھی خراب کیا، ہاتھ کو، پاؤں کو، دل کو، دماغ کو، ہر عضو کو

ملوث کرتے رہے گناہوں میں۔ مجسمہ گنہگار۔ اقراری مجرم ہیں آپ کے سامنے بیٹھے ہیں یا اللہ بہت بھاری بوجھ گناہوں کا لیے بیٹھے ہیں۔ اے اللہ بڑا بھاری بوجھ ہے آپ سے رحمت کا پانی مانگتے ہیں ہمارے گناہوں پر رحمت کا پانی برسا دیجیے گا، ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیجیے گا، آپ کے دروازے پر آئے ہیں رحمت فرما دیجیے گا۔ اے اللہ مہربانی فرما دیجیے گا۔

یارب، یارب، یارب، یارب، یارب، یارب، یاحی، یاحی، یاحی، یاحی، یااللہ، یااللہ، یا اللہ، یااللہ، یارحمٰن، یارحمٰن، یارحمٰن، یارحمٰن، یارحیم، یارحیم، یاارحم الراحمین، یاارحم الراحمین، یاذالجلال والاکرام، یاذالجلال والاکرام، یاذالجلال والاکرام، یاحی یاقیوم، یاحی یاقیوم، یاحی یاقیوم۔ یارب گناہوں کی وجہ سے بڑے نادم ہیں، بڑے شرمندہ ہیں، بڑے نالائق ہیں، آپ کے گھر میں بیٹھے ہیں مہربانی فرما کر محروم نہ فرمانا۔ یااللہ گناہوں سے بخشش مانگتے ہیں، یااللہ اگر آپ نے معاف نہ فرمایا تو کون معاف کرے گا، ہمارا کیا بنے گا، یااللہ کون ہمیں پوچھے گا۔ یااللہ، غفار الذنوب، یاغفار الذنوب، یاغفار الذنوب، معاف فرما دیجیے گا، معاف فرما دیجیے گا، معاف فرما دیجیے گا، یاروٴف مہربانی فرمائیے گا۔ یااللہ دل سے معافی مانگتے ہیں اللہ میاں ہماری توبہ ہے یااللہ ہماری توبہ ہے، یااللہ رمضان شریف رخصت ہو رہا ہے کچھ نہ کیا ہم نے۔ یااللہ رمضان شریف کے روزے چلتے جا رہے ہیں جا رہے ہیں ہم نے کچھ نہیں کیا ہمیں معاف کر دیجیے، یااللہ ہمیں بخش دیجیے، یااللہ دوزخ کو ہم پر حرام فرما دیجیے گا، یااللہ دوزخ کو ہمارے اوپر حرام فرما دیجیے گا، یااللہ ہماری گردنیں دوزخ سے آزاد فرما دیجیے گا۔ اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رِقَابَنَا وَرِقَابَ آبَائِنَا وَاُمَّھَاتِنَا وَاِخْوَانِنَا وَاَوْلَادِنَا وَاَزْوَاجِنَا مِنَ النَّارِ یَاذِی الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ۔ اے ہمارے اللہ، ہمارے رب، ہماری گردنوں کو دوزخ سے آزاد فرما دیجیے گا، ہمارے باپ جو گزر چکے ہیں ان کی گردنیں بھی دوزخ سے آزاد فرما دیجیے گا، ہمارے بھائی مسلمان جتنے بھی ہیں، سب کی گردنیں دوزخ

سے آزاد فرما دیجیے گا۔ ہماری اولادوں کی اولاد کی گردنیں بھی دوزخ سے آزاد کر دیجیے گا، یااللہ ہماری بیویوں کی گردنیں بھی دوزخ سے آزاد فرما دیجیے گا، یااللہ آپ مہربانی فرما دیجیے گا، ہمارے ملنے والوں کی گردنیں بھی دوزخ سے آزاد فرما دیجیے گا، یااللہ آپ مہربانی فرما دیجیے گا، آپ بڑے رحیم ہیں، بڑے سخی ہیں، مہربانی فرما دیجیے گا، یااللہ دوزخ کے دروازے بند ہیں ہمیں معاف فرما دیجیے گا، یااللہ جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، یااللہ اے مہربان مولا، اے آقا، اے کریم ہمیں جنت دے دیجیے گا، یااللہ ہمیں جنت دے دیجیے گا، یااللہ میں جنت دے دیجیے گا، یااللہ آپ ہی نے فرمایا ہے کہ جو تین مرتبہ سوال کرتا ہے جنت بھی سوال کرنا شروع کر دیتی ہے، یااللہ جنت ان کو دے ہی دو۔ یااللہ حکم دے دیجیے جنت مل جائے ہمیں، یااللہ ہم دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں، ہم دوزخ سے آزادی مانگتے ہیں، یا اللہ دوزخ بھی تین مرتبہ سوال کرنے کے بعد کہہ دیتی ہے ان کو دوزخ سے آزاد کر دیجیے۔ یااللہ مہربانی فرما کر دوزخ کی دعا بھی قبول کر لیجیے۔ ہماری دعا بھی قبول کر لیجیے۔

بادشاہ جرم مارا در گزار
ما گنہگار ایم و تو آمرزگار

اے بادشاہ ہمارے جرموں سے درگزر فرمائیے۔ اے اللہ ہم گنہگار ہیں اور تو مہربانی فرمانے والا ہے۔

نکوکاری مابد کردہ ایم
جرم بے اندزہ و بے حد کردہ ایم

یااللہ آپ سخی ہیں، آپ کریم ہیں آپ مہربان ہیں، ہم تو بدی کرنے والے ہیں بے انداز بے حد جرم کیے ہیں۔

مغفرت دارم امید از بخشش تو
آنکہ خود فرمودئ لا تقنطوا

یااللہ آپ نے خود فرمایا لاتقنطوا۔ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ اس واسطے ہم بھی مایوس نہیں ہیں، آپ سے بخشش مانگ رہے ہیں آپ سے پوری پوری امید ہے بخشش فرمادیں گے، یااللہ آپ بڑے کریم ہیں، یااللہ آپ بڑے سخی ہیں، سخیوں کے دروازے سے لوگ لے کر جاتے ہیں۔ خالی کوئی نہیں جاتا۔ یااللہ ہم بھروسہ کر کے آئے ہیں، آس لے کر آئے ہیں۔ مہربانی فرما کر ہم سب کو بخشش دیجئے گا۔ یااللہ اس گھڑی آپنے گھر میں آپ نے بٹھا رکھا ہے، آسرا لے کر آئے ہیں، مہربانی فرما کر ہم سب کو بخش دیجئے گا، یااللہ ہمارے سب گناہوں کو معاف فرمادیجئے گا، یااللہ اس گھڑی اپنے گھر میں آپ نے بٹھا رکھا ہے۔ آپ نے توفیق عطا فرما رکھی ہے۔ یااللہ جمعہ کا دن ہے، جمعہ کی آخری گھڑیاں ہیں، رمضان شریف کی آخری گھڑیاں ہیں، دعائیں قبول ہوتی ہیں آخری گھڑیوں میں، مہربانی فرما کر ہم سب کے گناہ جتنے بھی ہیں سب کے سب معاف فرمادیجئے گا، یااللہ آپ کے کرم سے اتنا مانگتے ہیں کہ جیسے بچہ پہلے دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے کوئی گناہ نہیں ہوتا آج ہمیں بھی تو ایسا کردیجئے۔ اے اللہ آپ بڑے قادر ہیں، بڑی قدرت والے ہیں، ہمیں بھی ایسا کردیجئے گا، ہمارے سارے گناہ اعمال نامے سے ختم فرمادیجئے گا۔ اے اللہ ختم فرمادیجئے گا، یااللہ سارے گناہ مٹادیجئے گا، یااللہ جب یہاں سے اٹھیں تو ہمارے سر پر کوئی گناہ نہ ہو۔ یااللہ سارے گناہ مٹادیجئے گا، یااللہ جنت ہمارے لیے واجب فرمادیجئے گا، یااللہ دوزخ کو ہمارے اوپر حرام فرمادیجئے گا، مہربانی فرما کر جنت عطا فرمادیجئے گا، یااللہ ہماری اولادوں کو بھی دوزخ سے بچا لیجیے گا، ہمارے بھائی، بہنوں کو بھی دوزخ سے بچا لیجیے گا، ہمارے عزاء، اقربا کو بھی دوزخ سے بچا لیجئے گا، ہمارے احباب کو بھی یااللہ ہمارے مشائخ ہیں، ہمارے اساتذہ ہیں ہمارے ملنے والے ہیں سب کو دوزخ سے رہائی فرمادیجئے گا، سب کے گناہ بخش دیجئے گا، سب کو جنت دے دیجئے گا، یااللہ بہت سے اہل حقوق ہیں بہت سے ہمارے اوپر احسان کرنے والے ہیں۔ سب کو بخش دیجئے گا، یااللہ جتنے بھی مسلمان، مرد، عورتیں ساری دنیا میں ہیں جو آج تک ہوئے ہیں اس وقت موجود ہیں سب

کے لیے ہم معافی مانگتے ہیں سب کو بخش دیجئے گا۔ (مانگ لو جو مانگنا ہے، بڑا چوٹی کا وقت ہے ختم ہو رہا ہے، چند گھڑیاں باقی رہ گئی ہیں یہ گزر گئیں تو ختم ہو جائے گا رمضان شریف۔ جلدی سے مانگ لو بڑے کریم ہیں، سن رہے ہیں اپنے گھر سے خالی نہیں جانے دیں گے، یقین کرلو ضرور دیں گے، دل سے یقین کے ساتھ مانگنا چاہیے۔ مانگنے میں کسر نہ چھوڑیے گا۔ جو جی میں آئے مانگ لیجئے گا)۔ یااللہ ہمیں جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ امتی ہونے کی نسبت ہے اس کا واسطہ دیتے ہیں ہمیں دور نہ کرنا یااللہ ہمیں دور نہ کرنا۔ یااللہ آپ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے ہیں، ہمیں دھکیلنا نہیں، یااللہ ہم آپ سے سوال کر رہے ہیں ہمیں ناامید نہ کرنا، یااللہ ہماری عاجزی و آہ وزاری پر رحم فرمانا، یااللہ ہمیں خوف سے امن عطا فرمانا، یااللہ جتنے بھی اعمال ہیں ٹوٹے پھوٹے۔ سب کے سب قبول فرمانا۔ یااللہ ہمارے حالات کی اصلاح فرمادینا، یااللہ ہم آپ کی نیکی میں مشغول رہیں ہر وقت۔ یااللہ گناہوں سے ہمیں بچے رہنے کی توفیق عطا فرمانا۔ یااللہ جب تک ہم زندہ رہیں ہم آپ ہی کا نام لیتے رہیں، ہم صحیح اسلامی زندگی پر قائم رہیں، یااللہ جب مرنے کا وقت آئے تو خالص پکے سچے ایمان پر ہمارا خاتمہ ہو۔ یااللہ آپ سے ہمارا کوئی حال چھپا ہوا نہیں ہے۔ بیشک آپ نے ہمیں بہت سے حکم دیئے ہم نے چھوڑ دیئے، ہم نے اُن حکموں کی نافرمانی کی ہے۔ یااللہ جن باتوں سے آپ نے روکا ہم وہی کرتے رہے۔ یااللہ سوائے آپ کی بخشش کے کوئی ہمارا ذریعہ نہیں ہے۔ مہربانی فرما کر ہمیں بخش دیجئے گا۔ یااللہ ہمارے سارے کے سارے گناہ بخش دیجئے گا۔ یااللہ جناب نبی کریم ﷺ کا واسطہ بھی دیا ہے، تمام نبیوں کا واسطہ دیتے ہیں، یااللہ آپ کی ذات کا، آپ کی صفات کا واسطہ دیتے ہیں، یااللہ آپ کے معصوم نورانی فرشتے ہیں، ان کا واسطہ دیتے ہیں، یااللہ آپ کی جنت کا واسطہ دیتے ہیں، یااللہ آپ کے جتنے اولیاء قطب ابدال غوث ہوئے ہیں جتنے آپ کے مقبول بندے ہیں سب کا واسطہ دیتے ہیں مہربانی فرما کر ہمارے سارے گناہ معاف فرمادیجئے۔ ہمارے گناہ بالکل معاف فرمادیجئے۔ یااللہ ہمیں گناہوں سے بالکل پاک وصاف فرما

دیجئے، یا اللہ بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے دعاؤں کے لیے حکم دیا ہے۔ ان کی نیک حاجات آپ سب جانتے ہیں یا اللہ ان کی سب حاجات کو پورا فرما دیجئے۔ آپ بڑے قادر ہیں، اے قدیر ان کی سب حاجات کو پورا فرما دیجئے۔ اے مالک حقیقی اے آقا، اے مہرباں مولا ان کی سب ضرورتیں پوری فرما دیجئے۔ جو لوگ رشتے ناطے میں پریشان ہیں ان کی مدد فرما دیجئے۔ جو قرض کی وجہ سے پریشان ہیں ان کی قرض میں مدد فرما دیجئے۔ جو تجارت میں کاروبار میں پریشان ہیں ان کی کاروباری پریشانیاں دور فرما دیجئے۔ جو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہیں ان کی حاجت پوری فرما دیجئے۔ جن کی اولاد نافرمان ہے ان کی بھی مدد فرما دیجئے گا۔ یا اللہ ہر حال میں، ہر گھڑی میں آپ کی مدد مانگتے ہیں جن لوگوں نے دعا کے لیے فرمایا ہے یا اللہ ان سب کو صحیح اسلامی زندگی عمر بھر نصیب فرمایئے گا۔ مرتے وقت ایمان پر خاتمہ نصیب فرمایئے گا۔ ہم سب کو جنت عطا فرمایئے گا۔

یا اللہ ہم اس پاکستان میں رہتے ہیں یا اللہ اس پاکستان کی حفاظت فرمانا، یا اللہ اس میں اسلامی آئین کا نفاذ فرمانا، یا اللہ حکام کو توفیق عطا فرمانا، ان کے لیے آسان فرما دے ان کے سامنے ساری رکاوٹیں دور فرما دے کہ وہ اسلامی آئین کا نفاذ کر دیں یا اللہ جو لوگ اسلام کے دشمن ہیں ان کے منصوبے خاک میں ملا دے۔ ان کو ملیا میٹ فرما دے، ان کو تباہ و برباد فرما دے، اسلام کا بول بالا فرما دے، یا اللہ اس کے دشمنوں کو ہم آپ ہی کے سپرد کرتے ہیں آپ ہی ان کو دیکھنے والے ہیں یا اللہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اس پاکستان میں اسلام کا بول بالا ہو جائے، اسلامی نظام رائج ہو جائے، ہر شعبہ زندگی میں اسلام رائج ہو جائے۔

یا اللہ دنیا میں جہاں جہاں آپ کے نیک بندے دعائیں مانگ رہے ہیں کوئی بیت اللہ شریف میں بیٹھے دعائیں مانگ رہے ہیں، کوئی طواف میں مانگ رہے ہیں، کوئی سعی میں مانگ رہے ہیں، کوئی جناب رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اطہر پر بیٹھے مانگ رہے ہیں، کوئی مسجد اقصیٰ میں بیٹھے مانگ رہے ہیں۔ جہاں جہاں بھی آپ کے مقبول بندے

بیٹھے دعائیں مانگ رہے ہیں دوسرے بندے دعائیں مانگ رہے ہیں ان سب دعاؤں میں ہمیں بھی شامل فرما لیجئے گا۔ یا اللہ ہماری دعاؤں میں ان کو شامل فرما لیجئے گا۔

یا اللہ ہم کیا مانگ سکتے ہیں ہمیں تو اپنی ضرورتوں کا بھی پتہ نہیں ہے ایک مختصر درخواست یہ کرتے ہیں کہ ہمارے آقائے نامدار سرکار دو جہاں نبی اکرم ﷺ نے جس جس بھلائی کی دعا مانگی ہے وہ سب بھلائیاں یا اللہ ہمیں عطا فرما دیجئے گا۔ یا اللہ وہ سب بھلائیاں ہمیں عطا فرما دیجئے گا۔ یا اللہ برائیوں سے ہم کیا پناہ مانگ سکتے ہیں۔ ہم یہ درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے آقائے نامدار سرکار دو عالم ﷺ نے جس جس برائی سے پناہ مانگی ہے ان سب سے یا اللہ ہم بھی پناہ مانگتے ہیں ہمیں اپنی پناہ میں رکھ لیجئے گا۔ (ہمیں اپنی پناہ میں لے لیجئے)

یا اللہ اس رمضان المبارک میں جتنی بھلائیاں آپ نے رکھی ہیں جو بھلائیاں آپ نے رکھی ہیں وہ ساری کی ساری ہمیں عطا فرما دیجئے گا۔ یا اللہ اس رمضان شریف کی برکت سے ہماری مدد فرمایئے گا۔ اس کا نور ہمیں عطا فرما دیجئے گا اس کے فیوض اور انوار ہمیں عطا فرما دیجئے گا اس کی برکتیں عطا فرما دیجئے گا۔

یا اللہ آپ نے مہربانی فرمائی ہے۔ ہمارے گناہوں کو انشاء اللہ آپ نے معاف فرما دیا ہوگا۔ یا اللہ آخرت میں بھی ہماری ستاری فرمانا۔ یا اللہ وہاں رسوا نہ فرمانا یا اللہ ہمیں وہاں گھبراہٹوں سے محفوظ رکھنا۔

﴿اللّٰهُمَّ اكْفِنَا بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاغْنِنَا بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ ○ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اللّٰهُمَّ ارْحَمْ لِأُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اللّٰهُمَّ اسْتُرْ لِأُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾ (تین مرتبہ)

یا اللہ سرکار دو عالم ﷺ کے جتنے امتی ہیں سب کو بخش دیجئے گا۔ یا اللہ سب کو بخش دیجئے گا، یا اللہ سب پر رحم فرمایئے گا۔ یا اللہ سب کی پردہ پوشی فرمایئے گا۔ یا اللہ سب

کے قصوروں کو معاف فرما دیجیے گا۔ یا اللہ سب امتیوں پر مہربانی کی نظر فرمایئے گا۔ یا اللہ آپ ہی سے مانگتے ہیں۔ (چند منٹ باقی رہ گئے ہیں کچھ کر لیجیے گا۔ مانگ لیجیے گا)

﴿اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ﴾

یا اللہ اپنے غضب سے مارنا نہیں، یا اللہ ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک نہ کرنا۔

اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ (سات مرتبہ)

یا اللہ آپ ہی ہمارے پالنے والے ہیں ہم آپ کے بندے ہیں آپ ہمارے معبود ہیں آپ نے ہمیں پیدا فرمایا ہے یا اللہ ہم اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق آپ کے عہد اور وعدے پر قائم ہیں۔ یا اللہ مگر جو ہم نے برائیاں کیں اس سے آپ کی پناہ میں آتے ہیں یا اللہ آپ نے اتنی نعمتیں عطا فرمائیں اتنی نعمتیں عطا فرمائیں۔ ہم سب کی قدر کرتے ہیں سب کا اقرار کرتے ہیں، یا اللہ افسوس ہے ہم نے ان نعمتوں کی قدر نہ کی یا اللہ اس طرح اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتے ہیں، مہربانی فرما کر ہمارے گناہوں کو بخش دیجیے گا۔ آپ کے سوا کوئی اور بخشنے والا نہیں ہے ضرور مہربانی فرما کر ہمیں بخش دیجیے گا۔ ہمیں جہنم سے آزادی فرما دیجیے گا۔

﴿رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ٥
(الفرقان پ۲۵) اَللّٰهُمَّ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ٥ وَقِنَا عَذَابَ الْقَبْرِ وَقِنَا عَذَابَ الْحَشْرِ. وَقِنَا عَذَابَ الْفَقْرِ. وَقِنَا عَذَابَ الْمَوْتِ. وَقِنَا عَذَابَ الدَّيْنِ.﴾

﴿اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ وَعَمَلٍ﴾

یا اللہ جنت کا سوال کرتے ہیں اور جو قول اور عمل ہمیں جنت کے قریب کر دے اس کا بھی سوال کرتے ہیں۔

﴿وَاِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ وَ عَمَلٍ﴾

اور ہم دوزخ سے آپ کی پناہ میں آتے ہیں اور جن کاموں کی وجہ سے دوزخ میں جانا ہو ان سے بچا لیجیے گا۔

یا اللہ آپ بڑے کریم ہیں ہمیں آپ کی مہربانی سے بڑی امید ہے آپ نے ہماری دعائیں قبول فرمالی ہیں اس لیے کہ مایوسی نہیں کرنی چاہیے مایوسی تو کفریہ بات ہے، ہم آپ سے مایوس نہیں یا اللہ مہربانی فرما کر ہمیں مرتے دم تک ایمان پر قائم رکھنا ہماری اولادوں کو بھی نیک اعمال کی توفیق عطا فرماتے رہنا، ہمارے بھائی، بہنوں کو بھی نیک اعمال کی توفیق عطا فرماتے رہنا۔ یا اللہ حضور اکرم ﷺ کے جھنڈے تلے ہمارا حشر فرمانا، (آپ یقین کیجیے اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول فرما رہے ہیں اتنے آدمی جب اکٹھے مانگتے ہیں ان کو حیا آتی ہے کسی کو ناکام نہیں فرماتے ہیں اور پھر اتنے عالم بیٹھے ہیں کتنے اللہ کے مقبول ہوں گے

بداراں به بنگاں بخشند کریم

ان سے بڑی بڑی امیدیں ہیں کسی مقبول کے صدقے سے ہمیں بھی معاف فرما دیں گے۔ وہ خالی نہیں بھیجیں گے ضرور عطا فرمائیں گے۔)

یا اللہ ہمیں یقین ہے آپ نے سب درخواستیں سن لی ہیں یا اللہ ہمیں امید ہے آپ نے منظوری بھی دے دی ہے۔ یا اللہ مہربانی فرما کر ضرور بضرور قبول فرمانا یا اللہ ہم آپ کے بندے ہیں آپ ہی سے امید رکھتے ہیں آپ سے امید نہیں رکھیں گے تو پھر کس سے امید رکھیں گے۔

یا اللہ ہمیں تو اپنی ضرورتیں بھی مانگنا نہیں آتیں ہمیں کچھ پتہ نہیں کل ہمیں کیا ضرورت پیش آنے والی ہے اگلے مہینے اگلے سال کیا ضرورت پیش آنے الی ہے دین کی کیا کیا ضرورتیں ہیں دنیا کی کیا کیا ضرورتیں ہیں آخرت کی کیا کیا ضرورتیں ہیں ہمیں کچھ معلوم نہیں یا اللہ ہم آپ سے مدد مانگتے ہیں آپ کے بندے ہیں یا اللہ ہم آپ سے مدد مانگتے ہیں آپ سے فرمانبرداری کا اظہار کر رہے ہیں یا اللہ مہربانی فرمانا ہماری جتنی بھی دنیا کی جائز

ضرورتیں ہیں جتنی آخرت کی ضرورتیں ہیں سب کی سب پوری فرما دیجئے گا یا اللہ ہمیں مانگنا نہیں آتا ہم کیا مانگ سکتے ہیں آپ ہماری حاجتوں سے پورے پورے واقف ہیں کہ میرے بندوں کو کیا کیا ضرورتیں پیش آنے والی ہیں ہم ساری ضرورتیں ساری حاجتیں آپ کو پیش کرتے ہیں۔ منزول بک کل حاجة. ہر حاجت آپ کو پیش کرتے ہیں ہماری دین کی دنیا کی آخرت کی ساری حاجتیں یا اللہ آپ کے سپرد کرتے ہیں۔

یا اللہ آپ کا شکر ہے آپ نے بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائی یا اللہ آپ کا شکر ہے مانگنے کی توفیق عطا فرمائی آپ کا بڑا بڑا احسان بڑی بڑی مہربانی ہے ورنہ یہ ہاتھ اٹھ نہیں سکتے تھے یہ اٹھوائے جاتے ہیں یا اللہ آپ نے اپنی مہربانی سے اٹھوائے ہیں یہ ہاتھ۔ آپ کی دی ہوئی توفیق سے بیٹھے رہے ہم۔ یا اللہ کون بیٹھ سکتا ہے کوئی کسی کو گھر میں نہ آنے دینا چاہے تو دھکیل دیتا ہے دھتکار دیتا ہے باہر نکال دیتا ہے آپ نے مہربانی فرمائی ہے اپنے گھر میں بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ یا اللہ آپ سے ہمیں بڑی بڑی امیدیں ہیں آپ بڑے کریم ہیں بڑے رحیم ہیں بڑے مہربان ہیں آپ کی کریمی پر آپ کی رحیمی پر بھروسہ ہے آپ کے رحمٰن ہونے پر، غفور ہونے پر بڑا بھروسہ ہے۔ (آمین ثم آمین)

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ o﴾

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ.﴾ (تین مرتبہ)

﴿وَصَلَّ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی رَسُوْلِ خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَھْلِ بَیْتِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّاتِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ o﴾

(وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ)

☆☆☆

عکس والا نامہ

جو حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے محمد افضل پراچہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو 13-11-1981 کو ارسال فرمایا۔

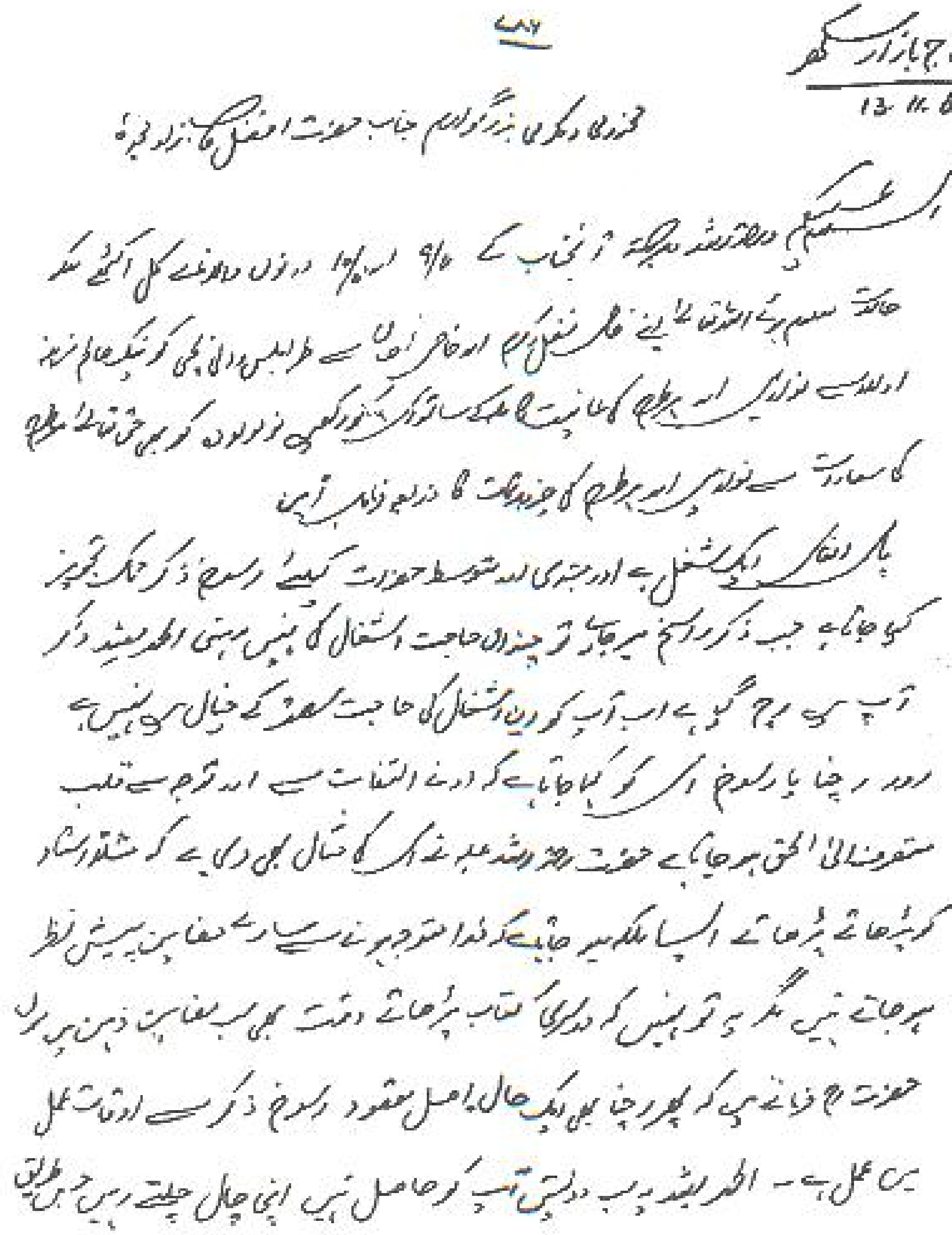
بسمہ

راجا بازار سکھر
13.11.81

[illegible]

پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت سے نسبت تھی۔ رحمۃ اللہ علیہ اللہ والوں میں کیا شان ہے دوسروں کو ہم
کس کس کو راضی کر سکتے ہیں ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است بعدد طرق وصول الی اللہ
بعدد انفاس الخلائق ۔

جس طرح بن پڑے ذکر و فکر اور اوقات عمل سو عمل کرتے جائیں انشاء اللہ جن کی نسبتوں
کا دامن تھام رکھا ہے جہاں وہ ہوں گے ہمیں بھی گھسیٹ لیں گے اور محروم نہیں رہنے دیں گے
۔ اولٰئک الحقنا بھم ذریتھم میں روحانی اولاد بھی آتی ہے
اللہ تعالیٰ صراط مستقیم پر قائم رکھیں اور کامل اتباع پر خاتمہ فرما دیں ۔ انشاء اللہ
ایسے ہی ہو گا حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکابر سلسلہ والوں کا خاتمہ عجیب طرح
ہوتا ہے یہاں تک فرمایا کہ اکثر دیکھا ہے کہ دنیا دار لوگ اس سلسلہ میں بیعت ہوئے پھر دنیا ہی میں مشغول
رہے لیکن ان کا خاتمہ ولیوں کا سا ہوا ۔

پھر ایک جگہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تعلق ایسی چیز ہے کہ محبت ہونا چاہیے پھر دیکھو انشاء اللہ تعالیٰ
ان ہی کی معیت میں ہو گا المرء مع من احب ۔ ایک جگہ فرمایا کہ مریدین کے ساتھ حق تعالیٰ
کا معاملہ بڑا عجیب ہے کہ مرتے وقت جائز نہیں کہ سب کو اپنی ہی محبت میں بلا لیتے ہیں
اللہ تعالیٰ کا محض لطف و فضل و کرم ہے ایسے ہی معاملہ فرماتے ہیں کیونکہ مشائخ کے معاملے کا
دارو مدار ان کے فضل پر ہے انا عند ظن عبدی بی ارشاد ہے پھر ان کا حسن ظن بھی
علی خصوصی طور پر انشاء اللہ ایسے مالک سے امید ہے کہ امید وابستہ ہیں والسلام محمد حنیف عفا اللہ عنہ

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسماء النبی ﷺ

سیدنا محمد ﷺ

بہت تعریف کیا گیا

احمد — سب سے زیادہ حمد کرنے والا	حامد — بہت تعریف کرنے والا	محمود — بہت تعریف کیا گیا	قاسم — بانٹنے والا	عاقب — پیچھے آنے والا	فاتح — کھولنے والا
شاہد — گواہی دینے والا	حاشر — اٹھانے والا	رشید — نیک	مشہود — گواہی دیا گیا	بشیر — خوشخبری دینے والا	نذیر — ڈرانے والا
داع — بلانے والا	شافٍ — شفا دینے والا	ہادٍ — ہادی	مہدی — ہدایت والا	ماح — محو کرنے والا	منج — نجات والا
ناہ — منع کرنے والا	رسول — رسول، پیغمبر	نبی — نبی	امی — امی	تہامی — تہامی	ہاشمی — ہاشمی
ابطحی — ابطح والا	عزیز — غالب	حریص علیکم — حرص کرنے والا	رؤف — نرم دل	رحیم — رحم والا	طٰہٰ — طہ
مجتبیٰ — چنا ہوا	طٰسٓ — طس	مرتضیٰ — برگزیدہ	حٰمٓ — حم	مصطفیٰ — چنا ہوا	یٰسٓ — یس

اولیٰ — بہتر	مزمل — کملی والا	ولی — دوست	مدثر — چادر اوڑھنے والا	متین — مضبوط	مصدق — سچ بولنے والا
طیب — پاک	ناصر — مدد دینے والا	منصور — مدد دیا گیا	مصباح — چراغ	آمر — حکم دینے والا	حجازی — حجاز والا
نزاری — معد بن نزار کی اولاد سے	قریشی — قریشی	مضری — مضر والا	نبی التوبہ — متوجہ ہونے والا الی	حافظ — یاد رکھنے والا	کامل — کامل (پورا)
صادق — سچا	امین — امانت دار	عبد اللہ — اللہ کا بندہ	کلیم اللہ — اللہ سے کلام کرنے والا	حبیب اللہ — اللہ کا دوست	نجی اللہ — اللہ کا رازدار
صفی اللہ — اللہ کا مخلص دوست	خاتم الانبیاء — انبیاء کو ختم کرنے والا	حسیب — کافی	مجیب — قبول کرنے والا	شکور — شکر گزار	مقتصد — میانہ روی سے چلنے والا
رسول الرحمۃ — مہربانی والا رسول	قوی — طاقت والا	حفی — خبر رکھنے والا	مامون — امن والا	معلوم — علم والا	حق — سچا
مبین — ظاہر	مطیع — تابعدار	رسول الراحۃ — راحت والا رسول	اول — اول	آخر — پیچھے	ظاہر — ظاہر
باطن — پوشیدہ	نبی الرحمۃ — مہربانی والا نبی	یتیم — یتیم	کریم — سخی	حکیم — حکمت والا	خاتم الرسل — رسولوں کو ختم کرنے والا
سید — سردار	سراج — چمکتا ہوا	منیر — چراغ	محرم — قابل عزت	مکرم — عزت والا	مبشر — خوشخبری سنانے والا
مذکر — نصیحت کرنے والا	مطہر — پاکیزہ	قریب — قریب	خلیل — دوست، جانی	جواد — سخی	
عادل — عدل کرنے والا	طاہر — پاک کرنے والا	شہید — گواہ			